

کوفروں کی کوکستان کے بند  
خارجیوں کے دستہ فکر

# کرید کا مسافر

حاشیہ نشین زندہ  
کی نقشبندی

علامہ رشاق احمد نظامی  
میر تقی سبحان آباد



مکتبہ نبویہ

علامہ رشاد نظامی  
میر تقی سبحان آباد

لو تو قتل نامہ دیا ہم بھی دیکھ لیں  
بیس برس کی عمر پہ سرِ غضبگی بھڑکی

کوفیوں کی نوکِ سان کے بعد چار چیلوں کے دشتِ قلم پر

# کربلا کا مسافر

— مرتبہ —

علامہ مشاق احمد نظامی مدیرِ پاسبانِ الہ آباد

— مقدمہ —

علامہ ارشد القادری سیکرٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن - انگلینڈ

مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ - لاہور

## ”کر بلا کا مسافر“ ایک نظر میں

نام کتاب \_\_\_\_\_ کر بلا کا مسافر

مرتبہ \_\_\_\_\_ علامہ مشتاق احمد نقوی مرحوم، ایڈیٹر ماہنامہ پاسپاس الزآباد

مقدمہ \_\_\_\_\_ علامہ ارشد القادری مرحوم، والدہ اسامہ کشن ریڈ فورڈ، برطانیہ

موضوع \_\_\_\_\_ شہداء کر بلا کی جانبازیں

سال تالیف \_\_\_\_\_ ۱۹۷۸ء

سری طبعیت اول \_\_\_\_\_ ۱۹۸۰ء / مطبوعہ لاہور

سال طبعیت تازہ \_\_\_\_\_ ۲۰۰۶ء / ۱۳۲۶ھ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

قیمت مجلد \_\_\_\_\_

ناشر

مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ لاہور

فون: 0300-4235658, 7213560

## عنوانات کتاب

۵ حاشیہ نشانیانِ بید کی کتاب کشانی

۲۱ غلام فیروز کا ازالہ

۲۷ دریائے خرات کی موجوں پر دو شہزادوں کا مدفن

۳۵ تاراج کا روانہ سادات

۳۵ میدان کر بلا سے گنج بخش اسلم

۶۲ فور کے دو مجرّمے

۷۳ زمین کر بلا کا ٹوٹی منظر

۹۲ زندہ باد یہ شہزادہ

۹۷ خلافت مساویہ و نیز یہ تسنن و تسنل کے پانے میں

۱۰۹ خارجی نظریات متناقض کے اہاسے میں

۱۳۰ خلافت علی عقیقہ مذکی روشنی میں

۱۲۸ ایک رسوائے عالم کتاب کا تحقیقی جائزہ

۱۳۹ خلافت مساویہ و نیز یہ تحقیقی نظریے

۱۶۸ فقرہ خوارج

۱۸۶ یزید اور اس کا کردار

۱۹۵ خلافت مساویہ و نیز یہ تاریخ کی روشنی میں

# حاشیہ نشینانِ نیرید کی نقاب کشائی

تقریراتِ قلم — علامہ ارشد القادری صاحب مدبر اعلیٰ جام فور مجسٹریٹ پور

کچھ عرصہ سے پاک و ہند میں ایسی تحریریں کتابی اور رسائی کی شکل میں پھیلنے لگی ہیں۔ جن میں اہلبیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، خاندانِ نبوت اور بدعتِ سرایانِ اہلبیت کے خلاف سب سے سرد و پامراد بیج کر کے تاریخی حقیقت کا منہ پھرانے کا کام دیا جا رہا ہے۔ نظریاتی قدرتی کی ایک شکل تفسیروں سے کام کر رہی تھی جس میں اہلبیتِ مصطفیٰ سے تمام افراد کو علیحدہ کر کے صرف پاک و ہند قریب قریب کو مستحقِ عقیدت بنایا جانے لگا۔ خاندانِ نبوت کے افراد کو مستحق قرار دے کر صرف ہندو عقائد کو ہی اس ملت میں رکھا گیا پھر سب تک اہلبیت اور خاندانِ نبوت کے علیحدہ کر دیا۔ بزرگانِ امت کو سب و قوم کا نشانہ نہیں بنایا جاتا تھا، بدعتِ سرافاتی اہلبیت کے فریضے سے سب کو شہ قسرت نہیں کیا جاتا تھا، اس دینی تحفظ نے پوری اسلامی تاریخ پر اپنے نفوس اثرات مرتب کیے اور سہا پر کرام، اہمات المؤمنین اور دیگر بزرگانِ دین پر سبے پناہ الزامات گھڑے اور جس شخص باطنی کی تکلیف کی گئی۔ ایسے لڑکچہ سے تنبیہ و گون پر زبان و راز کی کی روایت خانہ کی اور اسلامی دنیا میں گستاخانہ اندازِ تحریر کے دور واز سے کھول دیا۔ اب اس زمانہ کو سب تاریخی عناصر نے اپنی نظروں کی نوک پر رکھا تو وہ نوک سنان ہیں کہ اہل ایمان کے مذہبات کو محجوب کر دیتے ہیں۔ غالی ہیں انہوں نے اپنی ماحولِ تحریروں سے فتنہ کئے ان تنبیہ و گون میں کے مذہبات کو ہمالہ کر دیتے ہیں کہیں ذرا مستمسک و کی تھی جنہیں صحابہ رسول سے بہت و عقیدت تھی اب ان کی رسوائی عالمِ عام کو نادرہی اہل قلم نے اپنا لیا ہے اور وہ پاک و ہند میں اہلبیت، سادات کرام اور خصوصیت سے امامِ عالی مقام حضرت حسین علیہ السلام کی ذات کو نشانہ بن کر کتابیں لکھتے پھرتے جا رہے ہیں۔

اپنے قارئین میں ایک غلط تاثر دے رہے ہیں کہ غلامانِ اہلِ برت میں سے تینہ، جو باقیم اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو اسلامی تاریخ کی ایک کئی قسار مقام حاصل نہیں۔ اُن کے ہاں اسلام کی تاریخ میں عظیم شہیدان اور بادشاہوں کو تو ایک درجہ حاصل ہے کہ جس سے یہ ان کے بڑا میں حق و باطل کے مکر کو زندہ جاوید بنا دیا تھا جس کی شہید کی تینہ کے تینہ ذوق فرستے ہیں اور جس نے دنیا میں کے بادشاہوں کو اصول پر مبنی حکمرانی سکھانے سے کونسا ہی نہیں دیا جاسکتا کہ اس کے کردار کو احترام و عقیدت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اس سلسلہ میں محمود عباسی کی رسولیے عالم کتاب خلافت، مایہ وزیرید، تحقیق سید و سادات، تحقیق مزید، پسر مولانا سلیمان کی سادات بڑا سید اور ابو زید محمد بن منہ کی شہید ابی رشید اور اس میں چوٹی مرقی کتابوں نے ان پاکیزہ ہستیوں کے تقدس کو سخت مجروح کیا۔ علماء اہلسنت نے ان پاکیزہ قبروں کا برداشت اور سخت زلزلے یا اور ان قلم کاروں کی ناپاک کوششوں کی ہمیشہ نہ نیت کی۔ چندستان کے علماء اہلسنت میں سے علامہ رشاقی، محمد قاسمی، مصنف سخن کے افسس نے اپنے ہاں ہر پاسہ ہاں کا ۱۹۹۰ء میں خصوصی نمبر ترتیب دیا جسے زیر نظر کتاب کے بلا کا مساز کی شکل میں ہادی قریم شرمش کیا جا رہا ہے اور تاریخوں کے ناپاک نزاع کو بے نقاب کرنے میں ایک کامیاب کوشش کی۔ دسمبر ۱۹۹۰ء جام کور، تنجید پر ہمارے ان قلاب پوش مورخین کو اپنے تلوک کی انیسے بے نقاب کر دیا۔ اور پھر اس دن کے محرکات اور اسباب کو سامنے لا سکا ہے جو ان کے پیچھے کام کر رہا تھا۔ ان سارے ذرائع کی نشان دہی کر دی جو اپنے نظریات کے ساروں میں ایسی ناپاک تحریروں کو نشر و نفاذ دیتے رہے تھے۔

دراصل اس نگری رحمان کے پیچھے عقیدہ اور نظریہ کی پوری قوت کا درجہ ہے جس کے اسباب و علل پر تفصیلی گفتگو کی ضرورت ہے۔

خلافت سادہ وزیرید سے متعلق دو چند کامیابی اور گزشتہ روز مارچ ۱۹۹۱ء کو دہلی کے فیڈر کا مشہور قلاب آپ کی نظر سے گزرا ہوگا، اس کا اقتباس طرغ فرمائیے،  
”اچھی عالی میں پاکستان سے معاویہ وزیرید پر ایک کتاب شائع کی گئی ہے

جو ہماری نظر سے گزری ہے اور جو اپنے موضوع پر اس قدر متعقد اور مورخانہ ہے کہ اس سے بہتر طریقہ کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔“

(۱۲ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

خونریاضی کی اب بھی دیرینہ جماعت کا سبک و عقیدہ معلوم کرنے کے لیے مزید کس رائے کا اشتہار باقی ہے؟ اور کیا اس خوش فہمی کے لیے اب کی گنجی شخص باقی رہ جاتی ہے؟ خلافت معاویہ وزیرید کا ناپید و حمایت میں دو پیش پیش نہیں ہیں؟ خطرقہ حق دل میں تو یہیوں کافی نبال پر

میرزا ہادی وزیرید کی جماعت کی ادارت مشہور پبلکاری شریف کا اگر گن پسند رہو روزہ ”غیب“ خلافت معاویہ وزیرید کی تائید کرتے ہوئے نکلتا ہے،

”علمائے دیرینہ کی بدولت اعادہ کی اشاعت نے بھی حقیقت پرست پروردہ آٹھیا، جناب محمد عباسی کی یہ کتاب خلافت معاویہ وزیرید“ اسی امتناعی حق کی آخری کوشش ہے۔“ (۱۲ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

نشانِ باطن؛ جانور جو سرخوڑ کر لے۔ آپ کیجیے اب اس میں کیا کتبہ رو مانا ہے کہ اس طرک کے احتیاق حق کی آخری کوشش نہ کسی از بین کوشش و علمائے دیرینہ کی طرف منسوب رہی منسوب ہے۔ انھوں نے بنیاد رکھی، عباسی نے ایمان کو کیا کیا۔ اولیٰ یا آخر فیستہ وارو۔ چند سطروں کے بعد پھر ”غیب“ نکلتا ہے:

”بیچک امام حسین کی فضیلت کے قائل ہیں، اس لیے کہ وہ مسلمان تھے“ تاہن تھے اور انیس دلائل کی بنا پر صحابی تھے اور جس بات کو حق سمجھا تو اس میں اجتہاد کی غلطی نہ تھی اس بات کے لیے روزانہ وار ہاں دے دی۔ (۱۲ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

اس سے بڑھ کر فضیلت کا احراز اور کیا ہو سکتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان تھے۔ باقی رہا ان کا صحابی ہونا تو یہ متفقہ طور پر ثابت نہیں ہے۔ واللہ مدد ہو گئی تو پھر شی اور ملاد کی ہیں!

اہم کے متعلق جس طبع کے خیالات اس قدر جارحانہ بن گئے کہ اب بھی ان کا مسلک و عقیدہ مسلم کر سنے کے لیے مزید کسی رائے کا انکشاف باقی ہے اور کیا اس غرض فحش سے لیے اب کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ خلافت معاویہ و یزید کی تائید میں ان کے قلم سے الفاظ نفرتش جو گئی ہوگی۔ نظر دشمنی دل میں تو کیوں آئی نہاں پر

بہت کم لوگ کا ذہن اس طرف گیا ہو گا کہ خلافت معاویہ و یزید "جیسی دل آزار کتاب کی حیثیت و اشاعت میں در پردہ کئی لوگوں کا تہمت ہے۔ حیرت زدہ ہو کر بیٹھے کہ وہ دیر ہندی جماعت کے ایک ماہیہ ناز اہل قلم اور متحدہ عالم ہیں۔ دوسروں کی روایت نہیں خود جماعت نے اپنے دیر ہا پر یہی ان لوگوں کی تعاب کشتائی کی ہے۔ لاسلطہ ہو، غلبہ کی کتاب ہے۔" مہدی و مکرزی بناب مولانا عبد الماجد صاحب دہلہ بادی در صدی جدید نے اپنے مکتوبہ رقم ۱۰ فروری ۱۹۵۸ء موسومہ دیر رسالہ "مذکرہ" میں فرمایا تھا کہ آپ کے "الحقین" پر تہمتوں کے مزاج سے جو مسلسل تنازعہ نظر رہا ہے وہ بہت ہی جامع، نافع، بصیرت افروز ہے اس کے تباہی و تخریب میں کوئی ہے۔

(دیر ہندی خلافت معاویہ و یزید ص ۳)

"صدق ہدیہ کے ایڈیٹر عبد الماجد دہلہ بادی ہمارے لیے لکھی نہیں ہیں یہی چاہتا ہوں ہندوئی ملیں انکا بھائی کے ہاں سے کچھ نہ فریاد اور رئیس الفاظ مولوی اشرف علی تھانوی کے مجاز و متمدنہ لفظ ہیں۔ یہی حیرت ہیں جنہوں نے تھانوی صاحب کی تعظیم میں "تکلم الامت" نام کی ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ تھانوی صاحب کی تربیت و صحبت میں اپنے مزارات کی تہنیتی کا مال ایک جگہ وہ خود اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں،

"ایک نام نہاد تھاکر بزرگوں کے کرامات اور کمالات اور ان کے مناقب کے کلام سے بڑی دلچسپی تھی اور توحید کی منہا میں شک و شبہ نہ معلوم تھکتے تھے ایک دوسرے صورت حال بالکل برعکس ہے اب توحید ہی کے منہا میں شک اور پڑھنے کو دل چاہتا ہے اور پڑھنے سے جیسے بزرگ کے لیے ان کی

بشریت کا اعتقاد قائم رہا ہے اب آج ہے ان کے کرامات و مناقب میں اب نزاع ہی نہیں رہتا۔ معاویہ سے کہ عقیدہ کلام میں بھی اب انکی سی دل بستگی باقی نہیں۔" (تکلم الامت ص ۵۸۳)

تھانوی صاحب کی صحبت میں میرزا ابی و مرقان بن قی سے بے تعلقی و بیگانگی کا یہ ہندو بزرگ و متعصب کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ اسی عبد الماجد دہلہ بادی کا گستاخ قلم ایک عجیب و غریب کلام پر چڑھ کر آتا ہے، پڑھیں اور سینہ پٹھ کر آپ کی آہاد میں کیسے کیسے جسرات پیدا ہو رہے ہیں!

"بہت حضرات سمجھا چکے ہیں عقلی معصیتوں سے مغرور ہے ذرا تجربا دی لٹریچر سے دوسرے حضرات کا مرتبہ تو ان سے فوڑ ہے۔" (تکلم الامت ص ۸۶)

میں یاد آپ نے: یہ ہیں دیر ہندی تربیت گاہ کے سنیہانہ نمارت! جہی کی نگاہ میں سناؤں صاحب چمکے گنگا درجہ ۱۰ کج اگر امام حسین و اہلبیت رضی اللہ عنہم کی خدمت و تفتیش پر دشمنی کو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں تو اس میں تعجب و مشکوک ہی کا بہتہ ہے جبکہ صاحب کرام کی حرمت خود ان کے ہاتھ سے گھل رہا ہے اور یہ سارا زہر تو انکی ہی سیکہ کا ہے جس کے کلیہ پر دار جناب تھانوی صاحب ہیں۔ دیر ہندی تربیت گاہ میں جب اس طرح کا زہر شہ کیا جاتا ہے تو آپ ہی فوراً مایہ کو اس جماعت کے عقیدہ عبد الماجد دہلہ بادی کی تحریک پر جو کتاب طبع ہو کر مشعل بن ہوئی، کیا اب بھی ان کا مسلک و عقیدہ معلوم کرنے کے لیے کسی رائے کا مزید انکشاف باقی ہے! اور کیا اس غرض فحش کے لیے کوئی تمنا فحش رہ جاتی ہے کہ خلافت معاویہ و یزید کی تائید میں ان کے قلم سے اتفاقی نفرتش جو گئی ہوگی۔ نظر دشمنی دل میں تو کیوں آئی نہاں پر

یہ معلوم کر کے آپ حیرت میں ڈوب جائیں گے کہ قاضی حسین یزیدی کی عظمت و فضیلت اذہ صداقت و دیلے کا ہی ثابت کرنے کے لیے جاسے اپنی کتاب میں مایہان یزیدی کی جو شہادتیں پیش کی ہیں ان میں یزید کے ناخدا جس علمبردار اسلام دشمن عربوں کے علاوہ دیر ہندی

جماعت کے شیخ الشیخ مولوی حسین احمد انجمانی کا نام دانی بھی ہے گویا دشمن کے ہاتھ میں جو  
تھوڑا چمک رہی ہے وہ کپ بھی کی ہٹا کر رہ ہے۔ خط  
مقابل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو  
جہاں کسی کا پیش کردہ دلائل غلط فرمائیے

حضرت مولانا حسین احمد علی علیہ الرحمۃ اپنے کتب میں لکھتے ہیں، تاریخی  
شہادہ ہے کہ مہاراجا ٹیکر میں پرنس نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے خود پرنس  
کے متعلق بھی تاریخی روایات، مہاراجا اور آپس کے تعلق سے کافی نہیں  
(مکتوبات جلد اول صفحہ ۲۴۲ و ۲۵۲، خلافت معاویہ و پرنس صفحہ ۳۰)

ملاحظہ فرمائیے یہ ہیں پرنس کی طرف سے صفائی کے گواہ شیخ داؤد بند! ذرا جتنے پر غور سے  
پڑھیے گا،

”خود پرنس کے متعلق بھی تاریخی روایات، مہاراجا اور آپس کے تعلق سے  
کافی نہیں“

پرنس کے متعلق تو تاریخی روایات میں شہادت امام حسین بھی ہے اور سیرت کربلا کے دردناک مقام  
سہمی! خدماتِ اہلبیت کی اسیری و بے پروائی بھی ہے اور خاندانِ کعبہ کی بے شرمی و اہل مدینہ کا قتل  
عام بھی! اقتدار کے نشی و مرود و فخر و شک و فراق اور شامت و مکران! سبھی کی تاریخی روایات  
میں ہیں جو مصلحت بالائے طاقت رکھ کر گراں گس کی بھی نشان دہی کی ہو گی کہ ان تاریخی روایات  
میں مہاراجا اور تھانہ کسان کہاں ہے تو آج جہاں تشریح کی ذمت ہے بچ جاسے۔ اس سے  
زیادہ اور اس گہمت کا تصور ہی کیا ہے کہ اس نے اسی اہمال کی تفصیل اور اسی حق کی شہادت  
کا نام ”خلافت معاویہ و پرنس“ رکھ دیا ہے

حکم کی خاک پر لالت و منات کیا کہ ہیں

یہ کیا ضرور کسی برہن کی بات کریں

یہ کہنا غلط ہو گا کہ ایمان و تفصیل اور حق و شرقت دونوں جگہ تو کچھ ایک ہی ارادہ  
ایک ہی مصلحت نظر اور ایک ہی محرک کار فرما ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جہاں کسی کا عقلمانی ناواقفیت پیش

گفتنی کا شمار ہو کر ہرگز گریا ہے اور شیخ داؤد بند اپنی مصلحت اعتراف چالاکی سے بے نقاب نہیں  
ہو سکے، لیکن سب

نزدیک ہیں وہ دی کر پس پردہ محبوس  
پابندی آداب تماشا نہ رہے گی

اب آپ ہی غور فرمائیے، اتنا سبب ہے کہ جو جاسے کے لہجہ میں دیو بندی جماعت کا مسلک و  
عقیدہ معلوم کرنے کے لیے اب بڑی کسی رائے کا انتظار باقی ہے اور کیا اس غرض فہمی کے لیے اب  
کوئی گہرائش ہو گئی ہے کہ خلافت معاویہ و پرنس ان کے حلقہ عقیدہ کی ترجمان نہیں ہے۔ حق  
نہ سخی دل میں تو کیوں کوئی کہاں ہے

ایک نیا کشفات ملاحظہ فرمائیے اور خدا کا شکر ادا کیجئے کہ اس کی حقنی میر میر جن کے چہرے  
سے کتنے سیرت دیگر طریقہ پر نقاب کشائی فرما تی ہے۔ ”جہاں سے اپنی کتاب“ خلافت معاویہ و  
پرنس میں یہی خیالات کا اقرار کیا ہے اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی تفسیر و ملاحظہ اور پرنس کی  
طہارت و سہ گناہی ثابت کرنے کے لیے جو نشانے قائم کیے ہیں وہ دور ساز کے حکم کی زبان  
میں ان کے ذہن و فکر کی کوئی حق تحقیق نہیں ہے۔ آگے سے پانچ سال پہلے اس کی بنیاد دیو بندی  
جماعت کے مشہور مناظر اور ان کی تبلیغی جماعت کے مجروح و سربراہ مولوی منظور اعلیٰ کی ادارت  
میں ان کے ماہنامہ ”الفرقان“ کے تحت کئی صفحات پر چمکی ہے۔ والد کے لیے ماہنامہ ”الفرقان“  
اگست ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۹ و ۲۰م اور ”الفرقان“ ستمبر ۵۵ء صفحہ ۲۵ کے مضامین کا خلاصہ ذیل میں  
ملاحظہ فرمائیے

و۔ اہلبیت کے سلسلہ میں مسلمان افراد و تقریر میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اعتقاد

و عمل میں ملے۔ کہ کام جیتے ہیں چنانچہ بزاروں بے بنیاد روایات اہلبیت

اور واقعات کرنا کا محبت دینے کی قرض سے گھڑی گئی ہیں۔

ب۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی ذاتِ حقیت کے سوال پر شہید ہوئے۔

ج۔ امام حسین کا خیالی غلط اور باطل تھا۔







کہ امام واجب الاحرام کی وردناک غلطی اور وقت انگیر واقعہ شہادت کا اخبار کے نزدیک سے  
مظاہر و شہادت کی داستان منظر عام پر لا لی جائے۔

بہر حال جو وجہی ہر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ان لوگوں نے اپنے اس جذبہ کی  
شدت میں اتنا غلو کر لیا ہے کہ اب یہ ان کا مذہبی عقیدہ ہے چنانچہ جس پر یہ مسلح ہو کر فائدہ پہنچا  
کرکتے ہیں لیکن رجحان نہیں کرکتے۔

خود فرمائیے حضرت امام حسینؑ والی بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق ان کا یہ بارعائد  
عقیدہ جسے ملت سے لے کر غفلت تک سب نے اپنا مذہبی شعار بنا لیا ہے۔ واضح طور پر معلوم  
ہو جائے کہ یہ بھی کیا بات ہیں ان کا اعتقادی موقف غفلت معلوم کرنے کے لیے اب یہ کسی  
راستے کا انتظار باقی ہے اور پھر کیا اس خوش فہمی کے لیے اب بھی کوئی گناہ نشہ رہ گئی ہے کہ  
”خلافت معاویہ و یزید“ ان کے جماعتی عقیدہ کی ترجمان نہیں ہے؟

اس حقیقت سے غالباً آپ بھی اختلاف نہیں کریں گے کہ حالات کے دباؤ سے لائے مار  
کی تائید کو مسلک و عقیدہ نہیں کہا جاسکتا البتہ وقت کے تقاضوں کے مطابق اسے عاقبت  
اندیش اقدام کتنا صورت حال کی تعبیر ہو سکتی ہے۔

مثال کے طور پر حکومت دہلی اور ریاست بنگال کے جن غیر مسلم سربراہوں نے  
کتاب ”مختلف معاویہ و یزید“ کو مذہب کے نفرت اور مذمت کا اظہار کیا ہے ان کے متعلق  
یہ کتنا فاضل غلطی ہے کہ یہی ان کا عقیدہ و مسلک بھی ہے۔

اس سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ صحیح بات چکی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے  
کتاب کو مذہب کے راستے عامر کے مذہب کا احترام کیا ہے۔

ٹھیک یہی صورت حال قادی عیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی ہے، جب یزید  
کے کتب فروشوں نے عقیدہ تاجی و یزیدی میں کتاب کی اشاعت میں حضرت دارین کو مارکیت تک  
اسے پہنچایا تو اس وقت یہ خاموش تھے جب دیوبند کے اپنا سونے ”جلی“ اور ”اسلامی دنیا“ نے  
اس کی تائید میں وہیں و آسمان کے تلاپے ملائے تو اس وقت بھی یہ خاموش رہے۔ جب  
دیوبندی جماعت کے آرگن ”الجمیۃ“ دہلی نے کتاب کی حمایت میں اپنا گراہ کن مضمون شائع کیا تو

اس وقت بھی یہ خاموش رہے۔

غرض دارالعلوم دیوبند کے پس و پیش سے لے کر کتب تک شہید کرنا کے خلاف جامعہ  
نورسے بند ہوتے رہے اور ان کے قلم کو جنبش تک نہ ہوئی اور نہ ہی ان کے عقیدے کو بغیر کسی  
بلکہ پورے سکون قلب کے ساتھ یہ آل رسول کی جڑیں کا نشانہ دیکھتے رہے۔

لیکن کتاب کی اشاعت میں دیوبند کے کتب فروشوں، دیوبند کے ماہناموں، تبلیغی  
جماعت کے آرگن ”الانصار“ اور روزنامہ ”الجمیۃ“ کی سرگرمیوں کے نتیجے میں جب رائے عامہ  
دیوبندی مکتبہ خیال کے حق میں متعلق ہوئے گئے تو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم صاحب کو اپنے  
ادارے کا مفاد خطرے میں نظر آیا اور فوراً انہوں نے اپنے عقیدہ و مسلک کی صفائی میں ایک  
قرار داد منظور کر کے مکہ میں شائع کر دیا قرار داد کی عبادت پڑھنے کے بعد ہر شخص فیصلہ  
کرنے پر مجبور ہو گا کہ اس کے پس منظر میں حمایت کی بجائے اپنی صفائی کا جذبہ و فاضل طور پر کاربند  
قرار داد کا یہ حصہ غور سے پڑھیے جو ہر فہم برکتہ کو دارالعلوم دیوبند کے ایک علمبر  
میں منظور کی گئی۔

دارالعلوم دیوبند کا یہ شاندار اجلاس جہاں اس کتاب اپنی بیزاری کا  
اظہار کرتا ہے وہیں وہ ان مغربیوں کے خلاف بھی نفرت و بیزاری کا اظہار  
کرتا ہے جنہوں نے اپنی کذب بیانی سے اس کتاب کی تصنیف و اشاعت  
میں غلطی دیوبند کا ہاتھ دھلا کر اور اسے ملے دیوبند کی تصنیف و اشاعت  
کی سی کر کے انتہائی دیدہ دلیری سے ”دروغ گویم بروئے تو“ کا جوت دیا  
ہے اور اس جملہ سے غلام دیوبند کی پوزیشن کو بچر دینے کی ناپاک سعی  
کی ہے۔ (پیام شرقی ۲۱ نومبر ۵۹ء دہلی)

اگر واقعی کتاب کی جماعت و اشاعت میں غلام دیوبند کا ہاتھ نہیں ہے اور فی حقیقت  
۵۹ء سے اپنے مسلک و عقیدہ کے خلاف کچھ نہیں تو حق کی محبت کے نام پر قادی عیب صاحب  
مہتمم دارالعلوم دیوبند سے معاملہ کرستے ہیں کہ وہ اس بات پر قادی عیب صاحب  
جرم ہے۔ اسے اصول پر لگے ہاتھوں ہاتھوں کی صاحب کے فیصلہ مولوی عبدالمجید دریا بادی۔

مکتوبات مولوی حسین احمد صدر دیوبند، اہم مکتوبات، نقیب جیلواری شریف پٹنہ، القرآن لکھنؤ،  
انجمیتہ دہلی، فتاویٰ الرشیدیہ، ماہنامہ مجلی اور اسلامی دنیا دیوبند کے خلاف بھی اسی طرح اپنی  
نفرت و بیزاری اور نفرت و نفرت کی ایک قرارداد منظور کر کے ملک میں رش و فساد کو روکنے کی نیت میں  
سے جس نے کتب کی ترتیب و تدوین، مواد کی فراہمی، جامعیت، اشاعت، تائید میں بہت بڑا  
مخلص حصہ لیا ہے اور جنہوں نے اس طرح کے جہاد و خلافت اپنی تحریروں میں پیش کیے  
ہیں جیسا کہ ان کی تفصیلات گزشتہ ادوار میں سرورِ قلم کو چھپا ہوں۔

اگرچہ صاحب ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور جس یقین سے کہ وہ ایسا ہرگز نہیں  
کر سکیں گے تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ زیادہ دنوں تک وہ عوام کی آنکھوں میں دھول نہیں  
بھروں گے۔ کتاب سے بیزاری کے بغیر یہ لازمی مقابلہ چرما نہ ہوا تو عوام یہ فیصلہ کرنے  
میں قطعی بے گناہ ہوں گے کہ قرارداد کا مقدم حمایت حق میں نہیں ہے بلکہ بعض دارالعلوم  
دیوبند کے مالی مفاد کی خاطر عوام کی توجہات کو ٹھٹھانے سے بچانا ہے چوں کہ میں رہنے  
والے ایک واقف کار دیوبندی فاضل نے خود اس کی شہادت دی ہے والفضل ما  
شہدت بہ الا بعدہ۔

”ظاہر ہے کہ جس ادارے کا مدار ہی قوم کے چند سے بڑا ہے اسے حکمت و  
مصلحت کی لوگ ہلک و سست رکھتی ہی چاہیے۔“ ماہنامہ مجلی دیوبند،  
(دسمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۹)

یہ نہیں دارالعلوم دیوبند کے مزاج شناس حلقوں کا تو یہاں تک کہتا ہے کہ آج  
رہے عالم امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں ہے۔ اس لیے مصلحت کا تقاضا یہ ہے  
کہ برید کے حامیوں کی خدمت میں قرارداد و شائع کی جائے۔ اگر خدا خواست رہے تو اسے عام برید  
کی حمایت میں لٹ جائے تو دارالعلوم کے ارباب عمل و فہم کے لیے قلعہ کوئی امر مانع نہ ہوگا  
کہ وہ اسی لب و لہجہ کے ساتھ حامیان حسین کی خدمت میں قرارداد منظور کریں۔ خواہے کیلئے  
ذیل کا اقتباس پڑھیے :

”وہ دہتر دارالعلوم دیوبند نہایت ضابطہ و متعل ہیں انہیں جذبات سے

بیرت انگریزوں کا قیام ہے۔ وہ جب چاہیں جس موضوع پر چاہیں ایک  
ای لب و لہجہ میں بات کر سکتے ہیں، یہاں تک کہ کل ارمضاح کا تقاضا یہ ہو  
کہ اس قرارداد کے بالکل برعکس تجویز پاس کی جائے تو ان کا قابو یافتہ قلم  
اسے بھی نہایت اطمینان سے اسی خوشگوار لب و لہجہ میں ثبت تو پاس کر دیگا۔  
(ماہنامہ مجلی، دسمبر ۱۹۵۶ء ص ۹ دیوبند)

شاباش! اسلام میں جس مصلحت کو منافقت سے تعبیر کیا گیا ہے اسے دیوبندی فاضل  
اپنے ہتھ صاحب کے محاسن میں شمار کر رہے ہیں۔

خیال کن دہکستان من ہمارا

دینے بھی ان حضرات کے یہاں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے دارالعلوم دیوبند کے مفاد  
اور جماعت کی مصلحت پر وہ اپنے مسلک و عقیدہ کے خون کرنے کے عادی ہیں۔ صدر یہ کہ  
فریب غورہ عوام کے دلوں پر اپنا بیضہ باقی رکھنے کے لیے سزا بولا شرک و بدعت تک وہ خیر و بد  
کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں۔

ویسے عام حالات میں تو وہ مومنین کے آقا سید کا نہایت مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کے فضائل و  
کلمات کے اعتراف میں اپنا دل صاف نہیں رکھتے لیکن جب کبھی جماعت کی مصلحت داعی  
ہوئی ہے تو ان کی توصیف و ثناء کے لیے اپنے دل پر جبر بھی کر لیتے ہیں۔

چھوٹوں کی نہیں ان کے بڑوں کی باتیں کر رہے ہیں۔ اشرف السوا کے مولفہ دارالعلوم  
دیوبند کے ایک بیٹے و دستار بندی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے پیر بھائی مولوی اشرف علی نقوی  
کے متعلق لکھتے ہیں :

”دارالعلوم دیوبند کے بڑے بیٹے و دستار بندی ہیں یعنی حضرات اکابر نے ارشاد  
فرمایا کہ اپنی جماعت کی مصلحت کے لیے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے  
فضائل بیان کیے جائیں تاکہ اپنے شیخ و مجدد و نبی کا شہرہ ہو وہ دہتر ہو یقیناً  
جی! اچھا ہے کیونکہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ سوچ رہے ہیں، حضرت والا  
انہی کو ہی صاحب اسے! ارباب عرض کیا کہ اس کے لیے روایات کی ضرورت ہے۔

اور وہ روایات مجھ کو مختصر نہیں، اور مشرف اسوانی ج ۱ ص ۷۷،

”ذرا اپنی حاجت کی صحت کے لیے“ کا فقرہ ذہن پر زور دے کر پڑھیے اور سوچتے کہ یہ اپنے آپ کو سلطان نظر کر کے جلد سے ساتھ کتنا سنگین مذاق کر رہے ہیں۔ بے چارہ عباسی تو بے نقاب ہو کر منظر عام پر آیا اور پست لگی۔ منہ و پاک کی کئی کوڑاؤں کھادی اس کے منہ پر پھونک چکی اور آپ بھی درگاہ کا مسافر کے ذریعہ اس کی گھائی پشت پر تیزی سے رسید کر رہے ہیں لیکن دلی بندے کے باز گیر جو اپنے چہرے پر تو جھوٹا نقاب ڈالے مسلم آبادیوں میں پھر رہے ہیں کوئی انہیں گول نہیں چڑا رہے پر کھڑا کر دیتا۔

رسول اور اہل رسول کی حرمت واسطے مرثیے واسطے اگر شخصیت سے مرعوب نہیں ہیں تو ان کا گریہاں بھونٹیں منہ منہ سے ایک طرف دیکھتے ہیں۔ ایک طرف دیکھتے ہیں کہ عاصیوں سے ان کے ساز باز ہیں دوسری طرف امام حسین رضی اللہ عنہ کے نیاز مندوں میں بیٹھ کر یہ آسروں سے ہیں۔ ایک طرف یہ صحابہ و اہلبیت کے مزارات سمار کر دینے پر مجبور تھے کہ درندوں کو سہارا دیکھیں کہتے ہیں اور دوسری طرف درگاہوں کی عبادت کے لیے ہر جگہ سازشوں کا حال بھیانک دیکھتے ہیں۔ آخر کو فریب کی یہ تجارت کب تک فتنہ کش رہے گی اور پس پردہ منافقت کا پھیل کب تک کھیلا جاتا رہے گا۔

بچہ شیر منہ کی سارے سر کوڑاؤں بادی میں ہے کوئی بے لگ صاحب نفاق ان کے نفاق کا دامن چاک کر کے انہیں بے پردہ کر دے؟

شدتِ ظہر سے جھلک آئے ہیں آنسو در

دراغیر انہیں آپ سے شکوہ کرنا

## غلط فہمیوں کا ازالہ

منظور ہے گزشتہ احوال واقعی اپنا بیان حسن طبیعت نہیں سمجھے

محمود عباسی کی رسوائی زناد کتاب، خلافت معاویہ و یزید، نظریاتی دنیا میں مومنین بحث میں لگی ہے۔ دیکھو گاہ، خالق گاہ، کالج اور یونیورسٹی سے لے کر قہر خانہ، جہول اور بازار کے چارے تک اس کا ذکر ہے۔ قد تو یہ ہے کہ چند وفادار کے انہیں اور پیکر پار بھی اسی کو تختہ مشق بناتے ہیں جس کو دیکھ کر عام ذہنوں پر یہ دباؤ پڑ رہا ہے کہ ہر ذہن کو ہی بہت سی متحرک آکاؤں تصنیف ہے بعض مبلغ میں حضرات تو یہاں تک کہ گزرتے ہیں کہ آج تک ایسی دلی و صحت کتاب لکھی ہی نہیں گئی مصنف نے بڑی دیدہ ریزی اور کاوش نظری کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہر جہدِ مطبوعہ تاریخ و احادیث کی شہادت کو جو ہے وغیرہ کو بیاہ ہے اس کتاب کے بارے میں ایک واسطے عامہ۔

۱) دوکستار یہ سراسر دھوکا ہے آپ کی مثال قرآنی ہی ہے جس نے دوسرے ساحل کی ریت کو بہتا ہوا پانی اور دیکھتے ہوئے انگارے کو شاداب پھول سمجھ رکھا ہو لیکن حقیقت اس وقت سے نقاب جوئی ہے جب انگارے کو پتیلی پر رکھا جائے اور ریت کو گٹھ سے نیچے اتارنے کی کوشش کی جائے۔ بالکل ہی حال اس رسوائی عالم کتاب کا ہے افارسی دہری سے ناہوش یا سحلی فطر سے مظلوم کرنے والا عوام جاست کی کثرت و بہتات دیکھ کر موموب ہو جاتا ہے۔ یہ تو آپ کا روزمرہ ہے کہ دھامت کے سترے ٹھٹھے پر علمی ہی کی نہیں بلکہ فحش کی نظریاں عین دھوکا جاتی ہیں یہ پرکھا آسان نہیں ہوتا کہ یہ ٹھٹھا پتیلی سے یا سونا تا و تکیہ کسویں پر اس کو پکھ نہ لیا جائے ایسے ہی ہر وہ کتاب جس میں آیات قرآنی، احادیث جوئی، تاریخی روایات اور اقوال ان کے کی شواہد



کے کیا معنی ہیں؟ کیا کوئی سلطان اہل بیت کے بارے میں ایسی ناروا جسارت برداشت کر سکتا ہے جس کو عباسی کے آوارہ قلم نے خنزیر کے بغیقن کے نام سے پیش کیا ہے؟ اگر اس کے باوجود کوئی اس کتاب کو شاہکار قلم کہے تو اس کے سوا اور کیا کہا جاسکے؟  
خزیر کا نام ہنوں پر لگیا جنوں کا خنزیر جو چاہے آپ کا شہنشاہ ساز گئے

ایسا ایک دھوکے بھری حقیقت کی طرف آپ کی توجہ دلائی جاتی ہے جس پر دقت کی بجائیں اور خروش پسندوں کے خرد دفر خانے ایک دہیز پرودہ ڈال رکھا ہے۔ اے کاش اس ملعون کتاب پر غرہ غیبین و حمار جائزہ کرنے والے کبھی اپنی حق پسند نگاہوں سے واقعات و حالات کا صحیح جائزہ لیٹے اور یہ سوچتے کہ اس کتاب کی اشاعت پر جس قدر احتجاجی کاروائی ہو رہی ہے وہ کس بات کی ضمانت ہے؟

کیا اس بات کی کہ اس کا مصنف کوئی محقق یا مؤرخ ہے؟

نہیں اور ہرگز نہیں۔ البتہ اس کتاب کی اشاعت پر ملک کے آہ و فغاں نے یہ ثابت کر دکھایا کہ پوری کائنات امام حسین کے ظلم میں مبتلا ہے۔ امام حسین کی شخصیت علمی ہر مرد مسلم کے دل میں اپنا گھر بنا چکی ہے۔

ہم جوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے سبھی اس زلف کے امیر ہوئے  
عباسی کوئی نئی کوڑی نہیں لائے۔ اپنے ہی بزدلوں کی مشعل بجی چال کو اپنا پاس۔  
مولوی عبدالشکور لکھنوی نے جو آگ لگائی تھی اس کی دہلی ہوئی چنگاریوں کو عباسی نے بجھا دی ہے۔

یہ تو ان کے اسلاف کا دستور دہا ہے کہ اگر نام نیک اگر تائبے تو کسی بڑی شخصیت سے محافذاً دامن تاریخ پر اس کی ایک دو نہیں ہد مثالیں موجود ہیں۔

ابن کلدون، قرطی اور ابن کلمہ وغیرہ کا نام اس لیے نہیں لیا جاتا کہ ان میں کوئی اپنے وقت کا مفسر، محدث اور مؤرخ یا فقہیہ اعظم تھا بلکہ یہ سب کے سب ان قائدین اسلام کے قاتل ہیں جن کی عظمت و بزرگی کا چرچہ آج بھی کھرتا تاریخ پر لہرا رہا ہے۔ کیا ہند پاک کی تاریخ آپ کیبتول گئے یا آخر شش دونوں حکمت میں گڑھے اور اکبر کا نام نہیں لیا

جاتا ہے؟ کیا یہ دونوں ہندو پاک کے کوئی متاثر پذیر گڑھے ہیں؟ جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ اب تو آپ نے اندازہ کر لیا کہ نام پیدا کرنے کا یہ کس قدر آسان طریقہ ہے۔ وقت کا مؤرخ جب بھی کچھ بھی لکھتا ہے اور فواید اہل لغت علی خاں کی تاریخ مرتب کرے گا تو یہ سوانح میں نہ ہونے کی تا دقتیکہ دونوں لکھروں کے قاتل گڑھے اور اکبر کا تذکرہ نہ کیا جاسکے گا۔

ایسے ہی بڑی کی شہرت کا باعث اس کی انارت صالحہ یا اس کی مدد گسری اور انصاف پروری نہیں ہے بلکہ اس کے دامن پر پڑتے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہیتے اور لاؤٹے فراتے سرکار حسین کے خون کی چھینٹیں ہیں اور آج بھی کائنات کی نگاہ بصیرت بزمائیت کی تلوار سے امام حسین کا پٹیلکا ہڑا دیکھ رہی ہے۔ صدیاں گزر گئیں مگر یزیدی فرقے کے ہاتھ سے خون کی وہ لالی نہ گئی جس سے کبھی دشمنوں نے میدان کو بڑھ کر لالہ لگوں بنا دیا تھا۔

اب عباسی کا قلم اپنے چہیتے بڑی کی صفائی میں بہکا بیکرا پھر دہا ہے۔ قرآن و حدیث نے تو اس کو اپنے دامن میں پٹا دی البتہ کذب و افتراء نے اس کے ٹوک قلم کو چرما اور مکرو فریب کی ہر روایت کو قرآن و سنت کی طرف منسوب کر دیا یا قرآن و سنت کی ہر روایت کو اپنی من گھڑت تحقیق سے داغدار کر دیا۔ یہ ہے اس کتاب کا پس منظر۔ ابھی نہیں یہ فیصد توقیامت کے ہاتھ ہے جب حبیبی قافلے کے سامنے یزیدی لشکر مجرم یا مجرم ہے ہو کر یہ کتنا ہوگا۔

دامن کو بٹے ہاتھ میں کہتا ہے یہ قاتل کب تک اسے دھو کر ان لالی نہیں عاقی گئے اسوس سے کہ بات بہت پھیل گئی، خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ خلافت معاد و یزید۔ وقت کی ایک انتہائی مسلم آواز۔ دلی غرر شش، غیر مستند، ساقط الاعتقاد اور کذب افزا سے بھر پور کتاب ہے جس میں سستی شہرت کا سنے کی خاطر یا چاندی کے چند سکوں کی حرص و لغ میں بڑھ کر اکیلے لکھا گیا ہے۔

اب جن کو یزیدی قمریت میں اپنا نام درج کرنا ہو وہ اس کتاب کی ہاں میں ہاں

ملائیں اور جنہیں کل قیامت کی ہولناکیوں میں آگے پہنچنے کے دامن میں پناہ لینے پر وہ اس کتاب پر نعرے و طاقت کریں۔ سمجھتے تو ایک عاشق رسول حضرت نیا زبردستی قدر سرور کی یہ ادا بہت ہی پسند آئی۔ کسی نے حضرت موصوف سے عرض کی کہ یہ دیکھ کے بارے میں حضرت کی کیا رائے ہے تو جواباً آپ نے فرمایا جتنی دیر دیکھ کے بارے میں اخبار و خیال کیا جائے اس سے کہیں بہتر یہ ہے کہ انہی دیر تک حسین حسین کہا جائے جو باعث سعادت اور موجب نجات ہے۔ بس کے باوجود اگر آج کا خارجی جہتہ آپ سے الجھتا ہے تو یہ کہہ کر آپ ان سے الگ ہو جائیے کہ۔

مقتادیں کسی کے دخل لینے کی ضرورت کیا قیامت پر بھی رہنے دو گے کوئی فیصلہ باقی تم اپنی راہ چلو مجھے اپنی راہ جانے دو۔

سب تو اپنا اپنا ہے حرام اپنا اپنا کیے جائے خوار و کام اپنا اپنا اگر پریدہ تہ لہا رہے عز و کثرت ان سے تو حیدیت بھارے آپر کی آہن۔

★

## فرائض کی لہروں پر دو تہیوں کا مدفن

آج خانوانہ عزت کے چشم چراغ حضرت امام سکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس خون سے کونے کی سرزمین نثرش ہو چکی تھی۔ جی زادے کے قبر مقدم کے لیے آٹھویں فرش بچھانے والی آبادی اس کی تہ چلی ہوئی لاش کے سامنے مسکرا رہی تھی۔

تکواروں کی دھار، ہر چھپوں کی آبی اور تیروں کی لوک پر سب بھی خون کے شامات موجود تھے۔ اپن زیا دے حکم سے حضرت امام کی مقدس شمشاد ہر عام ہر دعا دی گئی تھی کہی دن تک شکستہ رہی۔ نبی کا لکھ چڑھنے والے پھلی آنکھوں سے یہ ہولناک منظر دیکھتے رہے آگے رسول کی جان کے کرم بھی شفا دتوں کی پیاس نہیں کچھ سکی جائے دے نیرنگی عالم زمین و آسمان کی وسعت کا نشانہ جس کے گھر کی ملکیت تھی آج اس کی تربت کے لیے کونے میں گزیر زمین نہیں مل رہی تھی۔

جس کی رختوں کے فیضان نے اہل ایمان کی جانوں کا نرغہ اوچا کر دیا تھا آج اسی کے نور نظر کا خون ارزاں ہو گیا تھا۔ شرم سے صورت نے منہ چھپا لیا۔ انشاؤں نے سوگ کی چادر اوڑھ لی اور جب شام آئی تو کوئی ایک جیسا رنگ تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔ بھان کے ساتھ کونے والوں کی دفائی قیامت تک کے لیے ضرب المثل بن گئی۔

شفا دتوں کی انشا ابھی نہیں ہوئی تھی، جو کہ کرم کی وادی میں بد تہیوں کا گھٹنا ڈھانڈھنا اور بڑھتا جا رہا تھا۔

ایک ملک و ملت کے مسائل میں اہل زبانی حکومت کے ایک منادی نے اعلان کیا۔ یہ ملک کے دونوں بچے جو ہمراہ آئے تھے ہمیں رو پش ہو گئے ہیں حکومت کی طرف سے ہر خاص و عام کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ جو بھی انہیں اپنے گھر میں پسند دے گا اسے

عبرت ناک سزا دی جائے گی اور جو انہیں گرفتار کر کے لائے گا اسے انعام و اکرام سے مال مال کر دیا جائے گا؟

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو نوں تہم بچتے ہیں میں سے ایک کا نام حمزہ تھا اور ان کی عمر آٹھ سال کی تھی اور دوسرے کا نام ابراہیم تھا اور ان کی عمر تین سال کی تھی۔ کوٹنے کے مشورہ فاضل رسول قاضی شریعہ کے گھر میں پناہ گزین تھے۔ یہ اعلان کیں کہ قاضی شریعہ کا بلیجہ مل گیا۔ حضرت مسلم کے بیٹے گوشوں کا دربان ابراہیم بچے کے سامنے چاہتے تھا۔ درجہ اس کی غمیں غلطان رہے کہ کس طرح انہیں غلاموں کے جھگڑے سے بچایا جائے۔

کانی خود خوش کے بعد یہ صورت سمجھ میں آئی کہ راتوں رات بچوں کو کوٹنے سے باہر منتقل کر دیا جائے۔ اضطراب کی حالت میں اپنے بیٹے کو آواز دی۔

”تماریت احتیاط کے ساتھ کسی محذور راستے سے بچوں کو شہر پناہ کے باہر پہنچا دو۔

رات کو مدینے کی طرف جاتے والا ایک قافلہ آبادی کے قریب سے گذر رہا ہے انہیں کسی طرح ان کے سر سے اٹھا دو۔

نارادہ مکمل ہو جانے کے بعد رخصت کرنے کے لیے دو نوں بچوں کو سامنے بلا یا تو یہی ان پر نظر پڑی فطرت سے انہیں جس جگہ تھیں جہلہ کا پناہ جھک اٹھا۔ منہ سے ایک بچہ نکلا اور سبے تاب ہو کر دو نوں بچوں کو سینے سے لگایا۔ پیشانی چومی، سر پر ہاتھ رکھا اور سکتے کی حالت میں دیر تک دم بخود رہے۔

باپ کی شہادت کے واقعہ سے بچے اب تک بے خبر رکھے گئے تھے۔ نہ انہیں یہ بتایا گیا تھا کہ اب خود ان کی خفیہ گزشتیں بھی خون آشام حواریں کی زد پر ہیں۔

قاضی شریعہ کی اس کیفیت پر سب کے عبرت سے ایک دوسرے کا منہ نہ کھلے۔ جیسے مہمانی نے حیرانی کے عالم میں دریافت کیا۔

”ہیں دیکھ کر گریہ بہ اختیار میں نہیں آ رہی ہے۔ اچانک اتنی رات کو پاس بٹا کر ہمارے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھنا بے سبب نہیں ہے۔ اس طرح کی چھوٹی پڑھنے

والی چھوٹی تو ہمارے خاندان میں تہیوں کے رشتے کی جاتی ہے۔ تیر نفشر کی طرح دل میں آ کر پار ہونے والا یہ جلد ابھی ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ پھر فضا میں ایک سچ بند ہوئی اور قاضی شریعہ نے پرستی ہوئی آنکھوں کے سٹے کو گھیرا آواز میں بچوں کو جواب دیا۔

”گلشن رسول کے منہ سے پتھر اگلے ہو کر آ رہا ہے زبان میں تاب گویا فی نہیں ہے کس طرح خبر دوں کہ تمہارے نازک چہن آجس گویا اور تمہاری امیدوں کا آئینہ زون و ڈھسے غلاموں نے لوٹ لیا؟

ہائے! پرکس میں تم تہم ہو گئے۔ تمہارے باپ کو کھڑیوں نے شہید کر ڈالا اور اب تمہاری خفیہ جان بھی خطرے میں ہے آج شام ہی سے خون کے پیات تمہاری تلاش میں ہیں خفیہ تلواریں بے ہوشے محکومت کے جاسوس تمہارے پیچھے لگ گئے ہیں؟

یہ خبر سن کر دو نوں بچے ہیبت و خوف سے کانپنے لگے۔ خفا سا بلیجہ سہم گیا پھوٹوں کی شاہاب چٹخری مریجہا گئی۔ منہ سے ایک تیز نفلی اور لاش کھا کر زمین پر گر پڑے۔

ہائے دسے تقدیر کا تماشا! ابھی چند ہی دن ہوئے کہ ماں کی ماساتسے پیاری کھنڈی چھاؤں میں مدینے سے رخصت کیا تھا۔ نازا تھاٹھانے کے لیے باپ کی شفقتوں کا قافلہ ساتھ لے کر رہا تھا۔ اب نہ باپ کا دان ہے کہ بچہ کرمل جائیں زمان کا آٹھل سے کہ ہم جائیں تو نہ چھپا لیں۔ بچی خند سو کر اٹھنے والے اب کسے آواز دیں۔ کون ان کی ہلکوں کا آسوا پنی اکسین میں جذب کرے۔

آہ! فٹوں کی وہ نازک چٹخری جو شہم کا بار بھی نہیں اٹھا سکتی آج اس پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔

پرکس میں خفیہ جانوں کے لیے باپ کی شہادت ہی کی خبر کیا کم قیامت تھی کہ اب خود اپنی جان کے بھی لاسے پڑ گئے تھے۔ فضائیں بربہنے لیے سر بہ بھری تھی آنکھوں کے سامنے امیدوں کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ قاضی شریعہ سے بچوں کا ہلک ہلک کر رونا اور بکھڑا پس کھا کھا کر تڑپنا دیکھنا نہیں جا رہا تھا بڑی مشکل سے انہوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا



”بڑا شکم کے فونٹالو اس طرح پھوٹ پھوٹ کر مت رو۔ دشمن دہائے کان ٹکٹے  
 کھڑے ہیں تم اپنے باپ کی ایک مظلوم یادگار ہو۔ تاجدارِ عرب کی ایک مقدس امانت ہو۔  
 تارک انگینوں کو کہیں بغیریں لگ گئی تو میں عرصہ بخشش منہ دکھانے کے لائق نہیں ہوں گے  
 اس لیے میری خواہش یہ ہے کہ کسی طرح بغیریں دینے کے دارالامان تک پہنچا دیا جائے“  
 ”اسی وقت تم دونوں رات کے ساتھ میں ہمارے بیٹے کے ہمراہ کوٹے سے باہر  
 نکل جاؤ اور جو قافلہ دینے کی طرف جارہا ہے اس میں شامل ہو جاؤ۔ اپنے ناماجان کے  
 جوار رحمت میں پہنچ کر ہماری طرف سے درود و سلام کی نذر پیش کر دینا؟“  
 ”اچھا اچھا خدا تمہیں اپنے تحفظ و امان میں رکھے۔“

بھگلی بکلوں کے سامنے میں قاضی شریح نے بچوں کو رخصت کیا۔ پاساؤں اور دیکھا سوس  
 کی لگا ہوں سے چھپ چھپا کر قاضی شریح کے بیٹے کے بھناخت تمام انہیں کو ذریعہ شہر پناہ  
 سے باہر پہنچا دیا۔ سامنے کچھ ہی فاصلے پر ایک گڑھے سے ہونے کے گرد نظر آئی۔ انگلی کے  
 اشارے سے بچوں کو دکھایا۔ اشارہ پاتے ہی تیزی سے پہنچے قافلے کی طرف دوڑے اور  
 لگا ہوں سے اوجھل ہو گئے۔

رات کا وقت و مشقت خیز تھا، ایک عجیب اندھیرا خوف و ہیبت میں دو بائو ناول  
 اور اس خوش ماور کی تازہ بچھڑی ہوئی دہ جانی، نہ اندھیرے میں غفل و شعور کا چرخ نہ ساتھ  
 میں کوئی فریق و رہبر نہ تھوڑی دُور میل کر رہا ہستہ بھول گئے۔

ہاتے دسے گرو کش ایام، ایک تک جن لاڈلوں کا قدم بچوں کی پیچ پر تھا آج انہی  
 کی راہ میں کانٹوں کی برھیاں کھڑی تھیں جو اپنے ناماجان کے ہزار تک بھی باپ کی انگلیوں کا  
 سہارا لیے بغیر نہیں جاسکتے تھے۔ آج وہ یہ وہ تہا و شب عزت میں بیٹھے پھر رہے تھے بھی چلنے  
 کی عادت نہیں تھی چلنے سے گھر چلے۔ قدم تہہ پر تھوڑی گئی، تھوڑی میں کانٹے جھپٹے تو  
 اُٹ کر کے بیٹھ جاتے۔ بڑا سست کی تو دہشت سے کانپنے لگتے پتے کھلے تو تنہا  
 کیچہرہ جانا۔ درندوں کی آواز آتی تو چونک کر ایک دوسرے سے پیٹ جاتے۔ ڈر لگتا

تو بیٹھ جاتے۔ پھر چلنے لگتے بھی بک بک کر اُن کو یاد کرتے بھی چل پل کر باپ  
 کو آواز دیتے۔ بھیجی میرانی کے عالم میں ایک دوسرے کا منہ ٹکے اور کبھی ڈبڈبائی آنکھوں  
 سے آسمان کی طرف دیکھتے۔

جب تک پاؤں میں سکت رہی اسی کیفیت کے ساتھ چلتے رہے جب تا کہ پس  
 ہو گئے تو ایک جگہ ٹھک کر بیٹھ گئے۔

ذرا نقد پر کاٹا شہ دیکھے اگر رات کا کچھ بچھا رہتا۔ دھلتی ہوئی چاندنی ہر طرف  
 بکھری تھی۔ این نہائی کی پیرس کا ایک دستہ جوان بچوں کی تلاش میں نکلا تھا گشت  
 کرتا ہوا ٹھیک وہیں آکر پڑا جو ہی بچوں پر نظر پڑی قریب آیا اور دریافت کیا۔

”تم کون ہو؟“

بچوں نے یہ سمجھ کر کہ تینوں کے ساتھ پیرشش کو جہد روی ہوئی ہے اپنا سارا حال  
 صاف صاف بیان کر دیا۔

ہاتے دسے چہن کی معصوم ان بھولے بھالے نو ناولوں کو کیا خبر تھی کہ وہ خون کے  
 پیاسوں کو اپنا پتہ بتا رہے ہیں؟

یہ معلوم ہونے کے بعد کہ کسی حضرت سلم کے دونوں بیٹے ہیں۔ جلا دوں نے انہیں  
 گرفتار کر لیا۔ شکیں نہیں اور گھیسٹے ہوئے اپنے ہمراہ سے چلے۔

یہ دردناک منظر دیکھ کر ڈوبتے ہوئے تاروں کی آنکھیں جھپک گئیں۔ چاند کا پہرہ  
 فتن ہو گیا۔ شدتِ حرمت سے ان عین کے تہم بلبلا اٹھے۔ دل بلا سینے والی ایک فریاد  
 صمد امیں گونجی۔

”ہم امیں باپ کے بچے ہیں۔ جہادی تھی پر دم کرو۔ رات بھر چلتے چلتے پاؤں میں چھالے  
 پڑ گئے۔ جہادی شکیں کھولی دو اب اذیت برداشت کرنے کی سکت باقی نہیں ہے۔ ناماجان  
 کا دوسلا ہمارے گھال چہرے ترس کر کھڑا ہوتا ہے۔ شکیں میں تھیں کی فریاد سن کر۔“

اس ناؤ درو سے دھڑکی کا کچھ بل گیا لیکن سنگ دل اشتیاق ذرا بھی متاثر نہیں  
 ہوئے۔ ترس کھانے کے بجائے قافلوں نے فطرت غلب میں کھول دیے رخساروں

پر ملے جانے لگے ہوسے بڑا ہوا دیا۔

تداری غامض میں کئی دن سے آنکھوں کی نیند اٹھتی ہے۔ کھانا پینا حرام ہو گیا ہے اور تم راہ قرار اختیار کرنے کے لیے جنگ جھگڑا جھپٹے پھر رہے ہو جب تک تم کھیر کر دار تک پہنچ جاتے تم پر رقم نہیں کیا جاسکے گا۔  
 غلام بچوں کی ضرب سے نور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی صورتیں ماند پڑ گئیں اور چہرے پر انگلیوں کے نشانات ابھر آئے۔

روئے کی بھی اجانتہ نہیں تھی کہ دل کا بوجھ ہلکا ہوتا۔ ایک گرفتار بچی کی طرح بسکتے، لرزتے، کانپتے سر جھکانے شے میں سے قدم قدم پر جھکا کر دلوں کے ظلم کو ستم کی چوٹ کھاتے رہتے۔

اب امید کا چراغ اٹل ہو چکا تھا، دل کی اس ٹوٹ جاتی تھی سب کو آواز دے کر قہقہہ چپکنے لگے نہیں سے کوئی چارہ گر نہ آیا۔ باز آخر خفا سا دل بالوسروں کے ساتھ ساتھ اکتاہ سا گرمیں ڈوب گیا۔

اب موت کا بھیسا کھ سا یہ دن کے اجالے میں نظر آ رہا تھا۔ اسی عام یا س میں وہ کشاکش کو خد کی طرف جڑ رہے تھے۔ اپنے مستقر پر پہنچ کر سپاہیوں نے اپنی یاد کو خیر بردی۔

مکرم ہو تو بچوں کو قید خانے میں ڈال دیا جائے اور جب تک دمشق سے کوئی اعلان نہیں آ جاتی کڑی نگرانی رکھی جائے۔

حکومت کے سپاہی اپنی زیادتی و دہشت کے بموجب دونوں بچوں کو دار و قذابل کے حوالے کر کے چلے گئے۔ دار و قذ نہایت شریف انسان اور دل سے جاں نثار اہل بیت تھا اس نے نہایت عقیدت و محبت کے سطح پر اپنی شہزادوں کی راحت و آسائش کا انتظام کیا۔

دو بہر رات گذر جانے کے بعد اپنی جان پر پھیل کر اس نے دونوں شہزادوں کو جیل سے باہر نکالا اور اپنی حفاظت میں قادیسیہ جانے والی مرگ پر انہیں پہنچا کر ایک انگوٹھی

دی اور اپنے بھائی کا پتہ بتاتے ہوئے کہا کہ قادیسیہ پہنچ کر تم اس سے ملاقات کرنا اور بطور نشانی یہ انگوٹھی دکھانا وہ بھنا کھٹ تمام قیدیہ پہنچا دے گا۔ یہ کہہ کر اس نے قیدیہ بانی ہوئی آنکھوں سے بچوں کو رخصت کیا۔

قادیسیہ کی طرف جانے والا گرواں کی کچی دُور پر تیار رکھڑا تھا۔ بچے سبے سہاٹا اس کی طرف دوڑے، لیکن ڈشہ تقدیر نے پھر میان اپنا رکشہ دکھایا۔ پھر گمشا کی اوٹ سے نکلا جتا سورج گھٹنا گیا۔ پھر دینے کے ان شے سافروں کو دشت غربت کی بلا قلم نے اُسکے گھیر لیا۔

پھر کچھ دُور چل کر راستہ بھٹک گئے۔ قادیسیہ نے اوجھل ہو گیا۔  
 پھر رات کا وہی بھیسا کھ رہا تھا۔ وہی خزاں تابی، وہی شمسان جنگل، وہی شام غربت کو ڈرنا خواب، ہر طرف خون آشام تلواروں کا پھرہ قدم قدم پر دھنکوں کا سایہ! پھلنے پھٹنے پاؤں شل ہو گئے۔ تنوں کے آبلے پھوٹ پھوٹ کر پھٹ گئے۔ روتے روتے وہ آنکھوں کا پیڑ سوکھ گیا۔

صبح ہوئی تو دیکھا کہ جہاں سے رات کو چلے گئے گھوم پھر کر وہیں موجود ہیں۔  
 ہاتھ رے تقدیر کا پیکڑا اس دنیا سے گرفت کر لے رہا ہے اور چہرہ پر ندرت کا اپنا زین بٹیرا ہے لیکن قاتلانہ موت کے دو شے قہقہوں کے لئے کہیں پناہ کی جگہ نہیں ہے۔  
 جب سریا ہو گیا اور ہر طرف لوگوں کی آدورفت شروع ہو گئی تو کئی کی گرفتاری کا واقعہ یاد کر کے بچے بچے قرار ہو گئے۔ دشمن کی نظر سے چھپنے کے سبب ہر طرف نظر دوڑائی لیکن پہل میں ان میں کوئی محفوظ جگہ نہیں مل سکی۔

جیرانی، بے ہنگامی، بالوسی اور خوف دہرا اس کے عالم میں دونوں بھائی سرست سے ایک دوسرے کا منہ کھٹنے لگے۔

خفا سا دل، کم سن کی عقل، کچھ سن میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جائیں؟ کیا کریں؟ انہماک سے کہ انہیں ڈنڈہ با آئیں۔

خود ہی ہی دُور پر ایک پیڑ پر رہ رہا تھا۔ بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا۔

”پلو دیاں ہاتھ مڑ دھولیں۔ مسافر کا وقت بھی ہو گیا ہے خدا کی طرف سے اگر ہمارا آخری وقت آجی گیا ہے تو اب اسے کوئی نہیں حال سکتا۔“

پٹھے کے ترمیم پہنچ کر انہیں ایک بہت بڑا درخت نظر آیا اس کا تننا اندر سے کھوکھلا تھا۔ پناہ کی جگہ سمجھ کر دونوں بھائی اسی میں بچپ کے بیٹھ رہے۔

ذرا سی آہٹ ہوئی تو دل دھڑکنے لگا، کوئی راہ گیر گزرتا تو دشمن سمجھ کر سہم جاتے۔

ایک سردن پر صبح کے بعد کوڑی طرف سے ایک لوندی پانی مہرنے کی طرح سے

پٹھے کے کنارے آئی پانی میں برتن ڈبونا ہی چاہتی تھی کہ استریل پر آدمی کا عکس

نظر آیا۔ پلٹ کر دیکھا تو دو شے بچے درخت کی گھوہ میں سے ہونے پہنچے تھے۔

سفید پٹائی سے لور کی کرن چوڑی رہی تھی لالہ کی طرح دیکھتے عارض پر موسم خزاں کی آداسی بھاگتی تھی۔

لوندی سے چرائی کے عالم میں دریافت کیا۔ اسے گلشن دل بانی کے ڈھنگتے چھوڑا

تم کون ہو کہاں سے آئے ہو؟

ایک بار کے دسے ہونے لگے۔ کچھ کتاب دینے کے بعد بڑے خوف و وحشت سے لڑنے

لگے۔ چھوٹ چھوٹ کر بچنے والے آسودوں سے جہر شرابی ہو گیا۔

لوندی نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ ناز کے پہلے ہونے لڑو! کسی طرح کا اندیشہ دکر

دل سے وحشت نکال دو! اللہ تعالیٰ کرو میں تمہارے گھر کی بجائے ہوں۔ دشمن نہیں ہوں۔

تم نہ ہی اپنا پتہ بتاؤ نہ بتاؤ جب بھی تمہارا یہ قولی جہر یہ بچنے کے لئے کافی ہے کہ

تم لڑی ہو تاکہ کی جنت کے پھول ہو۔

صبح بتاؤ کیا تم ہی دونوں امام مسلم کے دشمن ہو؟ لوندی نے ہرے کی ہلا میں بیٹے

ہونے کہا۔ تلک لفظیں شیرازہ اور اکیڑے کوڑوں کے بہت سے باہر نکلو۔ آؤ! میرے دل میں

بیتو! آنکھوں میں سما جاؤ۔

لوندی کے سر پر بچے وحشت کی گھوہ سے باہر نکلے اور بعد و غم گار گھر کو اس سے

اپنا سارا حال بیان کر دیا۔

ان کی دردناک سرگزشت سن کر لوندی کا دل ہل گیا۔ انھیں سادوں بھادوں کی طرح

بستے لگیں۔ دل کی بے قرار کیفیت پر تار پانسے کے بعد بچوں کو ہتھوں کے کنارے لگتی

آسودے لپٹے۔ رات دھلائی بالوں کا غبار صاف کیا اور انہیں دوا دایتے ہوئے محفوظ راستے

سے اپنے گھر لائی۔ اس کی ناکہ بھی خاندان اکیڑے سے دوا لہانہ عقیدت رکھتی تھی۔

اپنی ناکہ کے سامنے دونوں بچوں کو پیش کرتے ہوئے کہا۔

خوش نصیب بی بی! چشتانِ لاجی کے دو پھول ملے کر آئی ہوں یہ دونوں امام مسلم

کے شاگرد ہیں۔ بن باپ کے ترمیم بچے ہیں۔ پردیس میں ان کا کوئی نہیں ہے۔ ان کی بے کسی اور

قیی پر جس گھرانے کے بھانے ظالم اب ان کے بھانوں کے خون کے درپے ہیں۔ خوف و

وحشت سے ننھا سا کلیم منو کہ گیا ہے۔ ہاشی گھر لے کے یہ دونوں لڑ لڑ کے مارے وحشت

کی ایک گھوہ میں پھٹے ہوئے تھے۔

بی بی! سوچ سوا نیز سے پر لگیا ہے لیکن گہوارہ دار سے نکلے ہوئے ان شیر خوار

بچوں کے منہ میں ایک کھیل بھی اب تک نہیں پڑی ہے۔

نانکہ یہ سارا ماجہ سن کر ٹپ گئی۔ گینہ ہے انہیں سے اس کے آئین کا دامن بیک گیا

دازنکی شوق میں بچوں کو گود میں بٹھایا۔ ہرے کی ہلا میں لیں سرچ ہاتھ پیرا اور تھلا دھا

کر کر پشہ بدلائے۔ آنکھوں میں مٹھرہ دگایا۔ زلفیں سنواریں اور کھلا ہلا کر ایک محفوظ

گوفہ میں اس تمام کمنے کے لئے بستر لگایا۔

قدم قدم پر شقت دہلا کر پھوٹا ہوا سیلاب دیکھ کر بیب اور بچوں کو دلی

یاد آگئی۔ یہ کیا یک ماتا کی گود کا ہلا ہوا ارضی مہل! افسانے تاب ہو کر دے لگے۔

پھول جیسے رضائوں پر ڈھلکتے ہوئے آسودے دیکھ کر نانکہ بے چین ہو گئی وہ ڈر کر بیٹے

سے پناہ دیا۔ اپنے آئین کے چہرے آسودے لپٹے اور تسلی دیتے ہوئے کہا۔

آنکھ کے لالہ اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھ کر تھکے تھکے قدموں پر میری جان نثار میری

روح صحت میں جب تھک زندہ رہوں گی تو مارا ہوا تازہ امثالوں کی تمہارے دم قدم سے

میرے امانوں کا چھل بھل گیا ہے میرے آنکھ میں چھاپا ہوا لڑکی بارش جو رہی ہے۔

رات کی بھانک سیاحی ہر طرف پھیل گئی تھی۔ امام سلمہ کے تیر بچوں کی تلاش میں نکوت کے پاس اور دنیا کے پہلی کھٹے لگی پھر رہے تھے۔ کافی دیر تک گھر کی مگر اپنے شوہر "عالم" کے انتظار میں جاگتی رہی۔ ایک پہر رات ڈھل جانے کے بعد وہ پاپٹا کا پٹا تھکا ماندہ گھر واپس آیا۔

بڑی نے حال دیکھ کر اچھٹے سے پوچھا: "تجہ اتنے پریشان وہ حال کیوں نظر آتے ہیں آپ؟"

کچھ دم چلنے کے بعد جواب دیا۔

"میں شاید غریب نہیں ہے کہ باقی مسلم کے بھلاؤ اس کے دو بچے بھی آئے تھے۔ کئی دن تک وہ گرفتیں رو پڑیں۔ رہے۔ ہر سو صبح کو مدینے کی طرف جاتے واپس لے لے کے قریب انہیں گرفتار کر کے جیل میں قائل دیا گیا۔ کل رات کے کسی حصے میں دادو جیل کی سلاش سے وہ فرار ہو گئے۔"

ابھی زیادہ کی طرف سے عام منادی کر دی گئی ہے کہ جو انہیں پکڑ کر لا بیگا اسے عذ مانگا انعام دیا جائے گا۔

وقت کا سب سے بڑا اعزاز حاصل کرنے کے لئے اس سے زیادہ اچھا موقع اب باقی نہیں آئے گا بیگم؟

میں نے اس کی بچوں کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ دو دن سے دوڑتے بڑا حال ہے، ابھی تک کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

عالم کی بات سن کر بڑی کا کلیہ دھک سے جو گیا۔ دل ہی دل میں سوچ و تاب کرنے لگی۔ مسرور کہنے والی ایک اداسے دلہانہ کے ساتھ اس نے اپنے شوہر کو سمجھانا شروع کیا۔ "ابھی زیادہ آئی رسول کا خون ناحق بہا کر اپنی عاقبت برباد کر جا ہے۔ دنیا کی آسائش چند روزہ ہے۔ انعام کی تلاش میں جہنم کا ہونا تک عذاب مت خریدیے گا۔"

خدا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچنے اکل میدان سڑیں رسول خدا کو ہم کیا منہ دکھائیں گے۔

عالم کا دل پوری طرح سیاہ ہو چکا تھا بڑی کی باتوں کا کوئی اثر اس کے دل پر نہیں پڑا۔ جھنجھلاتے ہوئے جواب دیا۔

"نصیحت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ عاقبت کا قطع نقصان میں خود مجھتے ہوں میرا ارادہ اٹل ہے۔ اپنی جگہ سے کوئی بھی مجھے نہیں ہٹا سکتا؟"

منگس دل شوہر کی نسبت بد معلوم ہونے کے بعد منٹ منٹ پر دل دھڑک رہا تھا کہ مبادا نظام کو کہیں بچوں کی بھینک دنگ جائے۔ اس سے جلد ہی اسے کھلا پتلا کر ٹھلا دیا اور جب شک نہ ہوئی ان کی پالیں پر بیٹھی اسے باتوں میں بہلاتی رہی۔ جب وہ سو گیا تو وہ بے پاؤں اٹھ کر اور بچوں کو کوٹھڑی پر تالا ڈال دیا۔

جیسے جیسے انہوں کی نیند اڑ گئی تھی وہ رہ کر دل میں جھوک اٹھتی تھی۔ "ہائے اللہ! حرمِ نبوت کے ان راج و لاہوں کو کچھ ہو گیا تو سڑ کے مینہ کو کیا منہ دکھاؤں گی؟"

دنیا قیامت تک میرے منہ پر تھو کے گی کہیں نے نبی زادوں کے ساتھ دغا کی۔ انہیں بھڑا دلا سادے کے قاتل کی وہ گند تک سے آئی۔ آہ! میرے حشری پاپٹا کا سدا ہجر مٹ گیا۔ میرے سینے ڈالوں کا تانہ زار بکھر گیا۔

ہائے! افسوس! اس گھر کو معصوم بچے اپنا ہی گھر سمجھ رہے ہوں گے کہیں یہ راز فاش ہو گیا تو ان کے خٹے دل پر کیا گندہ سے گی۔ وہ کچھ اپنے تئیں سمجھا لیں گے؟ لیکن میرے دل کا حال تو خدا اور اس کے رسول سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ کچھ بھی ہو جیسے ہی لاڈلوں کی جان پر کوئی آفت نہیں آئے دل لگی۔

یا اللہ! اچھے اپنے محبوبوں کے عشق میں ثابت قدم کہ ان کے آسوں کا گوہر چٹکنے سے پٹنے میرے جگ کا خون ارنڈا کر دے؟

رات کا کچھلہ پھر تھا۔ کونے کی درغیب بادی پر ہر طرف نیند کی خوشی چھائی ہوئی تھی حالتِ جی اپنے گھر میں ہے مگر سو رہا تھا۔

دو دن پہلے بند کوٹھڑی میں جو خطاب تازے کر کسی درمیان انہوں نے ایک نہایت درد

ناگ اور سیمان الیگز خواب دیکھا۔

پیشہ گوئی کی سفید موچوں سے لڑکی کرن بیوٹ رہی ہے براں فردوس کی شاہراہوں  
پر پانڈی کا غلام دیکھا دیا گیا ہے۔ قریب ہی کے واسطے پریشنشاہ کوٹلیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
مولائے کائنات حضرت حیدر بنت رسول حضرت ناصر زبیر اور شہید مظالم حضرت امام سلم  
رمضان اللہ علیہم علوہ فرما ہیں۔

دونوں بچوں پر نظر پڑتے ہی سر کاٹنے امام سلم سے طلب ہو کر فرمایا۔

مسلّم! تم خود تو آگے اور جو دھرم کا شرف پہنچنے کے لئے ہمارے جگر پادوں کو اشتیاق  
کے بانٹوں میں پھوڑا کئے؟

حضرت مسلم نے بچی نگاہ کے جواب دیا، وہ بھی پیچھے لپکھے آ رہے ہیں حضور! میری  
قریب آپ کے ہیں۔ میں دو چار دم کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ خدا نے پاپا تو کل کا سورج طلوع  
ہوئے ہی وہ دامن رحمت کی نعمتی چھاؤں میں چل رہے ہوں گے۔

یہ خواب دیکھ کر دونوں بھائی بڑبڑکے پڑے۔ بڑے نے چھوٹے کو سمجھوٹے کہنے  
کہا۔ اب سونے کا وقت نہیں ہے۔ ہماری شب نندگی کی تم ہو گئی۔

”بھینا! اٹھو! بابا جان نے جلدی ہے کہ اب ہم پندر گھنٹے کے مہمان ہیں۔ توفی کوثر  
پر ناتا حضور ہمارے انتظار میں کھڑے ہیں۔ دادی اماں نہایت بے تابی کے ساتھ ہماری  
راہ دیکھ رہی ہیں۔“

”بھینا! صبر کرو! اب دشمنوں کی خون آشام تحارروں کی دوسرے پرچ بھٹکا بہت مشکل ہے  
اب حدیثے لوٹ کر پانا نصیب نہیں ہوگا۔ ہائے! اچی جان۔ اب آخری وقت میں ہی ملاقات  
نہ ہو سکے گی؟“

چھوٹے بھائی نے ڈنڈ بانی آواز میں جواب دیا۔

”بھائی جان! میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے کیا پرچ ہم لوگ کسی صبح کو قتل  
کر دیئے جائیں گے؟“

ہائے! ایک دوسرے کا زنجیر ہوئے ہم کیسے دیکھ سکیں گے بھینا؟

یہ کہہ کر دونوں بھائی ایک دوسرے کے گیسے ہیں باہیں ڈال کر لیٹ گئے اور چوٹ  
چوٹ کر دھونے لگے۔

تفصلاً ہی ایک ہی میں حق۔ نائے بے اختیار کیا آواز سے جاؤ حادث کی آنکھ کھل گئی  
آہ۔ سوئی ہوئی قیامت اٹھی۔

ظلم نے بیوی کو جگڑا کر پوچھا۔

”یہ بچوں کے رونے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے؟“

موربہ حال کی نزاکت سے بیوی کا کلیجہ ٹوٹ کر گیا۔

اس نے ٹپکتے ہوئے جواب دیا۔

”سوچا ہیے؟ کہیں پڑوس کے بچے رو رہے ہوں گے؟“

سنگ دل نے تیور بدل کر کہا۔

پڑوس سے نہیں، ہمارے گھر سے یہ آواز آ رہی ہے۔ ہونا جو یہ وہی مسلم کے بچے ہیں

جن کی تماشائی بنی کنی سے میں سرگرداں ہوں؟ یہ کہتے ہوئے اٹھا اور اس کو نظر ہی کے پاس

جا کر کھڑا ہو گیا۔ تالا توڑ کر دروازہ کھولا اندر جا کر دیکھا تو دونوں بچے روتے روتے بے حال

ہو گئے تھے۔

گرفت فہم میں دریافت کیا۔ تم کون ہو۔ اچانک اس اجنبی آواز سے بچے سہم گئے

دیکھیں چکر اس گھر کو اپنا دارالامان سمجھتے ہوئے تھے یہ کہنے ہوئے دوسرا بھی تامل نہ بڑا کر ہم امام

مسلم کے شہید بیٹے ہیں؟

یہ سن کر ظالم ٹپکتے سے دوانہ ہو گیا۔ ”نیں تو چاندوں طرف دھونڈ دھونڈ کر مایاں ہونا

ہوں اور آپ لوگوں نے ہمارے ہی گھر میں پیش کا ستر لگایا ہے؟“

یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا اور نہایت ہی بے رحمی سے ان نئے بیٹوں کے رخساروں

پر ملائیے برساتا شروع کئے۔ شدت کب سے دونوں بھائی بیٹا اٹھے۔ سبے تماشائی ہوئی دھڑی

اور یہ کہتے ہوئے درمیان میں عامل ہو گئی۔

اسے ظالم نے یہ کیا کر رہا ہے؟ اسے یہ فاطمہ کے راج و لڑائے ہیں ان کی چاند

جیسی صورتوں پر ترس گیا۔  
 ہاتھ روک سے سترنگ! جنت کے بچوں کا ساگ مت ٹوٹ! چھستان قدس  
 کی تازگی کیوں کو گھائل مٹ کر!

بن باپ کے دکھانوں کا کچھ تو خیال کر لیا! پھر مات کی جھونک میں اٹھی اور  
 اس کے قدموں پر اپنا سر پھینکی گئی! سہ! میرا سر کھل کر پڑی ہوس کی آگ بجھائے لیکن  
 قاتلہ کے جگر پاروں کو بخش دے۔

ٹھٹھے میں چڑمگ دل شوہر نے اُسے اتنے زور سے ٹھوکر ماری کہ وہ پتھر کے  
 ایک ستون سے ٹکرا کر ہوا بیان ہو گئی۔

طمانچہ ماتے راستے جب قتل گاہ کی توشتی اڑی نے دونوں بھائیوں کی شکلیں  
 گھٹیں اور قلابت کجی کی کھنٹی ہوئی زلفوں کو زور سے کھینچا اور آپس میں ایک دوسرے  
 سے بانہ دیا۔

ماتے دہشت کے بچوں کا خون موکھ گیا۔ حلق کی آواز چنسن لگی! آنکھوں کے آنسو  
 جھل گئے۔

اس کے بعد یہ بھت یہ کتا بڑا کوٹھڑی کے باہر نکل آیا! جس قدر تڑپا ہے صبح  
 تنگ تڑپ! دن ٹھکڑے جی میری چمکتی ہوئی تلوار تہیں ہمیشہ کے لئے چھین کے تیز مسلا  
 دے گی۔

دروازہ مقفل تھا۔ اندر کا حال اندازہ نہ کیا جاسکے۔ دیسے غنی جانوں میں! اب تاب ہی گمال  
 حق کا تالوں کا شور بلند ہوتا، لہجہ زہنوں کی کوٹھڑی سے عورتوں سے عورتوں سے وقفہ پر آہستہ  
 آہستہ کہہنے کی آواز سنائی پڑتی تھی۔

بھلا لاؤ قیامت کو! بڑا ناز ہے اسے مناظر کی ہولناکی پر! سوائیز سے واسطہ آفتاب  
 کی روشنی میں اور وہ بھی منیدہ کے شیر خوار بچوں کی امیری کا شباشہہ دیکھ لے!

اور ذرا محسوس کو بڑھ کر آواز دو! وہ بھی گواہ ہوا تب تک جس جھگڑائی کے شانہ  
 اہد پر کل ان کی بڑیاں ٹوٹ کے گرنے والی ہیں آج انہی کی گود کے لاٹھے زنجیروں میں

بسک رہے ہیں۔

ہاتھ رے! مقام بلند کی قیامت آ رہا جان! ہنسے ہنسے لائبررٹوں! مرصینوں  
 اور گلی روٹیوں کا بخار غماز ہمال توٹنے والے دھماکے کوٹ لیا ہے اور تیسرے خلاف کہیں  
 داد و فریاد بھی نہیں ہو سکی ہے۔

ارماؤں کے خون کی مڑھیاں بے ہوش لڑتی کاتی تھوٹے ہوئی، گھٹنے پاؤں کی  
 اوست میں منہ چھپائے سورج نکلا، جو سنی دشمن! ایمان نے اپنی خون آشام تلوار اٹھائی، لیبرٹیں  
 بجھا بڑا جھجھر سنبھالا اور خوشنوا درندے کی طرح کوٹھڑی کی طرف دھکا۔ نیک بھنت بری نے  
 دھڑکے پچھے سے اس کی کمر قسام لی۔ جفا کار نے اتنے زور سے اسے بھونکا دیا کہ سر ایک بلور  
 سے ٹکرا گیا اور وہ آہ کر کے زمین پر گر پڑی۔

بوی کو گھائل کرنے کے بعد جو جی غضب میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا، ہاتھ  
 میں بھی تلوار اور پچھتا ہوا خیر دیکھ کر دونوں بھائی لڑ گئے۔ خوف سے زنگی آنکھیں بند  
 ہو گئیں! ابھی وہ اس جوش تک دہشت سے کایہ پی رہے تھے کہ یہ بھنت نے آگے  
 بڑھ کر دونوں بھائیوں کی زلفیں پکڑیں اور حمایت بے دردی کے ساتھ انہیں گھیسٹا ہوا  
 باہر لایا۔ نکلیفت کی شانہ سے معصوم بچے نکلا، ٹھٹھے پچھانیں کھا کھا کر اس کے قدموں پر  
 سر پکھنے لگے۔ ٹوٹ ٹوٹ کر وہ فریاد کرنے لگے لیکن ظالم کو بذریعہ آواز نہ تھا۔ آیا۔

لبہ میں شراب و پاک فہشت بوی پھر اٹھی اور پھر بوی شیرنی کی طرح گرے جھٹکے کھا۔  
 آخر گھیسٹ کر کہاں سے جا رہا ہے ان بے گناہ مسافروں کو وہ گھٹنی تھی تو ان کے باپ  
 سے تھی۔ چار دن کے معصوم بچوں سے کیا غصی ہے تو ان کا خون پہلے پڑتا ہوا ہے ۹  
 سانس دینا بہتر بچوں پر ترس کھاتی ہے اور توڑات سے انہیں شکنجے میں کے ہوئے  
 ہے۔ تھپوں سے مار کر توڑے ان کا پچھل سا چہرہ لبو لبان کر دیا ہے۔ رتوں کی گھٹائی طرح  
 کھنٹی ہوئی زلفوں کو توڑتی ہے دردی کے ساتھ گھیسٹ رہا ہے کہ بالوں کی برہوں سے  
 خون بہنے لگا۔

راست سے اب تک دیکھنے کے یہ نازنین ہے آبِ دوانہ لگا تا کہ تیرے نظم و نسق کی چوٹ کھاسے ہیں اور تجھے ان کی کم کم پر بھی ترس نہیں آتا۔ بد میں میں ان کا عاقبہ دیکھا نہیں ہے اس نے بلے بھدا سمجھ کر انہیں تو پتا چپا کے مار رہا ہے۔ جس نبی کا حجر پرست تھا سچہ وہ اگر اپنی تربیت سے نکل آئیں تو کیا ان کے زوبند بھی ان کے نازنین شہزادوں کے ساتھ تو ایسا سلوک کر سکے گا؟

تیرے بازؤں میں بڑا کس بل ہے تو کسی کیل جوں سے پنہ رٹا، دودھ پیتے بچوں پہ کیا اپنی شہ زوری دکھاتا ہے؟

اس کے سینے میں خیریت، اپانی کا بوش اُبل پڑا تھا اپنی جان پر کھیل کر اب وہ طاقتِ حق کا آخری قبیضہ کر دینا چاہتی تھی۔

جذبات میں بے قابو ہو کر اس نے جیسے ہی بچوں کو اس کے ہاتھ سے پھرنے کی کوشش کی، اس بدست سے ایک ہیر پور ہاتھ کا گھونسا اس کے سینے پہ مارا اور وہ فرش کھا کر ذہنی پر گر پڑی۔ فونڈی سامنے آئی تو وہ بھی اس کے تنگ ستم سے گھائل ہوئی۔ اس کے بعد ٹکچے میں گئے ہونے دو دنوں بجائیوں کو گھسیٹ کر وہ باہر لایا اور سلمان کی طرح ایک پتھر پر دو کر دیا سہ فرات کی طرف چل پڑا۔

دینوں میں جیکے ہونے شیعہ شہزادہ نے اپنی اس مصلحت کی طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے۔ مالک میر سے پہلے ہی کی حسرت، برس رہی تھی، دم بہ دم دل کی حرکتیں تیز ہوتی سبباتی تھیں۔

وہ کہ کچھڑی جوتی ماں کی آغوشِ شفقت و پیار کا گنجائش دینے کا دارالامان اور جزیرہ عاشق میں گیتی کی آخری پناہ گاہ یاد آ رہی تھی۔

کچلے بھسے ارمانوں کے جوم میں بھرتے بھائی کی آنکھیں ڈھب ڈھب آئیں۔ طویل خاموشی کے بعد اب آسوں کا تھا ہوا طوفان اُبل پڑا۔ برے بھائی نے آیتیں سے آسوں کو پھینکے ہوئے کہہ

جان عزیز میر کرو! ہمت سے کام لے! اب زندگی کی گنتی کے چند سانس باقی رہ گئی

ہیں انہیں بے تابیوں کے جہان سے رائیگن مت کرو۔  
دو دیکھو دریائے فرات کی سطح پر چڑھ کر کوشی سفید مومیں ہمیں سر اٹھائے دیکھ رہی ہیں اب اس جہان بے وقاحتے اپنا لنگر اٹھاؤ۔ چند قدم کے بعد عالم جاوید کی سرحد شروع ہو رہی ہے جس کو گھر میں اس جتنا پیش دنیا کی دسترس سے باہر نکل جائیں گے۔

مختوری دُور پہنچنے کے بعد دریائے فرات نظر آئے لگا جلاؤ نے اپنی تلوار چمکاتے ہوئے کہا۔

”سناپ کے پتھر! دیکھ لو اپنا منتقل! یہیں تامل اس قتل کے سارے جہان کے لئے ایک جہتِ ناک تماشا بھڑ جاؤں گا۔“

یہ سن کر بچوں کا خون سٹوٹ گیا۔ کنارے پہنچ کر شفیق ازل نے انہیں فرسے انداز میں کھنکھوئیں اور سامنے کھڑا کیا۔

اب دونوں کھل آنکھوں سے سر پہ مثلاًئی ہوئی تشاد دیکھ رہے تھے۔ بے بسی عالم میں ڈھب ڈھب ہوئی آنکھوں سے آسمان کی طرف تکتے گئے۔

جو مٹی جھوٹے تانے، تیور پر ہانے قتل کے ارادے سے اس نے اپنی تلوار پہ نیا م کی مظہم بچوں نے پہنے شے نئے ہاتھ اٹھا کر رم کی درخواست کی۔

اسنے میں باپتی کا پتی، گرتی پرتی پیکر دعا لائی ہیں آپنی ہاتھ ہی اس نے پیچھے سے اپنے شوہر کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک ناجور دور ماندہ کی طرح خوش آمد کرتے ہوئے کہا۔  
”خدا کے سنے! اب بھی مان جاؤ۔ آئی سوتی کے خون سے اپنا ہاتھ رنگیں مت کرو۔  
رہم و رحم گساری کے جذبہ میں ذرا ایک ہاتھ اٹھا کر دیکھو! بچوں کی غشی جان سونگھی جا رہی ہے تلوار سامنے سے ہٹا لو۔“

نفس کا شیطان پوری طرح مسلط ہو چکا تھا۔ ماری منت و ساجت بیکار چلی گئی۔  
شعے میں ہر چہرہ تلوار کا ایک دار پوی پہ چلایا وہ پیکر ایلان گھائل ہو کر ترشہنے لگی۔

بچے یہ دردناک منظر دیکھ کر سہم گئے۔ اب یہ بدست جلاؤ اپنی خون آلود تلوار سے

کر پتوں کی طرف بڑھا۔ چھوٹے بھائی پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ بڑا بھائی چپے اٹھا۔  
 "خدا را پستے فرم کرد۔ جان سے زیادہ عزیز بھائی کی تڑپتی ہوئی لاش میں  
 نہیں دیکھ سکوں گا۔"

چھوٹے بھائی نے سر جھکائے ہونے خوشامدی: "بڑے بھائی کا قتل کا منفر مجھے بزرگ  
 نہ دیکھا جائیگا۔ خدا کے لئے پہلے میرا سر قلم کرو۔"

اس رزمہ غیر منظر پر عالم قدس میں ایک منظر پر تھا۔ شہنشاہ کوئین کبیر جیسے بچے  
 مشیت کی ادا پر سارے دشمن کے لئے۔ مینہ کی روح پہلی گرم شیشی کی طرف بڑھ رہی  
 تھی کہ عالم گیتی کو تھوڑا سا کوسے دیکھ قدم قدم پر سرکاری پٹم انجلیں کا اشارہ انہیں  
 روک رہا تھا۔

حیدر شیر فکس اپنی تیغ ڈالنے لگے ہونے سرکاری جنبش سب کے منتظر تھے کہ  
 ان دامن میں جفا شادوں کو کبیر کو مار تک پہنچا دیں۔ روح الامیں بال و پر گرائے دم بخود  
 تھے۔ رضوان کوثر و تہیہ کا ساغریئے انتظار میں کھڑا تھا۔ عالم برسنج میں بل بل جی ہوئی تھی  
 حکومت اعلیٰ پر سکنے والی تھا کہ ایک مرتبہ سبلی چکی دستانہ ٹوٹا اور دفعا میں دو منہ نہیں  
 بلند ہوئیں۔

مرکز عالم بل گیا۔ پٹم نکل چپک گیا۔ بواغیں رنگ گئیں دھارے خمر لگے اور ہتی  
 کا کبیر شق ہو گیا۔ سیرت کا علم ٹوٹا تو اہل مسلم کے قیام بچوں کے لئے ہونے نہ رکھیں  
 تڑپ رہے تھے اور لاشیں دریا سے فرات کی لہروں کی گود میں ڈوبتی جا رہی تھیں۔

مسلم کو تم پہلے شہید کا اہل جیگر لے، اہل مسکے راج دلاؤ و قبا سے مقدس  
 خون کی نثری سے آج تک گشت اسلام کی باریوں کا سہاگ قائم ہے۔

خدا سے فائز و قیامتاری غنی تر قتل پر شام و صبح رحمت و فوری بادش برمائے۔  
 ہر دانے کا مال اس مغف میں ہے قابل رشک لئے اہل نعر  
 اک شب۔ یا میں پر پیدا بھی بڑا عشق بھی بڑا اور مسرور بھی گیا

(نوٹ: اس سطور میں معصوم کا لفظ ان سطور میں نقل نہیں ہے جن سطور میں شیعہ حضرات کے پہلی راج ہے۔  
 (مقتدر اللہ اللہ اللہ))

## تاراج کا روانہ سادات

میدان کر بلا سے گنبد خضر انک

آج کی دوپہر کے بعد کی رات انجیر داستان سننے سے پہلے ایک رزمہ خیر اور درد  
 تک منظر نگاہوں کے سامنے لائے۔

مجھ سے دوپہر تک نامانہ فوت کے تمام سترم و چراغ جلا اعلان و انصار ایک  
 کیسے شہید ہو گئے۔ سب نے دم شہادت دل کی زخمی سطر پر ایک سنے دار کا اضافہ کیا  
 ہر تڑپتی ہوئی لاش کی آخری پیکوں پر امام عالی مقام میدان میں پہنچے۔ گود میں اٹھا دیئے  
 تک لائے۔ نالو پر سر لگنا اور جان نثار سے دم توڑ دیا۔

فقر کے سامنے جن لاشوں کا اعتبار ہے ان میں جگہ کے ٹکڑے بھی ہیں اور سانچے کے  
 تارے بھی۔ بھائی اور بہن کے لاڈ سے ہیں اور باپ کی کشائیاں ہیں۔ ان سے گود کن  
 جنازوں پر کون قائم کرے۔ کون انہو سے اور کون ملتی ہوئی آنکھوں پر تسکین کا مہر بنے  
 تنہا ایک "حقین" اور دونوں جہان کی امتداد کا جہم ایک عجیب درد انجیر ہے  
 بس کا علم ہے۔ قدم قدم پر نئی قیامت کفری ہوتی ہے۔ نفس نفس میں المہ اللہ کے لئے  
 نئے پہاڑ لٹھتے ہیں۔

دوسری طرف حرم حضرت کی توانہیں ہیں۔ رسول اللہ کی پٹیاں ہیں، سوگوارا میں اور  
 آشتیہ حال نہیں ہیں ان میں دوہی ہیں جن کی گودیں ملانی ہو چکی ہیں جن کے پیٹے سے اولاد  
 کی جہانی کا تڑپ رہا ہے جن کی گود سے خیر خوار کچھ بھی چھین لیا گیا ہے اور جن کے بھائیوں  
 چھینوں اور بھائیوں کے بے گھر و گن لائے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔

روستے روتے آنکھوں کا پتھر سوکھ گیا ہے۔ تین تین جہاں اب تڑپنے کی سکت  
 باقی نہیں رہ گئی ہے۔ عورت ذات کے دل کا انجیر پر پہلی نازک بڑا ہے ذرا سی ٹھیس جو



برداشت نہیں کر سکتا آہ! اُس پر آج پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔

سب کے سب جامِ شہادت نوش کر چکے اب تنہا ایک ابنِ حمید کی ذاتِ باقی رہ گئی ہے جوئے ہوئے تلخ کی آخری امید گاہ ہے۔ آہ! اب وہ بھی رشتہ سفرِ باندہ ہے ہیں۔ نیچے میں ایک کراہ رہا ہے کبھی سب کو تسکین دیتے ہیں، کبھی شہرِ باؤ کو حقیقت فرما رہے ہیں، کبھی جستِ جگر کا بد بھار کو گے سے دگاتے ہیں اور کبھی کس ہنوں اور لادنی شہر دیوں کو یاس بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ امیدِ بزم کی کش مکش ہے، فخر کا تصادم ہے خون کا رشتہ دامن کھینچ ہے، اہاں کا اشتیاقِ مفلک کی طرف سے جانا چاہتا ہے۔

کبھی یہ خیال آتا ہے کہ ہمارے بعد اہل شہر کا کیا حال ہوگا۔ پردیس میں حرم کے متیل اور میوانوں کے ساتھ دشمن کیا سلوک کریں گے۔

دوسری طرف شوقِ شہادت دامنِ رعبے لسنہ کی تلخیر اور حمایتِ حق کا فزعِ نیروں پر چڑھ کے آواز دے رہا ہے۔

باقی اہلِ بیت کے غمراہ، کہہ کے پاسانِ آنا جان کی خرافیت کے یہ فلفل حضرت امامِ علی اب سر کے کٹن باندھ کر دن میں چانے کے صفے تیار ہو گئے۔

اہلِ حرم کو تڑپنا دکھنا اور سبکنا چھوڑ کر حضرت امامِ علی سے باہر نکلے اور لشکرِ اعدا کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

اب خدا سا شہر جانیے اور انکھیں بند کر کے منظر کا جائزہ لیجئے۔ ساری دایستان میں یہی وہ مقام ہے جہاں انسان کا کلیجہ تلخ ہو جاتا ہے بلکہ پتھروں کا جگر پانی جو کر بننے لگتا ہے۔ تین دن کا ایک بھوکا پیاسا مسافر تنہا باغیچہ ہزار تھراؤں کے ترے میں ہے خوشن کی خوشیز ہزار چادوں طرف سے برس رہی ہے، دروازے پر اہلِ بیت کی سفارشات انکھوں سے منظرِ فکر رہی ہیں منتِ منت پر درد و غم کے اعتقاد ساگ ہیں دل ڈوبا جا رہا ہے، کبھی منہ سے سچ نکلتی ہے کبھی انکھیں جھپک جاتی ہے ہاتھ سے: تسلیم و رضا کی دادی ہے امان! چوٹوں کی چکڑی پر قدم رکھنے والی شہزادیاں آج انگاروں پر لوٹ رہی ہیں جن کے، شامہ ابرو سے دو با بڑا شوقِ نہٹ

آتا ہے آج انہیں کے اراکوں کا سفینہ نظر کے سامنے ڈوب رہا ہے اور زبانِ نبی کھلی۔ دیکھنے والی آنکھیں اپنے امیر کشور کو اپنے مرکزِ امید کو اپنے پیاسے حسین کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں کہ ایک نشانے پر ہزاروں تیر چلے، تلواریں بے نیام ہوئیں فضا میں نیزوں کی اُنی چکی اُور دیکھنے دیکھنے کا غم کا چاند گریں میں آگیا۔ غم سے پتھر خون میں شہزاد، سیدہ کا رازہ ڈلرا، سبھی ہی فرشِ زمین پر لگا کائنات کا سینہ دہل گیا، کھجے کی دیواریں ہل گئیں، پہاڑ ٹک لے ٹون برسایا۔ خود شہزادے شرم سے منہ ڈھانچ رہا اب گدگد کی ماری لٹکا ماتم و اندوہ سے بھر گئی۔

اُدھر اربابِ طبابت اور علاججو رحمت کے جلو میں جب شہیدِ اعظم کی مقدس مددِ عالمِ بالا میں پہنچی اور ہر طرف ابنِ حمید کی امامت و یکتائی کا غلغلہ بلند ہو رہا تھا۔

اُدھر یکے میں ہر طرف آگ لگی ہوئی تھی، جبر و تشکیب کا خرمن بل رہا تھا، تین ہواؤں اور سوکھاروں کی آہ و فغاں سے دھڑکی کا کلیجہ بھٹ گیا، امیدوں کی ڈنیا لٹ گئی۔ آہ! سچ منہ جاد میں کٹنی کا ناخدا بھی چل رہا۔

اب بوِ اسلم کے قریب کہاں جانیے، کس کا منہ کھیں؟ کا شاءِ جنت کی وہ شہزادیاں جن کی حقیت سراپاں مدحِ آقا ہیں بغیر اجازت کے داخل نہ دیں، شہرِ صبا بھی جن کے انہوں کے قریب پہنچ کر ادب کے سانچے میں ڈھل جائے، آج کرنا کے میدان میں کون ان کا حرم ہے جس سے اپنے دھوکہ دہ کی بات کہیں۔

خدا اپنے دل پر دھندہ دھکر سوچنے کو ہمارے بیان ایک میت ہو جاتی ہے تو گھر داروں کا کیا حال ہوتا ہے؟ غمِ گراہوں کی بغیر اور چاہہ و گریں کی تلقینِ صبر کے باوجود آئینہ نہیں ٹھٹھٹا، اضطراب کی آگ نہیں بجھتی، اور نالہ و فریاد کا شور نہیں کم ہوتا۔ پھر کرنا کے میلن میں حرم کی ان سوگوار عورتوں پر کیا گزری ہو گی جن کے سامنے بیڑوں، شوہروں اور عزیزوں کی ناشوں کا انبار لگھوڑا تھا جو تم گمراہوں اور شریکِ حال بھدروں کے جھرمٹ میں منہیں خوشنوار دشمنوں اور منافک دمنوں کے ترے میں تھیں۔

امام عالی مقام کا سر توڑ کرنے کے بعد گزروں نے بدن کے پہاڑیں اتار رکھے۔ جسم طہر پر تیز سے گئے ۳۴ رات اور کھوار کے ۳۴ گھنٹے کے بعد اسے کچر پر پڑی فوج کے دس ناچاروں نے منہ کے خست بکری کی نقش کو گھونٹوں کی نالیوں سے روند ڈالا۔

حضرت زینب اور شہر بانو مٹے سے یہ خبر منظر دیکھ کر پھلا اٹھیں اور صبح مار کے زمین پر گر پڑیں، اس کے بعد عمر اور ابن سعد دنا تے ہوئے شیعہ کی غارت گری سے بدگشت شہر نے اندر گھس کر یہ گلیاں سرم کی چادریں پھین لیں۔ سامان لوٹ لیا حضرت زینب بنت علیؓ نے غیرت و اضطراب کی آگ میں ٹھٹھکے ہوئے کہا:

عمر اتری انھیں پھوٹ جائیں تو سر دلالت کی بیٹیوں کو بے پردہ کرنا چاہتا ہے۔ عباسیوں کے محافظ شہید ہو گئے۔ اب دنیا میں جلا کوئی نہیں ہے۔ یہ مانا کہ ہماری جگہ ہی نے مجھے دلیر بنا دیا ہے لیکن کیا گھر بچانے کا احسان بھی تو قبول کیا؟ سنگ دل ظالم اناموس محمدؐ کی بے حرمتی کر کے کلمہ خداوندی کو حرکت میں ڈالا۔ مجھے اتنا بھی لحاظ نہیں ہے کہ ہم اسی رسول کی نواسیاں ہیں جس نے عالم طائی کی قیدی لٹکی کو اپنی سپا اور انصافی تھی۔

حضرت زینبؓ کی گھر تھی کوئی آواز سن کر عبد الجبار ڈکھڑکاتے ہوئے اپنے بستر سے اٹھے اور عمر پر تلوار اٹھانا چاہتے تھے کہ ضعف و قناعت سے زمین پر گر پڑے شہر نے یہ معلوم کرنے کے بعد کہ یہ امام حسینؑ کی آخری نشانی ہے اپنے پاؤں کو کھم دیا کہ اسے بھی تھک کر ڈالتا کہ حسینؑ کا دم دشمنان دنیا سے بالکل مٹ جانے میں ابن سعد نے اس سامنے سے اتفاق کیا اور یہ معاہدہ کے حکم پر منحصر تھا۔

شام ہو چکی تھی۔ بڑی فوج کے سردار رطل فرخ میں مشغول ہو گئے۔ ایک رات پھر گئے تک سرور دشمنان کی مجلس گرم رہی۔

ادھر چچے والوں کی یہ شام طریاں قیامت سے کم نہیں تھی۔ حرم کے پاسانوں کے گھر میں چراغ بھی نہیں جل سکا تھا۔ ساری لغنا سوگ میں ڈوب گئی تھی۔ مقتل میں انہم کا کپلا بڑا لاشہ بے گروہ کوئی پڑا تھا۔ جیسے کے قریب گھنٹن ڈبر کے پامال بچوں پر دود

ناک حسرت برس رہی تھی۔ رات کی بھیاں کب اور وحشت خیز تاریکی میں اہل خیمہ جو کب پڑتے تھے۔ زندگی کی یہ پہل سوگوار اور اداس رات حضرت زینبؓ اور حضرت شہر بانوؓ کا سنہیں کٹ رہی تھی۔ رات بھر شیعہ سے سیکڑوں کی آواز آتی رہی۔ آہوں کا دھواں اٹھتا رہا اور روتوں کے قافلے اترتے رہے آج پہلی رات تھی کہ خدا کا گھر بسانے کے لیے اب حرم نے اپنا سب کچھ فدا دیا تھا۔

پہاڑیں پھیل میدان، مقتل کی زمین، خاک و خون میں پڑے ہوئے ہرے ہرے میت کا گھر، بالیس کے قریب ہی تیمار کے کراہنے کی آواز، بھوک اور پیاس کی ناقہانی، غوغا اور ندوں کا زرد مستقبل کا اندیشہ، ہجر و فراق کی آگ، آہ، کھینچ پھینک دینے والے سارے اسباب عقل کی پہلی رات میں جٹ ہو گئے تھے۔

بڑی مشکل سے صبح ہوئی، اجمالاً پھیلا اور دن چڑھنے پر ابن سعد اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ آدمیوں کے کراس کی نئی چوڑ پر حضرت زینبؓ، حضرت شہر بانوؓ اور حضرت زینؓ العابدینؑ سوار کرائے گئے۔ بھولوں کی طرح نرم دنا رنگ ہاتھوں کو رسوئی سے بھرا دیا گیا۔ عابد تیمار اپنی والدہ اور بچہ بھیج کے سقتا اس طرح ہاتھ دے گئے کہ ذرا سا جنبش بھی نہیں کر سکے تھے۔

دوسرے آدمیوں پر باقی خواتین اور بچیاں اسی طرح کوسوں میں بندھی ہوئی سوار کرائی گئیں۔ اہل بیت کا یہ ٹاپٹا قافلہ جس وقت کربلا کے میدان سے رخصت ہوا اس وقت قیامت قریب منظر ضبط تحریر سے باہر ہے۔

دافعہ کر بلا کے ایک عینی شاہد کا بیان ہے کہ قرطی جنگ گوشہ بھول کا سر مبارک جڑ سے پر لٹا ہے۔ ہرے ایران حرم کے اوٹ کے آگے آگے تھا پچھلے ۷۰ شہداء کے گلے ہوئے سر دوسرے اٹھیا، بیٹے ہوئے تھے۔

فائدہ رسالت کا یہ تاراج کا قلعہ جب عقل کے قریب سے گزرنے لگا تو حضرت امام کی گروہ روغن نش و اور دیگر شہداء کے حرم کے جنازوں پر پھڑپھڑتے ہی خواتین اہل بیت بیتاب ہوئیں۔ دل کی چٹ منہ بڑ ہوئی۔ آہ و فغاں کی صدا سے کربلا کی زمین ہل گئی۔

عابد بیا دستِ ثوب، اضطراب سے عیش پر عیش رہا کہ سچے اور حضرت شہر بانوں میں کسی طرح سنبھلا دے رہی تھیں۔ قیامت کا یہ دل گلاز منظر دیکھ کر بہتروں کی آنکھیں بھی ڈبڈبا اٹھیں۔

حضرت فاطمہ الزہراءؑ کی لاٹوئی میں حضرت زینبؑ کا حال دیکھ کر زیادہ رقت انگیز تھا ہندو جاناکاہ کی سبے غمخیز میں انہوں نے دیکھ کر غمخیز کی طرف رخ کر لیا اور دل ہلا دینے والی آواز میں اپنے تانا جان کو حق طلب کیا۔

یا محمد! آپ یہ آسمان کے فرشتوں کا سلام ہو۔ یہ دیکھئے آپ کا لاٹو لٹا حین رویتان میں پڑا ہے، خاک و خون میں آلودہ، تمام بدن موشے موشے ہے، مٹی کو گورو لٹن میں میر سنبھلے ہے۔ تانا جان! آپ کی تمام اولاد قتل کر دی گئی۔ بڑا ان پر خاک اٹا رہی ہے آپ کی بیٹیاں قید ہیں۔ ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، منہ میں کسی ہوتی ہیں، بچہ میں کوئی ان کا یاد و رشتا سامنیوں۔ تانا جان! اپنے منہوں کی فریاد کو پہنچئے۔

ابن کثیر کا بیان ہے کہ دوست و دشمن کوئی ایسا نہ تھا جو حضرت زینبؑ کے اس بیان پر کبیدہ نہ ہو گیا ہو۔

اسیرانِ حرم کا قافلہ انگھارا آنکھوں اور جھگڑاؤں کے ساتھ کربلا سے رخصت ہو کر کوئلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ سٹم بڑی تھی ایک پہاڑ کے دامن میں چڑی توج کے سرداروں نے چڑاؤ ڈالا۔ اسیرانِ اہل بیت اپنی دینی سوا دیوں سے اتار لیے گئے۔

چاندنی رات تھی۔ رسیوں میں بکڑے ہوئے حرم کے یہ قیدی رات بھر سکے رہے پیشانی میں جھٹکے ہوئے سجدوں کے لیے بھی غلاموں نے رسیوں کی بندھن ڈھیل نہ کی۔ پچھلے پر حضرت زینبؑ مناجات میں مشغول تھیں کہ ابنِ سعد قریب آیا اور اس سے طنز کرتے ہوئے دریافت کیا، قیدیوں کا کیا حال ہے؟ کئی بار پچھلے کے بعد حضرت زینبؑ نے منہ ڈھانپ کر جواب دیا خدا کا شکوہ ہے۔ نبی کا چمن حاراج ہو گیا۔ ان کی اولاد قید کر لی گئی، رسیوں سے تمام جسم نیچے پڑ گئے ہیں۔ ایک ہزار چیمبر جاں بوجھ ہے اس پر بھی کچھ کو ترس نہیں آتا۔ اور نہیں تو بہاوی کے کسی کا قاتل دھکا ہے اسب تو ہیں ابنِ زید اور دیرید کی قربان گاہ میں سے جا

رہا ہے۔

اسا جیتے جیتے وہ چھوٹ چھوٹ کر روئے گئیں حضرت زینبؑ العابدینؑ نے پھونکی کو نسل دی اور کہا: خون کے قاتلوں سے چڑو کو سم کا شکوہ ہی کیا ہے۔ پھونکی جان! بس ایک آرزو ہے کہ بابا جان کا سر میری گود میں کوئی لا کر ڈال دے اور میں نے اپنے سینے سے لگا لوں؟

ابنِ سعد نے کہا، گود میں نہیں تیرے قدموں کی ٹھوکر پر ڈال سکتا ہوں تو اگر راضی ہو تو راستہ راد کر۔

غلام نے پھر زخموں پر ٹنگ چڑھا، پھر حرم کے قیدی تھلا اٹھے۔ اضطراب میں بھی ہوئی ایک آواز کان میں آئی۔

۔ بھرتی! تو جو آقاں جنت کے سردار سے گستاخی کرتا ہے، کیا بھگتہ خبر نہیں ہے کہ یہ گستاخاؤں میں اب بھی دو جہان کا مالک ہے۔ ذرا غور سے دیکھ! بوسہ گاہ رسول پر انوار و تجلیات کی کیسی پارسش ہو رہی ہے؟ صرف جسم سے رابطہ ٹوٹ گیا ہے، عرش کا رابطہ اب بھی قائم ہے۔

اس آواز پر حرم طرف سنا چھا گیا، اسی عالمِ آندہ میں اسیرانِ اہل بیت کا یہ تاراج قافلہ کو قہر پہنچا۔ ہالے شرم و ہیبت کے ابنِ سعد کے شہر کے باہر جھل میں قیام کیا۔

رات کے ستارے میں حضرت زینبؑ مناجات و دعائیں مشغول تھیں۔ ایک ملی آواز کان میں آئی۔

”بی بی! میں حاضر ہو سکتی ہوں؟“

نگاہ اٹھ کر دیکھی تو ایک جھیلانہ پر چارو ڈالے منہ چھپانے سامنے کھڑی ہے۔ اجازت ملے بی بی قدروں پر گر پڑی اور دست بستہ عرض کی۔

میں ایک غریب و محتاج عورت ہوں، بھوکے پیاسے آلِ رسول کے لیے بھڑکا سا کھانا ہے پانی کے کرھانہ ہوئی ہوں۔ بی بی! میں غیر نہیں ہوں۔ ایک مدت ملک شہزادی رسولِ حضرت سیدہ فاطمہؑ الزہراءؑ کی کنیز کا شرف حاصل رہا۔ یہ اس نے

کی بات ہے جبکہ سیدہ کی لگو میں ایک سختی تھی پہلی سختی جس کا نام زینب تھا۔

حضرت زینب نے اپنے بوسے جذبات پر قابو پا کر جواب دیا۔ تو نے اس جھگڑا پر دیکھ میں ہم غلاموں کی مہمان نوازی کی ہماری دعاؤں تیرے ساتھ ہیں۔ خدا تجھے دایرین میں خوشی عطا فرمائے۔

بڑھیا کو جب معلوم ہوا کہ یہی حضرت زینب ہیں تو بیچ مار کر گئے بہت گئی اور اپنی جان نبوت رسول کے قدموں پر تیار کر دی۔

عشق و اخلاص کی تاریخ میں ایک نئے شید کا اضافہ ہوا۔

دوسرے دن ظہر کے وقت اہل بیت کا ہڑا کر دیا کوئی کی آبادی میں داخل ہوا ہزار میں دونوں طرف سنگ دل تماشائیوں کے گھٹھ گئے ہوئے تھے۔

خاندانِ نبوت کی یہاں شرم و نفرت سے لڑی جا رہی تھیں۔ مسجد سے سر جھکا لیا تھا کہ معصوم چروں پر غریب عسکرم کی نظر نہ پڑ سکے۔ و فرجہ جسم سے آنکھیں اٹھیا۔ تھیں۔ دل دوسرے تھے۔ اس احساس سے زخموں کی میں اور بڑھ گئی تھی کہ کہلا کے میدان میں جو قیامت ٹوٹا تھی ٹوٹ گئی اب تھوڑی کے ناموس کو گلی گلی پھیرا جا رہا ہے۔

کلمہ چھنے والی امت کی نفرت دفن ہو گئی تھی خوشی کے جشن میں سارا کوڈ نکلا تاج رہا تھا۔ ابن زیاد کے سے نفرت سپاہی فوج کا نعرہ بلند کرتے ہوئے آگے سے چل رہے تھے۔ جب اہل بیت کی سواہی کلمہ کے قریب پہنچی تو ابن زیاد کی بیٹی فاطمہ اپنے منہ پر نقاب ڈالے ہوئے باہر نکلی اور خاموش دودھ پڑی حسرت کی نظر سے یہ منظر دیکھتی رہی۔

ابن زیاد اور کشفہ کے حکم سے سیتا نیاں آباد کی گئیں۔ عابد بیا راہی والدہ اور چھوٹی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے ادھر بخاری شہرت سے ضعف نہ توانی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ اوست سے ارستہ وقت عیش آگیا اور بے حال کو زمین پر گر پڑے۔ سر زخمی ہو گیا۔ خون کا قرارہ چھوٹنے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت زینب بے تاب ہو گئیں۔ ولی ہوا کیا

ڈیڈی ہوئی آنکھوں کے سسٹا کئے گئے۔

”آل فاطمہ میں ایک عابد بیا رہی کا خون محفوظ رہ گیا تھا چلو اچھا ہوا کوئی کی زمین پر یہ قرض بھی ادا ہو گیا“

ابن زیاد کا دربار نہایت ترک و احتشام سے آراستہ کیا گیا تھا۔ فوج کے نئے میں سرشار، تخت پر بیٹھا ہوا ابن زیاد اپنی فوج کے سرداروں سے کراٹکے واقعات کسں رہا تھا۔

ساتھ ایک شہنت میں امام اہل مقام کا سر مبارک رکھا ہوا تھا۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک بھڑی تھی وہ بار بار حضرت امام کے ہاتھ مبارک کے ساتھ گستاخی کرتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ اسی منہ سے خلافت کا دعویٰ رہا تھا۔ دیکھ لیا قدرت کا فیصلہ۔ جی سر بلند ہوا باطل کو قدرت نصیب ہوئی۔

صحابی رسول حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت دربار میں موجود تھے۔ ان سے یہ گستاخی دیکھی نہ گئی۔ جوش عقیدت میں جتنی بڑھے۔

”ظلم، بیکاری، تباہی، جھڑی بٹالے، نسبت رسول کا احترام کر دینے سے بار بار سر کا دوسرے پہرے کا پوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔“

ابن زیاد نے حضرت سے بڑھ داب کھاتے ہوئے کہا: تو اگر صحابی رسول نہ ہوتا تو میں تیرا سر قلم کر دیتا۔

حضرت ارقم نے حالت غیظ میں جواب دیا۔ اتنا ہی مجھے رسول اللہ کی نسبت کا لانا ہوتا تو ان کے جھگڑوں کو تو کبھی قتل نہ کرتا۔ نہ کھاتے نہ داب لگتے نہ آتی کہ جس رسول کا تو کلمہ چھٹتا ہے انہی کی اولاد کو تیرے تیغ کر دیا ہے اور اب ان کی عفت تاب سٹیوں کو قیدی بنا کر گلی گلی پھرا رہا ہے۔

ابن زیاد یہ زلزلہ جواب کسں کر سکا لایا۔ لیکن مصلحت خون کا گھٹون پنی کے رہ گیا۔ میدانِ حرم کے ساتھ ایک چادر میں پٹی ہوئی حضرت زینب ایک ایک گوشے میں بیٹھتی ہوئی تھیں۔ ان کی کینزوں نے انہیں اپنے بھرست میں لے لیا تھا۔ ابن زیاد کی

نظر مٹی تو دریافت کیا یہ عورت کون ہے؟ مٹی باد پوچھنے کے بعد ایک کینڑ نے جواب دیا۔  
 "حضرت زینب بنت حضرت علیؑ"

ابن زیاد نے حضرت زینب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، خدا نے تیرے کرشمے سرور اور تیرے اہل بیت کے نافرمان بائیسوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا کر دیا ہے۔

اس اذیت ناک جھگڑے پر حضرت زینب اپنے تئیں تسلیاں دیکھیں، بے اختیار رو پڑیں۔  
 دانش تو نے میرے سرور کو قتل کر ڈالا، میرے خاندان کا نشان مٹا یا میری شانیں کاٹ دیں۔  
 میری جڑ اکھاڑ دی، اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا ہے تو ہو جائے۔

اس کے بعد ابن زیاد کی نظر عابدیہ پر پڑی وہ انہیں جس قتل کرنا ہی چاہتا تھا کہ  
 حضرت زینب بے قرار ہو کر چیخ اٹھیں، میں سمجھ گئے ندا کا واسطہ دینی ہوں اگر تو اس بچے کو  
 قتل کرنا ہی چاہتا ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر ڈال؟

ابن زیاد پر دیر تک کتنے کا عالم طاری رہا، اس نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا،  
 خون کا رشتہ بھی کسی عجیب چیز سے دانش بچے یقین سے کہ یہ بچے کے ساتھ کتنے دل  
 سے قتل چونا چاہتی ہے، اچھا اسے چھوڑ دو، یہ بھی اپنے خاندان کی عورتوں کے  
 ساتھ رہے گا۔ (ابن حنیہ رحمہ اللہ)

اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے جامع مسجد میں شر والوں کو جمع کیا اور شرط  
 دیتے ہوئے کہا،

"اس خدا کی حمد و ستائش جس نے امیر المومنین یزید بن معاویہ کو غالب کیا اور  
 کذاب ابن کلاب حسین بن علی کو ہلاک کر ڈالا۔

اس اجتماع میں مشہور عتبہ اہل بیت حضرت ابن عقیل بھی موجود تھے ان سے خطبے  
 کے یہ الفاظ سن کر دماغی، فرط غضب میں کانپتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور ابن زیاد کو  
 لٹکارتے ہوئے کہا،

خدا کی قسم تو ہی کذاب ابن کلاب ہے، حسین سچا اس کا باپ سچا اور اس کے نانا سچے  
 ابن زیاد اس پر اسے مٹا اٹھا اور حیلہ و کونہ دیا کہ شہزادہ عام پر پے جا کر

کے اس ٹڈے کا سر قلم کر دو۔

ابن عقیل شوق شہادت میں پھٹے ہوئے اٹھے اور مقتل میں پہنچ کر چپکے ہوئی  
 تلوار کا سکاڑے ہوئے غیر مقدم کی خون بہا۔ لاش ٹپائی اور ٹھنڈی ہو گئی، کونڑے ساحل  
 پر جان شادوں کی تعدادیں ایک عدد کا اور اضافہ ہوا۔

دوسرے دن ابن زیاد نے اہل بیت کا مارچ قائلہ ابن سعد کی سرکوبی میں دمشق  
 کی طرف روانہ کر دیا، حضرت امام کا سر مبارک تیرے پر آگے آگے چل رہا تھا بچے اہل بیت  
 کے اوٹ تھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ امام عالی مقام اب بھی اپنے عزم کے قائلہ کی  
 ٹکرائی فرما رہے تھے۔

اٹائے سفر مبارک سے عجیب عجیب غوارات و کرامات کا ظہور ہوا، رات کے ستائے  
 میں نام و فغان کی رقت، بیخیزندہ لاش فغان میں گونجنی تھیں کبھی سر مبارک کے ارد گرد  
 نور کی کرن چھٹی ہوئی محسوس ہوتی۔

جس آبادی سے یہ قافلہ گذرتا تھا کہ ہر اہم ہوا جو تھا، دمشق کا شہر نظر آتے ہی  
 بڑی فرح کے سر دار خوشی سے ناپچنگے، رنج کی خوش خبری سننے کے لیے ہر قافل  
 اپنی جگہ بے وقت اور تھا۔

سب سے پہلے درحمن قیس نے یزید کو فتح کی خبر سنائی۔

"حسین ابن علی اپنے اٹھارہ اہل بیت اور ساتھ انھوں انصاری کے ساتھ ہم جگہ  
 پہنچے ہم نے چند گھنٹوں میں ان کا قلع قمع کر دیا، اس وقت کر بلا کے رگستان میں ان کے لاشے  
 برونہ چڑے ہوئے ہیں، ان کے کپڑے خون میں تر ہیں، ان کے رخسار گود دغا رہے ہیں برونہ  
 ہیں، ان کے جسم و روپ کی کمالت اور نوا کی شدت سے خشک ہو گئے ہیں"

پہلے توفیق کی خوش خبری سن کر یزید کہہ م اٹھا لیکن اس زلزلہ خیز اور ہلاکت آفرین  
 اقدام کا ہر ان کا انجام جب نظر کے سامنے آیا تو کانپ گیا، بار بار چھاتی پٹینا تھا کہ ہائے  
 اس واقعہ سے پیشہ کے لیے ننگ اسلام نہ دیا، مسلمانوں کے دلوں میں میرے لیے نفرت

اور دشمن کی آگ ہمیشہ سلفی رسدہ کی قاتل کی پیشانی مقبول کی اہمیت تو بڑھ سکتی ہے یہ قتل کا الزام نہیں اٹھا سکتی اس مقام پر بہت سے لوگوں نے دھوکا کھب یا ہے۔ انہیں نفسیاتی طور پر ضرورت حال کا معاملہ کرنا چاہیے اس کے بعد یزید نے سرشام کے سرداروں کو اپنی مجلس میں بلایا۔ اہل بیت کو بھی جمع کیا اور امام زین العابدین سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

اے علی! تمہارے ہی باپ نے میرا رشتہ کاٹا۔ میری حکومت چھیننا چاہی اس پر خدا نے جو کچھ کیا وہ تم دیکھ رہے ہو۔ اس کے جواب میں امام زین العابدین نے قرآن کی ایک آیت پڑھی جس کا مہم یہ ہے کہ تمہاری کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو پہلے سے نہ لکھی ہو۔

دیر تک خاموش رہی۔ پھر یزید نے شامی سرداروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا اہل بیت کے ان اسیروں کے بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے؟ بعضوں نے شامت ختم کلامی کے ساتھ بدسلوکی کا مشورہ دیا مگر فہمان ابن ابی شمر نے کہا کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اس حال میں دیکھ کر کرتے۔

یزید نے حکم دیا کہ اسیروں کی رسیاں کھول دی جائیں اور سیدائوں کو شامی محل میں پسٹا دیا جائے۔

یزید نے حضرت زینبؓ کو روپوں اور انہوں نے ٹکڑے ڈال دیے کہا: تو اپنی حکومت میں رسول زادوں کو کھلی گلی پھرا چکا جب ہماری بیٹے کی کاٹا شامی عورتوں کو نہ دکھا۔ ہم خاک نشینوں کو کوئی ٹوٹی چھوٹی جگہ دے دے جہاں سر چھپا لیں؟

بالآخر یزید نے ان کے قیام کے لیے علیحدہ مکان کا انتظام کیا۔ امام کا سر مبارک یزید کے سامنے رکھا ہوا تھا اور وہ بدبخت اپنے ہاتھ کی چھڑی سے پیشانی کے ساتھ گستاخی کر رہا تھا۔ صحابی رسول حضرت احمی نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

خاتم ایہ ہر گاہ رسول ہے اس کا احترام کر؟

یزید یزید کے گھلا گیا۔ صحابی رسول کے خلاف کچھ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ حضرت زینبؓ کی خواہش پر سر مبارک ان کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ سامنے دھکے مار رہی تھیں بھی حضرت شہر بانو اور ام ربابؓ سینے سے لگائے بیٹے ہوئے دونوں کی یاد میں گھبراہٹیں۔ ایک رات کا ذکر ہے نصف شب گزر چکی تھی سارے دشمن پر نیند کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اہل بیت کے مصائب پر ستاروں کی آنکھیں بھی ہیرا کی تھیں۔ اپنا تک سادات کی قیام گاہ سے کسی عورت کا نام بلند ہوا۔ محل کی دروازے کھلی۔ دل کی آگ سے فضا میں چنگاریاں اڑنے لگیں۔ یزید دہشت سے کانپنے لگا۔ جا کر دیکھا تو حضرت زینبؓ بھائی کا سر گود میں لیے ہوئے پلٹا رہی تھیں۔ درد و کرب کی ایک قیامت جاگ اٹھی ہے اس درد غیر نمٹے اس کے دل میں جو دہشت سانی تو عسکر کی آغوش سانس نہیں لیتی۔

اسے اندازیدہ ہو گیا کہ کلیہ قوت دینہ والی یہ فریاد اگر دشمن کے دروازے ٹکرائی تو شامی محل کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔ چونکہ دشمن کی جامع مسجد میں حضرت امام زین العابدینؓ نے اہل بیت کے فضائل و مناقب اور یزید کے منہ پر پھشتل جو تاریکی خطبہ دیا تھا اس نے لوگوں کے دل جلا دیئے تھے اور احوال میں اس کی اثر انگیزی اس تک باقی تھی۔

اگرچہ یہ کاسلہ کچھ دیر جاری رہتا اور یزید کے گھیر کر اذان نہ دلا دی ہوتی تو اسی دن یزید کے شکست ہی اقتدار کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی۔ اور اس کے خلاف عام بغاوت پھیل جاتی۔

اس لیے دوسرے ہی دن نھان ابن بشر کی سرکردگی میں ستم سواروں کے اہل بیت کا یہ تاراج کر دیا۔ مدینے کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

ہزار گمشدگی کی کرکڑاکی دیکتی ہوئی چنگاری کسی طرح ٹھنڈی ہو جائے لیکن جو آگ بجز وہیں لگے جاتی تھی اس کا سرد ہونا نہیں تھا۔ صبح کی فائز کے بعد اہل بیت کا دل کافر قافلہ مدینے کے لیے روانہ ہو گیا۔

حضرت نعمان ابن بشیر بہت قوی القصب، پاکیزہ اور محبت اہل بیت سے۔ دمشق کی آبادی سے پریشانی کا فائدہ ہر نیکو حضرت مسلمان، امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہونے اور دست بستی عرض کیا۔ یہ نیاز منہ حکم کا غلام ہے جہاں جی چاہے تشریف لے جائیے۔ میری تکلیف کا خیال نہ کیجئے۔ جہاں حکم دیجئے گا چڑاؤ کروں گا جب فرمائیے گا کوچ کروں گا۔

چچہ کو گن کا کہنا ہے کہ امام زین العابدین وہیں سے چلا آجس ہوئے اور شعلہ سے اہل بیت کو دن کیا اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آس پاس کی آبادیوں کو جب خبر ہوئی تو وہ آئے اور شہیدوں کی تجنیز و تکفین کا فرض انجام دیا۔ آخر ان کی روایت زیادہ مستند و اہم ہے۔

حضرت امام عرش مقام کا سر بہارک اب نیز سے پریشانی تھا۔ حضرت زینب، حضرت شہر بانو اور عابدہ بیکار کی گود میں تھا۔ بہاروں، بھڑاؤں اور دیکھناؤں کو مجبور کرتا ہوا، قافلہ دہنے کی طرف چلتا رہا۔ منزلیں بڑھتی رہیں اور پھرنے کے جذبات پھٹنے رہے۔ یہاں تک کہ گئی دنوں کے بعد اس بات کی سرحد شروع ہو گئی۔ اچانک سویا ہوا درد جاگ اٹھا۔ رقت و درک شہزادیاں اپنے تئیں کا موسم بہار یاد کر کے چل گئیں۔ گرد جاتے ہوئے انہی راہوں سے بھی گزرتے تھے۔ بظہور امامت کی یہ رانیاں اس وقت اپنے تاجداروں اور نازداروں کے غلام عافیت میں تھیں۔ زندگی خاتم و آخر کی مسکراہٹوں سے مسرور تھیں۔ کلیں سے لے کر ٹخنوں تک سارا چین ہر اہل ہوا تھا۔ ذرا چہرہ آداس ہوا چہرہ گروں کا بزم لگ گیا۔ چلوں پہ خفا سا قطرہ چمکا اور پیار کے ساگر میں طوفان امنٹنے لگا۔ سوئے میں ذرا جا بوجھ گئے اور آنکھوں کی نیند اڑ گئی۔ اب اسی راہ سے ٹوٹ رہے ہیں وقت مومن کے سینے کا نثر کی ہر جہاں کھڑی ہیں۔ توب توب کہ قیامت بھی سر پہ اٹھالی تو کوئی تسکین دینے والا نہیں۔ خیر اجاڑ چاہے۔ حق نظر دیان ہو چکا ہے۔ شہزادوں اور رانیاں کی جہگہ اب آشفٹہ حال تھیوں اور بھڑاؤں کی ایک جماعت ہے جس کے سر پہ اب صرف آسمان کا سایہ رہ گیا ہے۔ لمبوں کی جنبش اور آبرو کے اشاروں سے ایڑوں کی زنجیر کوڑنے

دائے آج خود اسیر کرب و بلا ہیں۔ دینے کی مسافت تھمتے تھمتے اب چند منزل رہ گئی ہے ابھی سے پہاڑوں کا بجز کانپ رہا ہے زمین کی چھائی بل رہی ہے۔ قیامت کو پمپ نہ آ رہا ہے کہ گرلا کے فریادی مالک کو زمین کے پاس جا رہے ہیں قافلے میں حسین نہیں ہے اس کا کٹا ہوا سر چل رہا ہے۔ استغاثے کے ثبوت کے لیے کہیں سے کو لانا نہیں ہے۔ لہذا دھڑکنا نہیں جب اپنے تاجا جان کی تربت پر حاضر ہونے کے لئے قرقاگ دان گیتی کا انجام دیکھنے کے لیے کس کے پرش سلامت رہ جائیں گے۔

پروا میں گرلا کے مسافروں کی آج آخری رات حقی ضایت ہے قزاقی میں کٹی۔ انکاروں پر کوڑت بدستے رہے۔ صبح تھکے ہی کو کرب کے لیے تیار ہو گئے۔ نعمان بن بشیر کے آگے چل رہے تھے ان کے پیچھے اہل بیت کی سواریاں تھیں۔ سب سے آفرین حسیں محافلہ سپاہیوں کا مسخ دست تھا۔

دو پہرے بعد دینے کی سرحد شروع ہو گئی۔ اب فریادوں کا حال بدلتے لگا۔ سینے کی آگ نیز ہونے لگی۔ جیسے جیسے قریب آتا جا رہا تھا جذبات کے سمندر میں طوفان کا عالم بڑھتا جاتا تھا۔ کچھ دیر چلنے کے بعد اب پہاڑوں نظر آئے تھیں۔ عجب دروں کی قطار اور سبزہ زاروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

چوٹی دینے کی آبادی چلی صبر و تحبیب کا بیجا بھٹکا اٹھا۔ کلبہ کو ٹوکر آہوں کا دھواں نکلا اور ساری فضا پر چھا گیا۔ ارمانوں کا گہوارہ دیکھ کر دل کی چوٹ ابھر گئی حضرت زینب، حضرت شہر بانو اور حضرت عابدہ بیکار اپنے ہونے جذبات کی تاب نہ لائے۔ اب کرم کے دریاں تلوں سے زمین کا پھنے لگی۔ پھر دل کا کلبہ چھٹ گیا۔

اب سائنڈ کی سوار سے بھی کی طرح سارے دینے میں غم و ڈرا دی کر رہا ہے نبی زادوں کا کٹا ہوا قافلہ آ رہا ہے۔ شہزادہ رسول کا کٹا ہوا سر بھی ان کے ساتھ ہے۔ یہ خبر سننے ہی ہر طرف کراہ مچ گیا۔ قیامت سے پہلے قیامت آگئی۔ دھو دھم اور حسد پہ بے خردی میں اہل مدینہ آبادی سے باہر نکل آئے جیسے ہی آسمان سنا ہوا اور لگاؤں

چار ہوش دونوں طرف شورش علم کی قیامت ٹوٹ پڑی۔ آہ و فغاں کے سزور سے  
مدینے کا آسمان دہل گیا۔ حضرت ام کاکن ہذا سر دیکھ کر لوگ سبے قہر ہو گئے۔  
دھڑکی مار مار کر رونے لگے مگر کس صحت نام بچھڑ گئی۔ حضرت زینب مسند یاد کرتی  
ہوئی مدینہ میں داخل ہوئیں۔

نانا جان! اٹھئے! اب کوئی قیامت کا دن نہیں آئے گا۔ آپ کا سارا کسبہ ٹٹ گیا  
آپ کے لاڈلے شہید ہو گئے۔ آپ کے بعد آپ کی امت نے جہاد سہاگ چھین لیا،  
سبے آپ و دانہ آپ کے بچوں کو تڑپا کر پاسکے ملا۔ آپ کا لاڈ لائیں آپ کے نام کی  
دلیا دیتا ہوا چل بسا۔ کہلا کے میدان میں ہمارے جگر کے ٹکڑے ہماری نگاہوں کے  
سائے ڈھنچے کیے گئے۔ آپ کے پیار کا بیٹا ہوا چھن تاراج ہو گیا نانا جان!  
نانا جان یہ چین کا کن ہوا سر بیٹھے۔ آپ کے انتقام میں اس کی آنکھیں کھلی ہوئی  
ہیں ذرا دم قدر سے نکل کر اپنی آشفتمہ نصیب بیٹیوں کا دردناک حال دیکھیے۔

حضرت زینب کی اس فریاد سے سننے والوں کے پلکے جھٹ گئے۔ ام المومنین حضرت  
ہم سلمہ و حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار اور حضرت  
عبداللہ ابن زبیر کی رقت آنکھ کی کیفیت تاب نہ پا کر ہاتھ پٹی۔

حضرت عقیل کے گھر سے بچے پر مرثیہ پڑھ رہے تھے۔ قیامت کے دن وہ امت کیا  
جو اب دے گی جب اس کا رسول پوچھے گا کہ تم نے ہمارے بعد ہماری اولاد کے ساتھ یہی  
سلوک کیا کہ ان میں سے بعض خاک و خون میں پلٹے ہوئے ہیں تلواروں، نیزوں اور نیزوں  
سے ان کے جسم کھل، ان کی لاشیں سبے آپ و گیہ وادی میں پڑی ہوئی ہیں اور ان میں  
سے بعض قیدی ہیں۔ کہسوں کے بندھن سے اتھرتے پڑ گئے ہیں۔

حضرت صفری بھیچا نہیں کھا کر گریہی پھینکی۔ بابر بار اپنی والدہ اور چھوٹی  
سے لپٹ لپٹ کر رو پھینکی تھیں۔ ہمارے بابا جان کمال میں، ہمارے خٹے علی ناصر  
کو کہاں چھوڑ آئے۔ بابا جان وعدہ کر گئے تھے کہ جلد ہی وہ واپس آئیں گے جس طرح  
ہو انہیں مٹانے کے لایئے۔

اپنے نام کا کن ہوا سر پہلے اہل بیت کا یہ تاراج کاروان جس دم روضہ رسول پر حاضر  
ہوا۔ نہوا میں رک گئیں مگر کس وقت بھڑکی۔ بیٹے ہوئے دھارے عظم گئے۔ آسمانوں میں  
اہل پہل پٹ پٹ گئی۔ پوری کائنات دم بخود تھی کہ کسیں ہی کی قیامت نہ آجائے۔

اس وقت کا نگہ دار روح فرما نظر ضبط کھڑے رہے باہر سے قلم کو پار نہیں کر  
درواہم کی وہ تصویر پھینکے تھے جس کی یاد اہل بیت کو صدیوں تڑپاتی رہی۔ اہل حرم کے  
سوا کسی کو نہیں معلوم کہ حجرۂ عاشقہ میں کیا ہوا۔ کہلا کے مسافر اپنے نانا جان کی قربت  
کے کس طرح واپس لوٹے۔ پورے ناکازا سر مردانہ کے باہر تھا۔ رحمت کی جلوہ گام خالص  
میں جب جنت کے پہلوں ہی تھپہ سے توڑ گئی کہ چشم حرم سے اہل جن کا کیا پردہ سہے۔  
برخ کی دیوار توغیروں پر حاکی ہوئی تھی۔ اپنی ہی جود کے پروردوں سے کیا حجاب!  
حضرت زینب، حضرت شہر باؤ، حضرت ام ربیعہ، عابد بیمار اور ام کلثوم و سکینہ یہ سب کے  
سب حرم اسرار ہی تھے۔ اندرون عاز کیا واقعہ پیش آیا کون جانے! اشتیاق آنکھوں پہ  
رحمت کی اسین کی کس طرح رکھی گئی۔ کہلا کے پس منظر میں مشیت الہی کا سر بستہ واذن بفتوں  
میں کھجایا گیا۔ پھر دیوار کھڑے رہنے والوں کو عالم غیب کی ان سرگشاقوں کا حال کیا معلوم؟  
مقررہ رسول سے سیدہ کی خواب گاہ بھی وہی دم سے قحطے پر تھی۔ کون جانتا  
سہے۔ لاڈلے کو سینے سے لٹانے اور اپنے تئیں کو آسوا پنیل میں جذب کرے  
کے لیے مانتا۔ کہ اضطراب میں وہ بھی کسی غمی نذر گاہ سے اپنے بابا حسان کی  
حرم پاک تک آگئی ہوں۔

تاریخ صوف آتا بتاتی ہے کہ حضرت زینب نے جگہ جگہ کہلا کی نزل نہ شیز  
دہستان سٹائی۔ شہر باؤ سے کہا۔ خاندان رسالت کی یہ وہ اپنا سہاگ شاکر وہ دولت پہ  
حاضر ہے۔ عابد بیمار نے عرض کیا!

"یقینی کا دارِ سیدے حسین کی آخسری نشانی ایک بیمار نیم جان شفقت و کرم  
اور صبر و ضبط کی بجھیکے ماتھکسے:

آہ و فغاں کا آہٹا ہوا سہاگ کرم جانے کے بعد شہزادہ کو بہن حضرت ام عالی مقام  
کا سر ہلک دھم شہزادہ حضرت سیدہ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔



## نوکے دو ٹکڑے

آخرین چہرے، بکھرے ہوئے بال اور بوسیدہ پیرا ہی میں نور کی "دو ٹکڑیں" ایک مسلمان لڑکے کے درد آسے پر کھڑی تھیں۔

گرہ خٹ ایام کے ہاتھوں ستائے ہوئے یہ دو گھس بچے تھے، غیرت جیسے آنکھیں جھکی ہوئی تھیں، اخبار بندھا کے پیٹے زبان نہیں نکھل رہی تھی۔

بڑی مشکل سے بڑے بھائی نے یہ الفاظ ادا کیے۔

"کر بلا کے منتقل سے خاندان رسالت کا تو گنا ہوا افتخار مدینے کو واپس بڑا تھا ہم دونوں بھائی اسی قافلے کی تسلسل سے ہیں۔ وقت کی بات ہے بچپن ہی میں ہم دونوں یتیم ہو گئے، قسمت نے دروز کی تھوکوں بکھلائیں، گئی دن ہوئے کہ ایک قافلے کے منتقل بھیک کر ہم کس شہر میں آ گئے۔ زمین سرچھیننے کی جگہ ہے نہ رات بسر کرنے کا ٹھکانہ نہ۔ تین دن کے قافلوں سے بھڑکا ٹھکانہ ملا ڈانسا۔ خاندانی غیرت کسی کے آگے زبان نہیں کھولنے دیتی، اب تکلیف مضبوط سے باہر نکلتی ہے۔

جس کاشی رسول کا خون جاری رکھوں میں موزن ہے ان کے نفع سے ہمارے حال زار پر نہیں، ہم آج ہمارے کچھ سارا دے دو۔

آج شاد ہے یہ سوائے پر ظلوں دعاؤں کے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے لیکن قیامت کے دن ہم آج جان سے قدری غلہ مجاہدوں کا پورا پورا جملہ دلاؤں گے۔

دیس نے دریاں میں دعاغت کرتے ہوئے کہ، بس تمہارا دعاغیں نے سمجھ لیا، بسک اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم تین دن آسے ہو، لاؤ نبی اللہ پیش کرد، اکی رسول کا لبادہ اوڑھ کر بھیک مانگنے کا یہ دھوکہ، بہت فرسودہ ہوتا ہے۔

"تم کوئی دوسرا گھر دیکھو! یہاں تمہیں کوئی سہارا نہیں مل سکتا۔

نور کے تراب سے شہر کی چہرہ اتر گیا، آنکھیں پر دم ہو گئیں۔ یونی غریب الوطنی، بی بی، ایک کسی اور کسی دن کی فاقہ کشی نے انہیں مدحال کر دیا تھا، اب لفظوں کی چوٹ سے دل کا نرم و نازک آئینہ بھی ٹوٹ گیا۔

پاس کے عالم میں دونوں ایک دوسرے کا منہ ٹکھنے لگے، بڑے بھائی نے جھوٹے بھائی کی آنکھ کا آنسو اپنی آستین سے جذب کرتے ہوئے کہا۔

"پیارے مت رو، ابھی غلہ ہو کر مسکرانا اور فاقہ کر کے شکر ادا کرنا ہمارے گھر کی چرائی ریت ہے۔"

دھوپ کا موسم تھا، قیامت کی گرمی پڑ رہی تھی، آؤتی سے کہ چہرہ پر بند ملک سبھی اپنی اپنی پناہ گاہوں میں جا چھپے تھے لیکن چھتین فاقہ کی یہ دو کلاٹے ہوئے بھول کھلے آسمان کے نیچے بے بارود مگا دکھڑے تھے ان کے پیٹے کہیں کوئی آسائش کی جگہ نہیں تھی، دھوپ کی شدت سے جب بے تاب ہو گئے تو سامنے ایک دیوار کے سامنے میں بیٹھ گئے۔

یہ ایک عجیبی کا گھر تھا، عمارت کے رخ سے شان ریاست چمک رہی تھی، تھوڑی دیر دم پیٹنے کے بعد چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا۔

"بھائی جان! جس دیوار کے سامنے میں ہم لوگ بیٹھے ہیں معلوم نہیں یہ کس کا گھر ہے، اس نے مجھے بھی آکر اٹھا دیا تو اب پاؤں میں چلنے کی سکت باقی نہیں ہے، زمین کی تیش سے تھوڑوں میں آہٹے پڑ گئے ہیں، کھڑ ہونا مشکل ہے، آجھوں سے اندر اچھا جانا ہے یہاں سے کیسے اٹھیں گے؟"

بڑے بھائی نے جواب دیا "ہم کسی کی دیوار کا نقصان کر رہے ہیں، صرف سامنے میں بیٹھے ہیں، ویسے ہر شخص کا دل پتھر نہیں ہوتا، پیارے! ہم سکتا ہے آٹے ہمارے حالت زار پر غور آجائے اور وہ کہیں اپنے سامنے نہ اٹھائے اور اگر اٹھا بھی دیا تو دیوں کی آبادی منگ نہیں ہے، انکاروں پر چلنے والے تیشی ہوئی زمین سے نہیں اُرتے۔"

فکرت کرد، میں تپیں اپنی پیٹ پر لادوں گا :

مختواری دیر خاموش رہنے کے بعد چھوٹے بھائی نے نہایت محسوسانہ انداز میں ایک سوال پوچھا : بھائی جان! آپ کو یاد ہوگا اس دن جب ہم لوگ جنگل میں راستہ بھول گئے تھے ہم طوفانِ آندھنیوں کا طوفان اٹھا ہوا تھا اور آسمان سے موسلا دھار بارش ہو رہی تھی ہم لوگوں نے پہاڑ کی ایک کھوہ میں پناہ لی تھی ہر شاہک طوفان نہیں سمجھتا تھا رات ہو گئی اور ہم لوگوں کو اسی کھوہ میں ساری رات بسر کرنا پڑی۔ آدھی رات کو جب ایک شیر گھاسٹا ہوا ہماری طرف آ رہا تھا تو کھوہ سے پرسرار ہر ایک نقاب پوش بزرگ بجلی کی طرح نمودار ہوئے اور ہڈی ٹھوکی کے بعد غائب ہو گئے وہ کون تھے ؟ آج تک یہ راز آپ سے نہیں بتایا :

بڑے بھائی نے سوالیہ لہجے میں کہا : شیر کی خوفناک آواز سن کر ہمارے مزے بچنے نکل گئے ؟ اور تم نے دجست زدہ ہو کر کسی کو لپکا رہا تھا ؟ یاد کرو بس وہ وہی تھے ہمارے دل کی دھڑکنوں سے بہت قریب رہتے ہیں وہ ! ہماری ذرا سی تکلیف ان سے دیکھی نہیں جاتی انہی کا خون ہماری رگوں میں بہتا ہے ۔

ابہ جان کہا کرتے تھے کہ پہلے بار جب وہ پیکر خاکی میں آیا اسے تھے تو ان کے چہرے سے فوری اتنی تیز کرن چھوٹی بھی کرنگاہ اٹھا مشکل تھا اب تو خاکی پر پڑا ہی نہیں ہے کہ حجاب کے اوٹ سے کوئی انہیں دیکھ لے اس لیے اب چہرے پر خود ہی نقاب ڈال کر آتے ہیں تاکہ کوئی نامت بستی کا نظام زندگی درہم برہم نہ ہو جائے۔ ابہ جان یہ بھی کہا کرتے تھے کہ دیکھنے والوں سے ہمیشہ انہیں نقاب ہی ہیں دیکھا ہے۔ بقرت کی پیرسری بخیر نقاب ہی سے متعلق ہیں بحقیقت کا چہرہ ان الفاظ و بیان کی دھڑکن سے ہمیشہ رہا ہے ۔

چند روز کی مصمم لہروں کی طرح سلسلہ بیان جاری تھا اور ”گھر کا عید“ گھر کا راز و شکاف گرد ہوا تھا کہ اسے میں پس پس دیوار آواز سن کر تجھ سے باہر نکلا اس کی نیند میں غلط پڑ گیا تھا۔ وہ منہ سے میں شرابہ تھا میں ہونی لکھن دوسرے ان سین چھوڑوں

پر نظر پڑی اس کا سارا غصہ کا فود ہو گیا ۔

نہایت نرمی سے دریافت کیا ۔

”تم لوگ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟“ بینہ میں سوال اس رئیس نے کیا تھا اور جواب سننے کے بعد اپنے دروازے سے اٹھا دیا تھا ۔

سوال کا انجام سوچ کر چھوٹے بھائی کی آنکھوں سے آنسو اگلے ۔

بڑے بھائی نے ایک دایوس نژاد کی طرح جواب دیا ۔

”ہم لوگ آہل رسول ہیں۔ تیم ہیں اور غریب اعلان بھی ہیں۔ دن کے خاتمے سے ہم جان ہیں تکلیف کی شدت برداشت نہ ہو سکی تو آج بجو کی آگ بجھانے نکلے ہیں۔ وہ سامنے والے رئیس کے گھر پہنچ گئے تھے۔ اس نے ہمیں اپنے دروازے سے اٹھا دیا۔ دھوپ بہت تیز ہے زمین تپ گئی ہے۔ شے پاؤں پھٹتے پاؤں میں آبلے پڑ گئے ہیں مختواری دیکھتے تمہاری دیوار کے سامنے میں بیٹھے ہیں۔ شام ہوتے ہی یہاں سے اٹھ جائیں گے“

بجو نے کہا : سامنے والا رئیس تو اسی نبی کا ٹکڑا ہے جس کی تم اولاد ہو اس نے اس رشتے کا خیال بھی نہیں کیا ؟

بڑے بھائی نے جواب دیا : وہ یہ کہتا ہے کہ تم آہل رسول ہو تو اس کا ثبوت پیش کرو۔ ہم نے ہزار اس سے کہا کہ غریب اعلانی میں ہم کیا ثبوت پیش کر سکتے ہیں تم اس کا ثبوت تمہارے کے دن پر اٹھا رکھو جب کہنا جان بھی وہاں موجود ہوں گے ۔

قیامت کا تذکرہ سن کر تجھ کی آنکھیں چمک اٹھیں اسی سے فیرت آمیز مجھے میں کہا۔ ”تمہاری پیشانیوں میں عالمِ قدس کا نور جھلک رہا ہے اس سے جڑھ کر ادرکی ثبوت چاہیے تھا آؤ ؟

اور یہ بھی کسی کو درجہ کو نظر نہ آئے تو قدموں کے نیچے کچھ جانے کے لیے اپنے رسول کا نام ہی کیا کہ ہے ؟ آخرت کی سرلٹاری کا وارو دار تو بسبت کی قویر ہے نسبت نہ بھی واقعہ کے مطابق جو جب بھی جڑا کا استحقاق میں نہیں جاتا۔ دل کی نسبت بخیر ہے تو اس راہ کی نظر کریں لاف نہیں ہے ۔

ہر حال میں تمہارے قاتل جان کا لکھ گوتہ نہیں ہو سکتا ان کی پاکیزہ اور با عظمت زندگی سے دل ہمیشہ متاثر رہا ہے ان کی نسبت سے تم نونالوں کے لیے اپنے اندر ایک عجیب کشمکش محسوس کر رہا ہوں۔

دیکھ ایک با عظمت رسول کے ساتھ مذہبی تہاد نسبتی تعلق ہوتا جب بھی قتاری بیٹی، عزیز الوطنی اور اس کے ساتھ متبادر معصوم چہرہ دلوں کو جھٹلا دینے کے لیے کافی ہے۔

اب تم ایک معزز زمان کی طرح میرے گھر کو اپنے قدموں کا اعزاز مرحمت کرو اور جب تک اہل خانہ بخش صورت نہ پیدا ہو جائے اسی گھر سے نہیں جانے کا قصد مذکور ہے اس کے بعد وہ تجھی نہیں دو دفن بچوں کو اپنے ہمراہ گھر کے اندر لے گیا اور بڑی سے کہا۔

”دیکھو! یہ تازوں کے پٹے ہونے محمد علی کے شہزادے ہیں۔ ان کے گھر کی چو کھٹ کا اقبال نہیں معلوم بھی ہے۔ چارہ گری اور سفلیں کتنی ہیں ان کا آستانہ ہمیشہ سے درمندیوں کی کائنات کا مرکز رہا ہے وہ واقعہ غالباً نہیں یاد ہو گا جب کہ قتاری گورد خانی بھی گھر اندر نہیں تھا۔ ایک چراغ آرزو کی قناریں کتنی بار قتاری جلیں پر چھل پڑتی تھیں بالآخر اضطراب شرقی میں ایک دن تم دو دفن گھر سے نکل پڑے اور کئی ہفتے کی راہ ملے کر کے ایک گاؤں میں پہنچے تھے۔

جس خواجہ کا رس ذکی چو کھٹ پر گھر سے ہو کر نہیں ایک ”خفتہ جگر“ کی عبارت ملی تھی! معلوم ہے تھیں وہ کون سی جگہ تھی؟ وہ انہی دو شہزادوں کے خاندان سے کی ایک دل نواز بارگاہ تھی۔

لیکن یہ بھی وقت کا ماتم ہے کہ اگر لاکھ بچوں کے کھپ پائی تھیں تو شاداب رہا ہے آج وہ کاتھوں کی ڈک سے گھائی ہیں اور جن کی جگہ کے سامنے میں یہ جہان خانی پھین کی نیند سوتے آج وہ خود دیواروں کا سایہ تلاش کر رہے ہیں۔

یہ کہ ان کے بزرگوں کا احسان تھیں یاد نہ ہو جب بھی کم از کم اتنا ضرور یاد رکھنا

کو تھیوں کی تازہ برداری اور سب سہارا بچوں کی دلی جوئی انسانی اسحاق کا بہت ہی دلکش نمونہ ہے۔

ججوسی کی بیوی ایک رقیق انقلاب عورت تھی۔ ذرا سی دیر میں اس کی مانتا جاگ اٹھی۔ جنتہ اختیار میں دونوں بچوں کو اپنے قریب بٹھا لیا۔ سر پہ ہاتھ پھیرا، نہلا یا کپڑے بدلوائے، بالوں پر تیل رکھا، آنکھوں میں سرور لگایا اور بنا سنوار کر شوہر کے سامنے لائی۔

قلمی شہزادوں کی بلائیں لینے ہونے اس کے یہ وقت انجیز الفاظ ہمیشہ کے لیے گیتی کے سینے میں جذب ہو گئے۔

”ذرا دیکھو! یہ کالی گٹھاؤں کی طرح کالا، یہ چاند کی طرح درخشاں پیشانی، یہ نور کی موجوں میں ٹھہرا ہوا چہرہ، یہ پردے ہونے سورتوں کی طرح دانتوں کی قطار، یہ چھوٹوں کی ہلکڑی کی طرح چستہ چستہ ہونٹ، یہ گل ریز جسم، یہ گہر بارنگلم، یہ دمتری کا سوریا، یہ سرخیں آنکھیں، یہ معصوم اداؤں کا چہرہ مسیال، پتہ بتائے، کیا تھیوں کی یہی وجہ تھی کہ وہ خبردار آج سے میرے ان سب بچوں کو جو تہیم کے کاٹیں اس کا منہ فوج لوں گی؟

ان کے گھر کا پیشہ ہوا ایک چراغ پٹیلے ہی سے گھر میں تھا۔ وہ چراغ اور آگئے۔ جس گھر میں تین حسراؤں کا نور ہوتا وہ خائوں کا گھر نہیں ہے۔ وہ مستادوں کی آنکھیں ہے۔

پیارا تھنڈی چھانوں میں پہنچ کر کھائے ہوئے پھول پھر سے تازہ ہو گئے۔ دونوں بھائی سارا غم بھول گئے۔ اب سب بچے بال بال اور خون کا قطرہ قطرہ ان غلشا شفقوں کے لیے دھماکی زبان بن چکا تھا۔

آج سلطان رئیس کی قسمت کا آفتاب گہن میں آگیا تھا وہ بھی جلد سو گیا تھوڑی ہی دیر کے بعد گھر کے اٹھ بیٹا اور سر پہینے لگا۔ گھر میں ایک گرام پڑ گیا۔ سب لوگ اورد گرد جمع ہو گئے۔

رکس کی بیوی اس کی حالت دیکھ کر بدحواس ہو گئی گھر باہر میں پوچھا۔

”کیا تمہیں تکلیف ہے؟“ معالج کو پوچھا، جلد بتائیے؟“

”کچھ جواب دینے کے بجائے وہ پاگلوں کی طرح چیخنے لگا۔

”اگر اسے ٹیٹ ٹیٹ گیا۔ تباہ ہو گیا۔ میری مٹی بھاد ہو گئی۔ کچھ شق ہوا احباب رہا ہے۔

قیامت کی گھڑی آگئی۔ ہر طرف اندھیرا ہے۔ ہائے ٹیٹ ٹیٹ گیا..... ہائے ٹیٹ ٹیٹ گیا.....!“

یہ کہتے کہتے اس پر مٹی طاری ہو گئی، پتھری دیر کے بعد جب اسے ہر ش آواز ہوئی سہ دسے ہوئے کہا۔ جلد جائے کیا قفسہ ہے یہ راول ڈوبا جا رہا ہے؟

”جس نے بڑی مشکل سے لٹکے لٹکے جواب دیا۔

”ہائے ٹیٹ ٹیٹ گیا، اپنی تباہی کا قفسہ کیا بتاؤں تم سے!“

آج کا قفسہ نہیں معلوم ہی ہے۔ کتنی بے دردی کے ساتھ میں نے ان معصوم

سیدنا زاد کو اپنے دروازے سے اٹھایا تھا۔ ہائے، افسوس! اس وقت میری عقل کو کیا

ہو گیا تھا۔

ابھی اٹھ گئے ہی اس واقعہ کے متعلق میں نے ایک نہایت عجیبانگ اور بولنگ

خواب دیکھا ہے.....

”کہیں ایک نہایت حسین اور شاداب جمن میں چل قدمی کر رہا ہوں۔ اسٹے میں

ایک بچہ دوڑتا ہوا میرے قریب سے گزرا۔ میں نے ہلک کر دریافت کیا۔ ”آپ لوگ اتنی

تیزی کے ساتھ کہاں جا رہے ہیں؟“

”ان میں سے ایک شخص نے بتایا کہ بارخ فردوس کا دروازہ کھول دیا گیا اور ایک اعلان

کے ذریعہ آیت خدی کو داخلے کی عام اجازت دے دی گئی ہے:

پرسن کرئں خوشی سے ناپیچہ لگا اور بچہ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ بارخ فردوس کا دروازہ

کھلا ہوا تھا ایک ایک کر کے لوگ داخل ہو رہے تھے۔

میں بھی آگے بڑھا اور جو جہی دروازے کے قریب پہنچا، جنت کے پاسبان نے

مجھے روک دیا۔ میں نے کہا کہ مجھے کبھی روکا جا رہا ہے۔ آخر میں بھی روک لگا کر اٹھیں۔

اس نے عمارت آئینہ جی میں تباہ دیا۔ تم اتنی بڑی تپتی ہوئے کا ثبوت دو۔

سندھ پیش کر دو اس کے بعد ہی میں جنت میں داخلے کی اجازت مل سکے گی۔ بغیر ثبوت پہ

آخر میں تاروں کو تم اپنے گھر میں پناہ نہیں دے سکتے۔ تمہیں بغیر ثبوت کے جنت میں داخلے

کی اجازت پر عمل مل سکتی ہے؟

اب تم سے بات دم و دم کی نہیں ہوگی، اضافے کی ہوگی، انجام سے مت گھبراؤ اس

سلسلے کا آغاز تمہی سے کیا ہے۔

”ہاؤ عرش کی جنتی ہوئی زمین پر چل قدمی کر، یہاں شمارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے:

جب سے یہ سونا کھراب دیکھا ہے انگاروں پر لپٹ رہا ہوں۔ میرے تئیں یہ

خواب نہیں ہے، واقعہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ فردا کے عرش میں یہ واقعہ میرے ساتھ

پیش ہو کر رہے گا۔

”ہائے! میں ہمیشہ کے لیے سرمدی نعمتوں سے محروم ہو گیا، تہہ اینی کی زد سے جو

مجھے بچا رکھا تھا اسی کو میں نے آزدہ کر دیا ہے۔ اب کون بڑی چارہ سازی کرے گا:

بڑی نے دریاں میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

آپ اپنی جان بھان مت کیجئے۔ خدا تعالیٰ بڑے فضلدار ہے اس کے دربار میں

روئے، توڑے، شہر باد کیجئے، توڑ کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے وہ آپ کی خطا ضرور

معاف کر دے گا۔ آپ کو بالکل نہیں ہونا چاہیے۔ خدا کی رحمتوں سے تائب ہوتا مسلمانوں

کا نہیں کا فزوں کا شیوہ ہے:

رکس نے کراہتے ہوئے جواب دیا: شمارے عقل کہاں مر گئی ہے؟ یہ بوش کی بات

کر دیا تھا کہ عجیب جب تک آزدہ ہے ہم لاکھ شہر باد کر دیں، رحمت و دم کا کوئی دروازہ

ہم پر نہیں کھل سکتا۔

خدا کی رحمت ہمیشہ اپنے خراب کا چکر دیتی ہے۔ محبوب کی نفرت سے گرنے والا بھی

نہیں اٹھ سکا ہے۔ صد جنت! جو فوسٹے ہوئے دلوں کو جوڑ سکتا ہے آج اسی کے

گھر کا آگینے میں سے توڑ دیا۔ وہ نہ بھی اپنی زبان سے کچھ کہے جب بھی شہیت ابلی ہر حال اس کی طرف اشارہ ہے۔ وہ مجھے ہرگز معاف نہیں کرے گی۔

بیوی کی آواز حد پر چلائی اور اس نے دہلے دہلے میں کہا: تو پہلے خدا کے حبیب ہی کو راضی کر لیا جائے۔ ابھی شہزادے شہر سے باہر نہیں گئے ہوں گے۔ صبح تڑکے انہیں تلاش کریں اور کسی طرح بھی ہوجیت سماعت سے منکر انہیں گھر لائیں۔ وہ اگر رہتی ہو گئے اور انہوں نے آپ کو معاف کر دیا تو خدا کا حبیب بھی راضی ہو جائے گا اس کے بعد رستہ بزدلی کی قوجہ حاصل کی جا سکے گی؟

یہ بات بیوی کی سن کر دیکھ کر چہرہ کھل گیا جیسے نکلا ہوں کے سامنے امید کی کوئی شمع جل گئی ہو۔ اتنی دیر کے بعد اس بات سے اپنی نہایت کا ایک سوہم سہارا نظر آیا تھا

آٹا صبح ہی سے بھوسے کے گھر پر مردوں، گوروں اور بچوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ جذبہ شوق کے عالم میں وہ پہلے نماشا گھر کی دولت ڈال رہا تھا۔

سادے شہر میں یہ خبر پہلی کی طرح پھیل گئی تھی کہ خاندان رسالت کے دو شہزادے اس کے گھر پہنچا دیں۔

مسلمان رئیس اپنی بیوی کے ہمراہ ان کی تلاش میں چوٹی گھر سے باہر نکلا جو کسی کے دروازے پر لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر حیران رہ گیا۔

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ خاندان رسالت کے دو نونال کل سے اس کے میاں مقیم ہیں۔ پردانوں کا یہ ہجوم انہی کے اعزاز میں اکٹھا ہوا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی رئیس کی دلچسپی کھل گئی اس نے دلی دل میں ملے کر لیا کہ جو کسی کو بچوں کے سادہ میں چاہے زندگی بھر کی کوئی دینی پڑے قدم پیچھے نہیں ہٹاؤں گا جیڑی ہوئی تقدیر سنو رہی تو دولت کا منہ کے لیے ساری عمر بڑی ہے۔

نہایت تیزی کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے رئیس اور اس کی بیوی دونوں جو کسی کے گھر پہنچے۔ دیکھا تو دونوں شہزادے دوسلے کی طرح یک سوہم کر بیٹھے ہیں اور جو کسی ان

کے سر ہوں پر سے اشرفیاں اتار کر محسن کو ٹٹا رہا ہے۔

رئیس نے آگے بڑھ کر جو کسی سے کہا۔

”مجھے آپ سے ایک نہایت عزیز کام ہے۔ ایک نلے کے لیے قوجہ فرمائیں؟“

جو کسی رئیس کی طرف متوجہ ہو گیا: ”فرمائیے میرے لائق کیا خدمت ہے؟“

رئیس نے اپنی نگاہیں چکی کرتے ہوئے کہا۔

”یہ کس بڑا زار اشرفیوں کا توڑا ہے اسے قبول فرمائیے اور یہ دونوں شہزادے میرے حوالے کر دیجئے۔ مجھے حق بھی پہنچتا ہے کہ سب سے پہلے یہ میرے ہی عزیز خاندان پر تشریف لائے تھے۔“

جو کسی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”فرز کس کی عالی شان عمارت رات آپ نے دلچسپی سے اور جس میں آپ کو داخل ہونے سے روک دیا گیا، کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں دس ہزار اشرفیوں میں اسے فروخت کر دوں اور زندگی میں پہلی بار رستہ بزدلی کا جو دروازہ کھلا ہے اسے اپنے اوپر منتقل کر لوں۔“

شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ جس خواجہ کو تین کو آزدہ کر کے تو نے اپنے اوپر جنت عزم کر لی ہے رات ان کے بلوہ ہاتھ سے ہمارے دلوں کی کائنات روشن ہو چکی ہے۔ اسے خوش نصیب اکاب ہمارے گھر کی کفر کی شب دیکھ رہیں ہے ایمان و اسلام کا سورج اب چمکا ہے۔

یاد دیجئے! خواب کی وہ بات جب آپ جنت کے پاس جہان سے گزر رہے تھے کہ آخر میں بھی سرکار کا اسی ہوں۔ مجھے کیوں روکا جا رہا ہے؟ تو میں اس وقت اپنے چھوٹے سے کہنے کے ساتھ جنت کے صدر دروازے سے گذر رہا تھا۔

مجھے یہ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئی کہ میں بھی سرکار کا اسی ہوں۔ سرکار کا اسی گردوں کی بھیڑ میں پہچان لیا گیا۔ وہاں زبان کی بات نہیں ملتی دن کا آئینہ پڑھا جاتا ہے میرے بھائی!

ہمارے حال پر سرکار کی رحمت و نوازش کا اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز منظر دکھایا  
چاہتے ہو تو اپنی اہلیہ کو اندر بھیج دیکھئے حضرت سیدہ کی کینز، شکرانے کی نماز اور کرہی ہے  
قابلاً وہ ابھی جہدے میں ہوگی سر اٹھانے کے بعد ذرا اس کی مکتی ہوئی پیشانی کا نظارہ کر لیں  
عام خواب میں جس شخص پر سیدہ نے اپنا دست شفقت رکھ دیا تھا وہاں اب تک چراغ مل  
رہا ہے، گول پھوٹ رہی ہے اور درو دیوار سے نور برس رہا ہے۔

بہن شہزادوں کے دم قدم سے ہمارے نصیب چمکے، دلوں کی انجمن روکش ہوئی ہے  
بچیتے جی سرمدی امان کا پروانہ ملا اور ایک رات میں ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے، آپ  
انہیں دس ہزار اشرفیوں میں خریدنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ صبح سے اب تک میں دس ہزار  
اشرفیاں صرف ان کے اوپر شمار کر چکا ہوں۔

اب وہ میرے مہمان نہیں ہیں گھر کے مالک ہیں، ہم خردان کے حوالے ہیں انہیں  
کیا ترانے کر سکتے ہیں۔

بھائی جان! آپ کا یہ سارا بوش و غر و ش رات کے خواب کا نتیجہ ہے۔ خواب سے  
پہلے آنکھ کھل گئی ہوئی تو باتیں ہی کہتی تھیں، اب اس کا وقت گزر چکا ہے البتہ ماقم کا وقت  
باقی ہے اور وہ بھی گزرے گا نہیں۔

دیکھیں سر چھکائے ہوئے ہائیں سن رہا تھا اور روتے روتے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں  
بڑے بھائی کی نظر جو سنی اس کی طرف اٹھی، دل جذبہ رحم سے بھر آیا، بھڑائی ہوئی آواز  
میں کہا: بڑے سے بڑے غم کا سہارا سہا لیا ہے لیکن بھیجی ہوئی چلوں کا بوجھ ہم سے بھی نہیں  
اٹھ سکا۔ تم نے ہمارے ساتھ بڑھ گئے ہیں کیوہ شمارا شیوہ تھا لیکن ہم تمہارے ساتھ اپنے  
گھر کی ریت برتن گئے، جاؤ جتنے تمہیں صاف کر دیا، تاکہ جان بھی صاف کر دیں گے۔

ایسی کاظم دکھاؤ، جنت میں تم بھی ہمارے ساتھ رہو گے۔

گھر لوٹے وقت دیکھیں کا دل خوشی سے تاجر دا تھا۔

(ارشاد اللہ تعالیٰ)

## زمین کر بلا کا خون منظر

اہل بیت کے فوج انوں نے خاک کر بلا کے صفحات پر اپنے خون سے شہادت و  
جوانمردی کے دے دیے مثال لغو شمشیرت فرمائے جن کو انقلاب بابت زمانہ کے ہاتھ مو کر سنے  
سے قاصر ہیں۔ اب تک نیاز مندوں اور حقیقت کی کشوں کی معرکہ آرائیاں تھیں جنہوں  
نے علیہ داران شہادت کو خاک و خون میں ڈبا کر اپنی بہادر ی کے لفظ دکھائے تھے اب  
اسد اللہ کے شہیدان جن کا موقع آیا اور علی المرتضیٰ کے خاندان کے بہادر یوں کے گھوڑوں  
نے میدان کر بلا کو تر لانا گاہ بنا دیا۔

ان حضرات کا میدان میں آنا تھا کہ بہادر یوں کے دل سینوں میں مرنے لگے اور  
ان کے حلقوں سے شیر دل بہادر بج اٹھے۔ اسد اللہ خوار ہیں تھیں یا شہاب ثاقب کی آتش بازی  
بہن جشم کی نیرو آرائی اور جاں شکار دھوئے نے کر بلا کی نقشہ زمین کو دشمنوں کے خون سے  
سیراب کر دیا اور شک و رگبتان سرخ نظر آگئے۔ سنے نیزوں کی ٹوکوں پر صفت شکن بہادر یوں  
کو اٹھانے پڑا۔ خاک میں ملنا، دھکی کر جواںوں کا معمولی کرب تھا، ہر ساعت نیا سازد آتا تھا  
اور ہاتھ اٹھاتے ہی فنا ہو جاتا تھا، ان کی تینے بیہ نام اہل کا پدم تھی اور نوک بناتھنا  
کا فرمان، تباہیوں کی چمک سے نگاہیں خیر و کرہیں، اور ضرب و حرب کے جہر و کیکہ کو کوہ پیکر  
ترساں و ہراساں ہو گئے، کبھی یمن پر جلد کی قصص درج ہو کر ملیں، معلوم ہوتا تھا کہ سوار  
معتزلوں کے سمندر میں تیر رہا ہے کبھی سیرہ کی طرف حملہ کیا تو معلوم ہوا کہ نرووں کی  
جماعت کھڑی تھی جہر اشرارہ کرتے ہی روٹ گئی، صافحہ کی طرح پچھلے والی تیغ خون میں  
ڈوب ڈوب گئی تھی اور خون کے قطرات اس سے ٹپکتے تھے۔ اس طرح خاندانِ امام کے  
نوجوان اپنے اپنے جہر دکھا کر امام عالی مقام پر جان قربان کرتے چلے جا رہے تھے غیر سے

پہلے سقے تو بیل آجیا عجب ذہینہ کے پستان کی دلکش فضا ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی، میدان کربلا کی راہ سے اس منزل تک پہنچنا چاہتے تھے۔

فرزندانِ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محارب نے دشمن کے ہوش اڑا دیئے، اپنے سید نے اعتراض کیا کہ اگر فریب کاروں سے کام نہ لیا جاتا یا ان حضرات پر پانی بند نہ کیا جاتا تو اہل بیت کا ایک ایک نوجوان تمام لشکر کو ہار کر ڈال دیتا۔ جب وہ مقابلہ کے لیے اٹھتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ قبر الیٰ آ رہا ہے ان کا ایک ایک ہزار صحت منگی و مبارک طبع میں فروختا۔

الحاصل اہل بیت کے نونال اور نازکے بالوں نے میدان کربلا میں حضرت امام پر اپنی جانیں بذاکریں اور تیر و ستان کی بارش میں حمایت حق سے منہ نہ مڑا۔ گروہیں کٹوا لیں، خون بہائے، جانیں دیں، مگر کلمہ ناقص زبان پر نہ آئے دیا۔ قوت بہ نوبت تمام شراوے شہید ہوتے چلے گئے۔ اسب حضرت امام کے سامنے ان کے نور نظر حضرت علی اکبر عجلتہ فرج میں میدان کی اہانت چاہتے ہیں منت و سماجت ہو رہی ہے۔ عجیب وقت ہے چہتا بیٹا شفیق باپ سے گردن گھٹانے کی اہانت چاہتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے جس کی کوئی ہٹ، کوئی فطرتی نہ تھی تو پوری نہ کی جاتی جس نازنین کو بھی پلے دھر بیان نے انکار دیا جواب نہ دیا تھا آج اس کی یہ قنایہ

اتحاد و دھج پر اتر گیا کرتی ہوگی۔ اہانت و کس بات کی؟ گردن کسانے اور خون بہانے کی زدوں تو چھپستان رسالت کا وہ گل شاہد بگلا یا جا ہے گراس آرزو مند شادمت کا اصرار اس حد پر تھا اور شوق شادمت نے ایسا وارفتہ بنا دیا تھا کہ چار و نچار حضرت امام کو اجانت دینا ہی پڑی حضرت امام نے اس نوجوان جیل کو خود گھوڑے پر سوار کیا۔ اس

دست مبارک سے لٹا۔ فرود ہی مختصر سر پر رکھا۔ کمر پہنکا یا نہ چا بتلوار حائل کی نیزہ اس ناز پروردہ سیادت کے مبارک ہاتھ میں دیا اس وقت اہل بیت کی بیبیوں، بچوں پر

کیا گز رہی تھی جن کا ماتم کنبہ و قبیلہ برادر فرزند سب شہید ہو چکے تھے اور ایک جگہ آہنا چراغ بھی آخری سلام کر رہا تھا ان تمام مصائب کو اہل بیت نے رضائے حق کے لیے بڑے استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور یہ انہیں کا حاصل تھا حضرت علی اکبر عجلتہ فرج سے نصرت

ہو کر میدان کارزار کی طرف تشریف لائے۔ جنگ کے طعنے میں ایک آفتاب چکا مشکیں

کاکل کی خوشبو سے میدان ملک گیا۔ چہرہ کی حقبت نے معرکہ کارزار کو عالم انوار بنا دیا۔

نور نگاہ منت آسمان شباب

صبر دل خجبت پاک ادم قناب

نعت دل امام حسین امین بر قناب

صورت حق انتخاب تو قامت تھا با جراب

بہرے شاہزادہ کے افتاب بھی غلاب

کاکل کی شام رخ کی محرم سیم شباب

شہزادہ جلیل علی اکبر شہر جلیل

بالا تھا اہل بیت نے غرض ناز میں

صحرائے کوثر عالم انوار میں گیس

خود بخود گر گہا پشت مند پر

صورت نے مہتابا شگفتہ حق در خواں

چہرہ کو اس کے دیکھ کے سبکس چپکے

سیڑوں میں اگل لگ گئی اعدائے دین سے

نیزہ جگر زلات تھا اس گل کے ادھ میں

جھلکے ترخ مردوں کو نامرد گردیا

کہتے تھے جنگ نکبتیں دیکھی کوئی جوان

مردان کار لوزہ بر اندام ہو گئے

کو کیر کیروں کو تیغ سے دوبارہ کر دیا

محوارتی کوصافقتہ برقی بار تھا

پہرے میں آفتاب نبوت کا نور کا

پیارا رکھا جنوں نے انہیں سیر کر دیا

میدان میں اس کے شمن حمل دیکھ کے منیم

حیرت سے چہرہ اس کے جتنے تھے شمع و شتاب

صبر دل خجبت پاک ادم قناب

نعت دل امام حسین امین بر قناب

صورت حق انتخاب تو قامت تھا با جراب

بہرے شاہزادہ کے افتاب بھی غلاب

کاکل کی شام رخ کی محرم سیم شباب

شہزادہ جلیل علی اکبر شہر جلیل

بالا تھا اہل بیت نے غرض ناز میں

صحرائے کوثر عالم انوار میں گیس

خود بخود گر گہا پشت مند پر

صورت نے مہتابا شگفتہ حق در خواں

چہرہ کو اس کے دیکھ کے سبکس چپکے

سیڑوں میں اگل لگ گئی اعدائے دین سے

نیزہ جگر زلات تھا اس گل کے ادھ میں

جھلکے ترخ مردوں کو نامرد گردیا

کہتے تھے جنگ نکبتیں دیکھی کوئی جوان

مردان کار لوزہ بر اندام ہو گئے

کو کیر کیروں کو تیغ سے دوبارہ کر دیا

محوارتی کوصافقتہ برقی بار تھا

پہرے میں آفتاب نبوت کا نور کا

پیارا رکھا جنوں نے انہیں سیر کر دیا

میدان میں اس کے شمن حمل دیکھ کے منیم

حیرت سے چہرہ اس کے جتنے تھے شمع و شتاب

مبارز طلب فرمایا صفت اعداء میں کسی کو جنبش نہ ہوئی کسی بادر کا قدم نہ ٹرھا معلوم ہوتا تھا کہ شیر کے مقابل بکریوں کا ایک گھر ہے جو دم بکڑا اور ساکت ہے۔

حضرت علی اکبرؑ نے پھر فرمایا مارا اور فرمایا کہ اسے خاندان جہانکش اگر بنی فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو تمہیں سے جو بہادر ہے اسے میدان میں بھیجو۔ زور بادوئے علی دیکھا ہو تو جسے مقابل آؤ اگر کسی کی ہمت ملتی ہو اسے گھسیٹا کر اس کے دل میں تابش و قواں صلی کو شیر زبانی کے سامنے آتا جب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دشمنان خونخوار میں سے کوئی نہ آیا آگے نہ چڑھا اور ان کو برابر کی ہمت نہیں ہے کہ ایک کو ایک کے مقابل کریں تو آپ نے سمنہ باد پکی باگ اٹھائی اور سمنہ باد کے میز لگائی اور صاف دار و دشمن کے لشکر پر حملہ کیا جس طرف زد کی پرستہ گرسہ ہوا دینے۔ ایک ایک داریں کئی کئی دیو بیکر گردا دیں۔ کبھی قلب لشکر میں غوطہ لگایا تو گردن کشوں کے سر و سرخاں کے پتوں کی طرح تن کے درختوں سے جدا ہو کر گرے گئے۔ ہر طرف شور برپا ہو گیا۔ دلا دلوں کے مل بچھٹ گئے۔ بیادلوں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں کبھی نیزے کی ضرب تھی۔ کبھی تواروں کا وار تھا۔ شہزادہ اہل بیت کا محمدؑ نہ تھا عذاب الہی کی بلائے عظیم تھی۔ دھوپ میں جگمگ کرتے چنستان اہل بیت کے گل شاداب کو ششلی کا غلبہ ہوا۔ باگ و زکوہ والدہ ماجد کی خدمت میں حاضر کرنے عرض کیا یا ایتہ العالیٰ اسے پودہ زنگوار پیاس کا بہت غلبہ ہے۔ غلبہ کیا کیا انتہا تین دن سے پانی سند ہے۔ تیز دھوپ اور اس میں جاں بازانہ دوڑ دھوپ۔ گرم دگستان لوسہ کے بخیرا در بدن پر گئے ہوئے ہیں وہ تازہ آب آفتاب سے آگ ہو گئے ہیں۔ اگر اس وقت حق تر کر کے کیلئے چند قطرے مل جائیں تو نالہ شیر کر چھلٹوں کو یہ نہ خاک گردا دیں۔

شفیق باپ نے جاننا بیٹے کی پیاس دیکھی مگر پانی کی گمان تھا۔ جو اس تشہ شہادت کو دیا جاتا۔ دستہ شہقت سے چہرہ فلکوں کا گرد و خبار صاف کیا اور اپنی انگشتی فرزند عزیز کے دہان آفکس میں رکھ دی۔ پیر مہربان کی شفقت سے فی الجملہ اسکیں ہوئی پھر شہزادہ نے میدان کا رخ کیا پھر صدادی۔ ہل من مہیاز۔ کوئی جان پر کھینے والا ہو کر سنے

میدان کر لائیں فاطمی زہراؑ اپنے سمنہ پر چڑھ کر آگئے۔ چہرہ کی تابش ماہ تاباں کو شرابی بھی مرد و قامت نے اپنے جمال سے دگستان کو شستابن حسن بنا دیا۔ جوانی کی بہاریں قندوں پر شاد ہو رہی تھیں۔ منہلی کمال سے غلج پر گلی اس کی نزاکت سے منقطع حسن کی تصویر مصطفیٰ کی تلو پر جیب کبریا علیہ السلام کے جلال آفکس کا غلبہ پڑے دی تھی۔ یہ پہچان تاباں اس دوسرے دشمن کی یاد دلا تھا۔ ان سمنہ دلوں پر ہمت جس کی شاداب کے مقابلہ کا ارادہ رکھتے تھے۔ ان سے دیزوں پر پہلے شاد نفرت جو جیب خدا کے نونال کو گزند پہنچانا چاہتے تھے۔ یہ اسد افغانی شیر میدان میں آیا جھب اعداء کی طرف نظر کی۔ ذوالفقار پندہ کی کوچک یا اور اپنی زبان مبارک سے زہر شروخ کی۔ انا علی ابن حسین بن علی نحن اهل البيت اوفی بالذبی جس وقت شہزادہ عالی قدر نے یہ دیز چھی ہوئی کر بلا کا چہرہ اور دگستان کو نہ کا ذرہ ذرہ کانپ گیا ہوگا ان دگستان ایمان کے دل پھر سے بدرجہا چڑھتے۔ جنوں نے اس زباده چنستان رسالت کی زبان شیریں سے یہ گلے سے پھر بھی ان کی آتشیں غنا و مرد نہ ہوئی اور عینہ سنہ سے گیزہ دور نہ ہوا۔ لشکر یوں نے غزویں سعد سے پچا یہ سواروں کے جس کی جھلی نگاہوں کو خیرہ کر دی ہے اور جس کی ہیبت و مہولت سے بہادروں کے دل ہراساں ہیں۔ شان شجاعت اس کی ایک ایک اداسے ظاہر ہے۔ کہنے لگا یہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ زہر ہیں صورت و سمیت ہیں اپنے جگر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت مناسبت رکھتے تھے یہ سن کر لشکر یوں کو کچھ پریشانی ہوئی اور ان کے دلوں سے ان پر بلاست کی کراہی کا زائے کے مقابل آتا اور اپنے علیل القدر رحمان کے ساتھ یہ سلوک سے مروتی کرنا نہایت مستغنا اور بد باطنی ہے لیکن ابن زیاد کے دوسرے اور بد کے انعام و اکرام کی طمع دولت مال کی حرص سے اس طرح گرفتار کیا تھا کہ وہ اہل بیت اطہار کی قد و شان اور اپنے انحال گردوار کی شامت و غرمت جانتے کے باوجود اپنے ضمیر کی طاعت کی پروا نہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی بنے اور آپ کی رسول کے خون سے کناہہ کر سنے اور اپنے داریں کی روسیا سچی سے بچنے کی انہوں نے کوئی پروا نہ کی شہزادہ عالی قدر نے



آئے۔ غزوہ بنی ماعصی نے طارق کے کما ہونے شرم کی بات ہے کہ اہل بیت کا اکیلا فرمانبردار  
میں ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو۔ اس نے پہلی مرتبہ میانہ طلب کیا تو تباہی جہالت  
میں کسی کو ہمت نہ ہوئی پھر وہ آگے بڑھا تو صفوں کی صفیں دردم برہم کر ڈالیں۔ اڈیہ ماؤں  
کا کھیت کر دیا۔ بھوکا ہے، پیاسا ہے۔ وہ صوبہ میں ٹوٹے ٹوٹے ٹھک گیا ہے جستہ اور  
مانہ ہو چکا ہے یہ سب میانہ طلب کرتا ہے اور نہ ماری تا زخم فروغ میں سے کسی کو  
پارائے مقابلہ نہیں۔ قنف ہے تبارے دوائے شہامت و بسا لست پر۔ ہو کچھ  
غیرت تو میدان میں نکل کر مقابلہ کر کے شمع حاصل کر۔ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تو نے  
یہ کام انجام دیا تو عبد اللہ ابن زیاد سے تجھ کو مصل کی حکومت دلا دوں گا۔ طارق نے  
کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر فرزند رسول اور اولاد بنو نعل سے مقابلہ کر کے اپنی عاقبت بھی  
خراب کروں پھر بھی تو اپنا وعدہ وفا نہ کرے تو میں نہ دنیا کا نہ دین کا۔ ابن سعد نے  
قسم کھائی اور پختہ قول و سداد کیا۔

اس پر جو شخص طارق مصل کی حکومت کے لایع میں نکل بستان رسالت کے مقابلہ  
کے لیے جلا۔ سامنے پہنچے ہی شہزادہ اولاد و التاب پر نیزہ کا وار کیا۔ شہزادہ عالی جاہ نے اس  
کا نیزہ درخما کر سینہ پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ طارق کی پیٹھ سے نکل گیا اور وہ ایک دم  
گھوڑے سے گر گیا۔ شہزادے نے کمال ہر مند می گھوڑے کا اڑھوسے کہ اس کو روند  
ڈالا اور بڑیاں پکنا چڑ کر دیں۔ یہ دیکھ کر طارق کے بیٹے عمرو بن طارق کو طیش آیا اور  
وہ جھکا تا بڑیاں گھوڑا دوڑا کہ شہزادہ پر حملہ آور ہوا۔ شہزادے نے ایک ہی نیزہ میں  
اس کا کام ختم ہی کیا۔

اس کے بعد اس کا بھائی طارق، اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لیے  
اکتیں شعلہ کی طرح شہزادہ پر دوڑ پڑا۔ حضرت علی اکبر نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال  
کر زمین سے اٹھا لیا۔ اور زمین پر اس زور سے چلا کہ اس کا دم نکل گیا۔ شہزادہ کی ہیبت  
سے شکم میں غور برپا ہو گیا۔

ابن سعد نے ایک مشہور بہادری صراح ابن غالب کو شہزادہ کے معیت بدلے کے لیے

بھیجا۔ مہراج نے شہزادہ پر حملہ کیا۔ آپ نے تلواریں نیزہ قلم کر کے اس کے سر پر ایسی  
تلوار ماری کہ زمین جھک گئی دو ٹکڑے ہو کر گر گیا۔ اب کسی میں ہمت نہ رہی کہ تنہا اس  
شیر کے مقابل آتا۔ ناچار ابن سعد نے کلمہ بن طفیل بن قفل کو ہزار سواروں کے ساتھ شہزادہ  
پر یکبارگی حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ شہزادے نے نیزہ اٹھا کر ان پر حملہ کیا اور انہیں شکست  
کو قلب شکست پر پہنچا دیا۔

اس جگہ سے شہزادے کے ہاتھ سے کھنڈے بنی صیب ہلاک ہوئے کہتے پیچھے ہٹے۔  
آپ پر پیاس کی بہت شدت ہوئی۔ پھر گھوڑا دوڑا کہ پھر عالی قدر کی خدمت میں  
حاضر ہو کر عرض کیا، العطش العطش بابا پیاس کی بہت شدت ہے۔ اس پر حضرت امام  
نے فرمایا اسے فوراً وہ عرض کوڑے سے اسی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ دست مصطفیٰ

علیہ اخیارہ والہنا سے وہ جام ملے جس کی لذت مقصود میں آ سکتی ہے نہ زبان بیان  
کر سکتی ہے۔ یس کہ حضرت علی اکبر کو زخمی ہوئی اور وہ بھی میدان کی طرف لوٹ گئے اور  
لشکر دشمن کے یلین و بیبار پر حملہ کرنے لگے۔ اس مرتبہ لشکر اشرا کی کماندگی چادوں طرف سے  
گھیر کر ستھ کرنا شروع کر دیئے آپ بھی فرما تے رہے اور دشمن ہلاک ہو کر خاک و خون  
میں لوٹے رہے لیکن چادوں طرف سے نیزوں کے دشمن نے تین تار میں کو کھنچا چور کر دیا  
تھا اور جن کا غلہ کھلی ریچھن اپنے خون میں نہا گیا تھا۔ بیم تیغ و مسلمان کی ضربیں پڑ رہی  
تھیں اور غلطی ہو سوار پر تیرہ تلوار کا نیزہ برس رہا تھا۔ اس حالت میں آپ پشت زمین  
سے روئے زمین پر آئے اور سر و قامت نے خاک کر لیا۔ اس امر است کہ اس وقت آپ نے  
آواز دی یا اہیادہ اور کہی اسے پھر ہر دو گار پچھ کو بھیجے۔ حضرت امام گھوڑا چڑھا کر میدان  
میں پہنچے اور پناہ نواز نواں کو خیمہ میں لائے۔ اس کا سر گردن یہاں حضرت علی اکبر نے اٹھ کھولی  
اور اپنا سردار کی گود میں دیکھ کر فرمایا، جان مایا نہ مندان قرآن تو باد۔ اسے پھر ہر دو گار  
میں دیکھ رہا ہوں آسمان کے دروازے کھلے ہیں۔ جیشی ہوئی شہرت کے جام لیے انتظار کر رہی ہیں  
یہ کہا اور جان، جان آفرین کے ہر دو کی۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔

اہل بیت کا حیرت و عمل اللہ اکبر امید کے کل تر ششہ کو کھلا ہوا ہوا دیکھا اور الحمد للہ

کہا، تازکے پالوں کو قربان کر دیا اور شکر الہی بجا لائے، مصیبت و اندوہ کی کچھ نہایت سہ  
 فاقہ پر فاسے ہیں۔ پانی کا نام دشت ان نہیں، جھوکے پیاسے فرزند تڑپ تڑپ کر جائیں دسے  
 پیچھے ہیں، ملتی دیرت پر قاعی فرماں غلم و جفا سے دیکھ سکے، عزیز و انارباب، دوست  
 و اصحاب، خادم، موالی، ولید، بچہ بیوند، سب آئین وفا دار کے دوہر میں شریعت شہادت  
 نوش کر چکے ہیں۔ اہل بیت کے قافلہ میں مٹا ہو گیا ہے جن کا گلہ گلہ تسکین دل و راحت  
 بہان تھا۔ وہ نور کی تصویریں خاک و خون میں خاموش پڑی ہوئی ہیں۔ اہل رسول نے رضا و مہر  
 کا امتحان وہ دیا جس نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ جسے سے لے کر بچے تک  
 مہنگے مصیبت تھے۔

حضرت امام کے چھوٹے فرزند علی المرتضیٰ بھی کمسن ہیں، شیر قرار ہیں، پیاس سے  
 جرقاب ہیں، شہرے ششک سے تڑپ رہے ہیں۔ ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ پانی کا نام و  
 نشان تک نہیں ہے اس چھوٹے بچے کی زبان باہر آئی ہے۔ بے چینی میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں  
 اور بچ کھا کھا کر دھاتے ہیں۔ بھیجی ماں کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کو سہی زبان دکھاتے ہیں  
 نادان بچہ کی جانتا ہے کہ خالوں نے پانی بند کر دیا ہے ماں کا دلی اس بے چینی سے  
 پاش پاش ہوا جاتا ہے، بھیجی بچہ باپ کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ جانتا تھا کہ ہر چیز لا کر  
 دیا کرتے تھے، میری اس بے بسی کے دھت بھی پانی بہہ پڑ جائیں گے۔ چھوٹے بچے کی  
 بے تابی دیکھی نہ گئی۔ والدہ نے حضرت امام سے عرض کی اس ننھی سی جان کی بے تابی دیکھی نہیں  
 جاتی اس کو گود میں لے جائیے اور اس کا حال خالوں تک دل کو دکھائیے اس پر قورم  
 آئے گا اس کو چونہ قطرے دے دیں گی۔ یہ نہج کرنے کے لائق ہے نہ میدان کے  
 لائق ہے اس سے کیا عداوت ہے حضرت امام اس چھوٹے نور نظر کو سینے سے لٹا کر بہاؤ دشن کے  
 سامنے بیٹھے اور فرمایا کہ اپنا تمام کتبہ قوت ساری دے رہی اور جو دھنسا کہ نظر کو چکا، اب اگر آتش  
 بھنس دھن دھوس پر ہے تو اس کے لیے میں ہوں۔ یہ شیر قرار بچہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے  
 اس کی بی تابی دیکھو اور کچھ شائبہ بھی دم کا ہو تو اس کا حلق کر کے کو ایک گھونٹ پانی دو۔  
 جتنا کار ان سنگدل پر اس کا پھر اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا دم نہ آیا۔ بجائے پانی کے ایک

پرہیزت نے تیر مارا جبر علی اصد کا حلق چھیدتا ہوا امام کے بازو میں بیٹھ گیا۔ امام نے وہ تیر  
 چھینا پیچھے سے تڑپ کر جان دی باپ کی گود سے ایک نور کا پتلا پٹا ہوا ہے۔ خون میں  
 نہارا ہے۔ اہل شیعہ کو گمان ہے کہ سیاہ دھات کا کچھ اس بچہ کو ضرور پانی دے دیں گے اور  
 اس کی تشنگی دلوں پر ضرور اثر کرے گی۔

یہیں جب امام اس شگرفتہ کو خیر میں لائے اور اس کی والدہ نے اولیٰ نظر میں  
 دیکھا کہ بچہ میں سیہ تا بازو کشیں نہیں ہیں، سکون کا عالم ہے نہ وہ اضطراب ہے نہ بے تابی  
 گمان ہوا کہ پانی دے دیا ہو گا، حضرت امام سے دریافت کیا۔ فرمایا وہ بھی ساقی کر کے  
 جام رحمت و کرم سے سیراب ہونے کے لیے اپنے بھائیوں سے جاملایا۔ اللہ تعالیٰ نے  
 ہماری یہ چھوٹی قربانی بھی قبول فرمائی۔ الحمد للہ علی احسانہ و نوالہ۔  
 رضا و تسلیم کی امتحان گاہ میں امام حسین اور ان کے متوکلین نے وہ ثابت قدمی  
 دکھائی کہ عالم طائر بھی حیرت میں آگیا ہو گا۔ اَللّٰهُمَّ اَعْلَمِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ کار و  
 ان پر شکست ہو گیا ہو گا۔

اب وہ وقت آیا کہ جاں نثار ایک ایک کر کے رخصت ہو چکے اور حضرت امام  
 پر جانیں قربان کر گئے۔ اب تنہا حضرت امام ہیں اور ایک فرزند حضرت امام زین العابدین  
 وہ بھی بیمار و ضعیف۔ باوجود اس ضعف و ناتوانی کے خیر سے باہر آئے اور حضرت امام  
 کو تنہا دیکھ کر مصافحہ کار زاریں جانتے اور اپنی جان نثار کرنے کے لیے نیزہ دست مبارک  
 میں لیا لیکن بیماری ہلکی کوئی، بھوک پیاس، امتزاج فاقہ اور پانی کی تکلیفوں سے  
 صحت اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ کھڑے ہونے سے بدن مبارک لرزتا ہے۔ باوجود اس  
 کے بہت مراد کا یہ حال تھا کہ میدان کا عزم کر دیا۔

حضرت امام نے فرمایا۔ جان پد لڑت کاؤ میدان جاسنے کا قصد نہ کرو کہ وہ قبیلہ  
 عزیز و اقارب، خدام، موالی جو ہمراہ تھے راہ حق میں شہر کر چکا اور الحمد للہ کہ ان مصائب  
 کو جبر کرم کے صدقہ صبر و تحمل کے شش برداشت کیا اب اپنا نیزہ ہر سیراہ خدا میں  
 نذر کرنے کے لیے حاضر ہے، تہاری ذات کے ساتھ بہت امیدیں وابستہ ہیں، لیکن الہ بیت

کو دین تک پہنچانے کا بیجوں کی نگہداشت کون کرے گا۔ جہہ و پردہ کی امانتیں جو میرے پاس ہیں کس کے سپرد کی جائیں گی۔ قرآن کریم کی حفاظت اور حقانیت کی تبلیغ کا مرکز کس کے سر پر رہ جائے گا۔ میری نسل کس سے چلے گی۔ حقیقی سیدوں کا سلسلہ کس سے جاری ہوگا۔ یہ سب توقعات تمہاری ذات سے وابستہ ہیں اور ان رسالت و نبوت کے آخری چراغ تم ہی پر تہدایں ہیں۔ غصت سے دنیا مستعد ہو گی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلدادہ لوگوں میں تمہارے ہی دوئے تباہی سے جلیب حق کے انوار و تجلیات کی زیارت کریں گے۔ اسے نور انظر لغت جگر پر قائم کام تمہارے ذمہ کیے جاتے ہیں۔ میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو گے۔ تمہیں میدان جاننے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت نذیر العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے بھائی تو جان نثاری کی سعادت پا چکے ہیں اور حضور کے سامنے ہی ساقی کو ترصلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو شش رعت و کرم میں پیئے ہیں۔ تمہیں یہ کیا مطلب رہا ہوں مگر حضرت ابا کے کچھ بچہ میرے ذمہ فرمایا اور ان میں نذیر العابدین کو ان تمام ذمہ داروں کا حامل کیا۔ اور خود جنگ کے لیے تیار ہوئے۔ قیاسے بھری سپہی اور علماء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سر پر باندھا سیدہ اشہد امیر کثرہ رضی اللہ عنہ کی سپہ نشین پر رکھی۔ حضرت حیدر رحمہ اللہ کی ذوالفقار ابدار حامل کی۔ اہل غیہ نے اس منظر کو کئی آنکھوں سے دیکھا۔ ابا میدان جانے کے لیے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اس وقت اہل بیت کی بے کسی انتہا کو پہنچی تھی۔ اور ان کا سردار اُن سے طویل عرصہ کے لیے جدا ہو رہا ہے۔

تازہ پروردگار کے سروں سے شفقت پوری کا سایہ اٹھنے والا ہے۔ نور لان اہل بیت کے گرد و شبی نشہ لاری ہے۔ ان دنوں سے سماں رخصت ہو رہا ہے۔ دیکھ ہوئے اور مجروح دل آگاہی جہانی سے کٹ رہا ہے۔ سیکس قافلہ حسرت و یاس کی ٹکا ہوں سے امام کے چہرہ دل افروز پر نظر کر رہا ہے۔ سیکڑی کی تڑپی ہوئی آنکھیں پھر پڑ گوار کا آخری دیدار کر رہی ہیں۔ اُن دو آن میں یہ جلوسے ہمیشہ کے لیے رخصت ہونے والے ہیں۔ اہل خیر کے چہروں سے رنگ اڑ گئے ہیں۔ حسرت و یاس کی تصویریں کھڑی ہوئی ہیں۔ دیکھی کے بدن میں جنبش ہے۔ دیکھی کی زبان میں تباہی حرکت نورانی آنکھوں سے آنسو چمک رہے ہیں۔

خانان مصطفیٰ بے وطنی اور یسکی میں اپنے سروں سے رحمت و کرم کے سایہ گستر کو رخصت کر رہا ہے۔ حضرت امام نے اپنے اہل بیت کو تقاضا کیا کہ صبر فرمائی۔ رضائے اہل بیت پر صابر و شاکر رہنے کی ہدایت کی اور سب کو سپرد خدا کر کے میدان کی طرف رخ کیا۔ اب نہ تمام ہیں نہ ایک بکر و عمر و عثمان و عون نہ جعفر نہ عباس۔ جو حضرت امام کو میدان جانے سے روکیں۔ اور اپنی جائیں امام پر خدا کر رہی۔ علی اکبر بھی آرام کی فیند سو گئے۔ حصول شہادت کی تمنا میں یہ ہیں تھے۔ تنہا امام ہیں اور آپ ہی کو امداد کے مقابل جانا ہے۔

خیر سے چلے اور میدان میں پہنچے۔ حق و صداقت کا درخشاں آفتاب سرزمین شام میں طلوع ہوا۔ امید زندگانی و قتلے زلیلت کا گرد و غبار اس کے جلوے کو چھپا نہ سکا۔ خُش و دنیا و آسائش کی رات کے سایہ پردے آفتاب حق کی نگلیوں سے چاک چاک ہو گئے۔ باطل کی تاریکی اس کی نورانی شمعوں سے کافر ہو گئی۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند راہ حق میں گھر گھر کر سرکھٹ موجود ہے۔ ہزار ہا سپہ گراں نبرد آواز شکر گراں موجود ہے۔ اور اس کی پیشانی مصفا پر شکن بھی نہیں۔ دشمن کی فوج پہ ڈول کی طرح گھیرے ہوئے ہیں اور امام کی نظر میں پیکار کے برابر بھی ان کا وزن نہیں۔ آپ نے ایک بچہ چھپی جو آپ کے ذاتی نسب سے خاندانی پرستش تھی اور اس میں شش میوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتون و تدریجی اور علم کے انجام سے ڈرایا تھا۔ اس کے بعد آپ نے ایک خطبہ فرمایا اور اس میں حمد و صلوة کے بعد فرمایا۔ اے قوم! خدا سے دو جو سب کا مالک ہے جان دینا۔ جان لینا سب اس کے قدرت و اختیار میں ہے اگر تم خداوند عالم جل جلالہ پر یقین رکھتے اور میرے جد حضرت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جو تو خود کو قیامت کے دن میزانِ عدل قائم ہو گی۔ اعمال کا حساب کیا جائے گا۔ میرے والدین بخشش اپنی آگاہی کے لیے گناہ خزن کا مطلقہ کریں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شفاعت گناہ گاروں کی مغفرت کا ذریعہ ہے اور تمام مسلمان جن کی شفاعت کے امیدوار ہیں وہ تم سے میرے اور میرے چاہنازوں کے خون نافع کا بدلہ چاہیں گے۔ تم میرے اہل و عیال اعزہ و اطفال اصحاب و سراہی

میں سے ستر سے زیادہ کوشید کر چکے ہو اور اب میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔ خبردار پہاڑ  
کو عیش دنیا میں پائیداری و قیام نہیں۔ اگر سلطنت کی طمع میں میرے در پہ آزار ہو تو  
مجھے موقع دو کہ میں عرب چلو کر دنیا کے کسی اور حصہ میں چلا جاؤں۔ اگر یہ کچھ منظور نہ ہو  
اور اپنی مصلحت سے باز نہ آؤ تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر و  
ساکر رہیں۔ **الحکم للہ ورضیتا بقضاء اللہ۔**

حضرت امام کی زبان گوہر فشاں سے یہ کلمات سن کر کوئیوں میں سے بہت لوگ  
رو پڑے۔ دل سب کے جانتے تھے کہ وہ برسرِ ظلم و جفا ہیں اور حمایت باطل کے لیے  
انہویٰ نے دارین کی رو سیاهی کی ہے اور یہ بھی سب کو یقین تھا کہ امام مظلوم حق پر ہیں  
امام کے خلاف ایک ایک جنبش و دشمنانِ حق کے لیے آخرت کی رسوائی و خوارگی کا  
موجب ہے اس لیے بہت سے لوگوں پر اثر ہوا اور خدا مان بد باطن نے بھی ایک لمحہ  
کے لیے اس سے اثر لیا۔ ان کے بددلوں پر پھر پوری سی آگئی اور ان کے دلوں پر ایک  
بجلی سی چمک گئی۔ لیکن شر و دغیرہ بدسیرت و بدیہ طبیعت ردی کی گھمے ستارہ نہ ہونے بلکہ یہ  
دیکھ کر کوئی کشتیوں پر حضرت امام کی تقریر کا کچھ اثر مظلوم ہوتا ہے۔ سمجھنے لگے کہ آپ تھوڑا سا  
بیچھے اور آپ زیادہ کے پاس چل کر یہ دیکھ لیتے کہ آپ سے تعارض نہ کرے گا۔  
ورنہ بجز جھگڑنے کوئی چارہ نہیں ہے۔ حضرت امام کو انہماک معلوم تھا لیکن یہ تقریر اقامت  
جنت کے لیے فرائض کی کوئی عذر باقی نہ رہے۔

سیدنا ابی جلی اللہ علیہ وسلم کو نظرِ خاتونِ جنت غافلہ الزہراء کا لختِ بکری  
جھوک پیاس کی حالت میں آں و اصحاب کی مفارقت کا زخم دل پر سیلے ہوئے گرم  
و گیسٹان میں بیس ہزار روشو کے سامنے تشریف فرما ہے۔ تمام جنتیں قطع کر دی گئیں اپنے  
فضائل اور اپنی سب سے ہی سے اعدا کو اچھی طرح آگاہ کر دیا اور بار بار بتا دیا کہ یہ فیصلہ  
جنگ نہیں آیا اور اس وقت تک ارادہ جنگ نہیں ہے اب بھی موقع دو تو وہاں پس چلا  
جاؤں مگر میں ہزار کی تعداد امام کو سب سے کم و تنہا دیکھ کر پیشِ بادی دکھانا چاہتی ہے۔

جب حضرت امام نے اطمینان فرمایا کہ بددلوں نے جہنم کے لیے کوئی عذر باقی

نہ رہا اور وہ کسی طرح خونِ ناحق و ظلم سے نہایت سے باز آئے والے نہیں تو امام  
نے فرمایا کہ تم جو ارادہ رکھتے ہو پورا کر دو اور میں کو میرے مقابلہ کے لیے بھیجنا چاہتے ہو  
میں کو مشہور بہادر اور یگانہ نہاد آزما جن کو سخت وقت کے لیے رکھا گیا تھا میدان  
میں بھیجے گئے۔ ایک سہہ جیا۔ ان کے سامنے مقابل تلوار چمکانا آتا ہے۔ امام شہنشاہ کام کو  
آج تیغ و کھانا ہے۔ بیٹو! دین کے سنے! اپنی بہادری کی دلیلیں مارتا ہے غرور و قوت  
میں سرشار ہے۔ کثرت لشکر اور تنہائی امام پر نازناں ہے۔ آتے ہی حضرت امام کی طرف  
تلوار کھینچتا ہے۔ ابھی اٹھتا تھا ہی تھا کہ امام سے ضرب فرمائی۔ سرکٹ کر کود جا پڑا۔  
اور غرور شجاعت خاک میں مل گیا۔ دوسرا چڑھا اور چلا کہ امام کے مٹا ہے میں  
ہمزمنی کا اظہار کر کے سیاہ دلوں کی شجاعت میں سرخ رونی حاصل کرے۔ ایک نعرہ  
مارا اور پکار کر کہنے لگا کہ بہادران کو ہمشین شام و عراق میں میری بہادری کا غلغلہ ہے  
اور ضرور دم میں میں شہرہ آفاق ہوں۔ دنیا بھر کے بہادر میرا لوہا منستے ہیں۔ آج تم  
میرے زور و قوت کے اور داؤ بیچ کو دیکھو۔

ابن سعد کے لشکر کی اس بھرکشی کی تلبیوں سے بہت خوش ہوئے اور سب  
دیکھنے لگے کہ کس طرح امام سے مقابلہ کرے گا۔ لشکر میں کو یقین تھا کہ حضرت امام پر بھوک  
پیاس کی تکلیف حد سے گزر چکی ہے۔ صدرِ مسلم نے ضعیف کر دیا ہے۔ ۱۰ ایسے وقت میں  
امام پر غلاب آنا کچھ مشکل کام نہیں ہے۔ جب سپاہِ شام کا گستاخ جفا جو سرکش دھگوشا  
کو دانا سامنے آیا۔ حضرت امام نے فرمایا تو مجھے جانا نہیں جو میرے مقابلہ اس دلیری سے  
آتا ہے پرشش میں ہو۔ اس طرح ایک ایک مقابلہ کیا تو بیخ خونِ شام سے سب کا کام  
تمام کر دیا جانے لگا۔ حسین کو کمزور و سب سے کم دیکھ کر جو صدرِ مسلموں کا اعلان کر رہے ہو۔  
نامرود میری نفوسِ شہداء کوئی حقیقت نہیں۔ ہشتی حیران یہ سن کر پیش میں آیا اور بجائے  
جناہب کے امام پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت امام نے اس کا وار بجا کر پھر تلوار ماری۔ معلوم  
ہوئے تھا کہ کچھ اٹھا کاٹ ڈالا۔ ابی شام کو اب یہ اطمینان تھا کہ حضرت کے سراپا اب اور  
تو کوئی باقی نہ رہا۔ کہاں تک دیکھیں گے۔ پیاس کی حالت، دھوپ کی تپش مصلیٰ کر چکی

تھی۔ ہمدادی کے جوہر دکھانے کا دقت سے۔ جہاں تک ہر ایک ایک مقابل کیا جائے کوئی تو کامیاب ہو گا اس طرح تھے۔ وہید شیر دولت پہلے پیکو تیغ ذل حضرت امام کے مقابل آئے رہے مگر جرح سے آیا ایک ہی ہتھ میں اس کا ہتھ تمام فرمایا۔ کسی کے سر پر تلوار داری تو زمین تک کاٹ ڈالی کسی کے حمالی کا ہتھ مارا تو مستی تر کش دیا خود و مغز کاٹ ڈالی کسی دھڑکتے قلعہ کر دیئے۔ کسی کو نیزہ پر اٹھایا اور زمین پر ٹپک دیا کسی کے سینے میں نیزہ ارا اور پار نکال دیا۔

زمین کر بلا میں بہادران کو ذکا کھیت ہو دیا۔ ناموران صفت مشکن کے خون سے کر بلا کے تشہہ ریستان کو سیراب فرما دیا۔ نشوں کے انبار لگ گئے۔ جسے جسے فز و نگار بہادر کام آئے لشکر اعداء میں شور برپا ہو گیا کہ جنگ کا یہ اندازہ تو حیدر کا شیر کو ذکے ذل و اغلاں کو بوجہ و قیام بنا کر چھوڑے گا اور اس کی تیغ بے پناہ سے کوئی بہادر جان بچا کر نہ لے جاسکے گا۔ موقع دود اور پاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی حملہ کرو۔ فرد مائیکان رو بہا سیرت حضرت امام کے مقابل سے عاجز آئے اور یہی صورت اختیار کی اور ماہ چرخ حقانیت پر زور دھا کی تاریک گھٹا چھا گئی اور ہزاروں توجران دوڑ پڑے اور حضرت امام کو گھیر لیا اور تلوار برسا فی شہر دوح کی اور حضرت امام کی ہمدادی کی سانش بہر ہی تھی اور آپ تو خزانہ کے انہ میں اپنی تیغ آباد کے جوہر دکھا رہے تھے جس طرف گھوڑا بڑھا دیا پیسے کے پرے کاٹ ڈالے۔ دشمن بیہت زدہ ہو گئے اور ہیرت میں آ گئے کہ امام کا حملہ جاستان سے رہائی کی کوئی صورت نہیں۔ ہزاروں آدمیوں میں گھسے ہوئے ہیں اور دشمن کا سر اس طرح اڑا رہے ہیں جس طرح یام طزال کے جھونکے دشمنوں سے چتے لگاتے ہیں۔ ابن سعد اور اس کے مشرور کو بہت قسط میش برتی کہ اکیلے امام کے مقابل ہزاروں کی جماعتیں بیچ ہیں۔ کو فیوں کی عزت خاک میں مل گئی۔ تمام ناموران کو ذک کی جماعتیں ایک حمازی جران کے ہتھ سے جان نہ بچا سکیں۔ تاریک عالم میں جاری نامردی کا واقعہ اہل کو ذک کو ہمیشہ رسوائے عالم کر رہے گا۔ کوئی تدبیر کرنا چاہیے تجویز یہ ہوئی کہ دست بدست جنگ میں ہمدادی ساری فوق بھی اس شیر حق

سے مقابلہ نہیں کر سکتی بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ہر چار طرف سے حضرت امام پر تیروں کا میزہ برسا جائے اور جب دشمنی ہو چکی تو نیزوں کے حملوں سے تن نامین کو جرح کیا جائے تیر اندازوں کی جماعتیں ہر طرف سے اندامیں اور امام تشہہ کام کو رول بلا میں گھیر کر تیر بے سالہ شہر دوح کر دیئے۔ گھوڑا اس قدر تھکی ہو گیا کہ اس میں کام کرنے کی قوت باقی نہ رہی نہا ہر حضرت امام کو ایک جگہ ٹھہرا پڑا۔ ہر طرف سے تیر آرہے ہیں اور امام مظلوم کا تن ناز پرورش نہا بنا ہوا ہے۔ نورانی جہم تھوں سے چھینا چہرہ اور مولمان ہو رہا ہے۔ بے شرم کو فیوں نے سنگ کی سے عزیمت مہمان کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ ایک تیر پیشانی اقدس پر لگا۔ یہ پیشانی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوس کاہ تھی۔ یہ سیانہ نور عجیب خدا کے آرزو مند ان جمالی کا قرار دے رہا۔ بے ادبوں کو ذک سے اس پیشانی صفحا اور اس جبین کو ضیا کو تیر سے گھاٹی کر دیا۔ حضرت کو چھڑا کر آدھا گھوڑے سے بچے آئے اب ناموران سیاہ باطن نے نیزوں پر دکھ لیا۔ نورانی پیچہ خون میں نہایا اور آپ شہید ہو کر زمین پر گر پڑے۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔

لے کر بلا کی ناک تو اس احسان کو نہ قبول  
تھڑکی سے تھجہ پر غش جو گشتہ رسول

فلانان پیریش نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اور حضرت امام کی معصیتوں کا اسی پر خافہ نہیں ہو گیا۔ دشمنان ایمان نے سر مبارک کو تن اقدس سے جدا کرنا چاہا اور نظر ابن ترانہ اس ناپاک ارادہ سے آگے بڑھا مگر امام کی بیہت سے اس کے ہاتھ کا کپ گئے اور تلوار چھوٹ پڑی۔ خولی ابن زید پیدل نے با سیل شل ابن زید نے بڑھ کر ہر اقدس کو تن سے جسد اکیا۔

صادق جانا تیرے بعد وفا پر کیا اور دین حق پر فتہ رہ کر اپنا کنبہ اپنی جان راہ خدا میں اس اولوالعزمی سے نذر کی۔ سو کھلا کاٹا گیا اور کر بلا کی زمین سید اللہ کے خون سے گلزار بنی۔ سردن کو خاک میں ملا کر اپنے جہد کریم کے دین کی حقانیت

کی عملی شہادت دی اور لوگ تان کو فذ کے درج پر صدق و امانت پر جان مستبران کرنے لگئے۔ نقوش ثبت کیے۔ اعلیٰ اللہ تعالیٰ مکانہ و اسکندہ بحیوۃ جنانہ و اعطی علیہ شایب رحمة و رضوانہ کہ ہا کے بیابان میں غلہ و جھاٹی اندھی چلی مصطفیٰ بنی ہمن کے غنچہ دہل با و سوم کی نذر ہو گئے۔ خاقان جنت کا لہنا کا باغ و وہم میں کاٹ ڈالا گیا۔ کوئین کے ستارے دینی و سہہ عرقی کے سیلاب سے قارت ہو گئے۔ فرزند ان آل رسول کے سر سے سردار کا سایہ اٹھا۔ بچے اس غریب الوطنی میں قائم ہوئے۔ بیابان پر نہیں مظلوم بچے اور بیکس بیابان گرفتار کیے گئے۔

**ختم سلسلہ کی دوسری تاریخ** جموعہ روز پچیس سال پانچ ماہ پانچ دن کی عمر میں حضرت امام نے ہس دار نا پائیدار سے رحلت فرمائی اور داعی اجل کو لبیک کہی۔ ابن نریا و بدشاہ نے سر مبارک کو کوڈ کے کوچہ و بازار میں پھروایا اور اسی طرح اپنی سہ جہت د سہ حیاتی کا، خضار کیا۔ پھر حضرت سید الشہداء اور ان کے تمام جانب۔ شہداء کے سروں کو ایوان الہی بیت کے ساتھ منظر پاک کی ہزاری پر نیک کے پاس و حق بھیجا۔ پڑھنے سر مبارک اور الہی بیت کو حضرت امام زکریا علیہ السلام رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدرسہ فیتہ بھیجا اور وہاں حضرت امام کا سر مبارک آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خاقان جنت رضی اللہ عنہا یا حضرت امام حسن کے پہلو میں مدفون ہوا۔

اس واقعہ تاخر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برج پینچا اور قلب مبارک کو جو صدر پینچا اندازہ اور قیاس سے باہر ہے۔ امام احمد اور بیہی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ ایک روز میں دو ہر کے وقت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نوبت سے خواب میں مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ مبلغ معجز و گیسو نے موٹر بھرے ہوئے اور رفتار آگد ہیں۔ دست مبارک میں ایک خون خیرا شیشہ ہے۔ یہ حال دیکھ کر دل بے چین ہو گیا۔ میں نے عرض کیا اسے آقا قربان شوم یہ کیا حال ہے۔ فرمایا جینے اور ان کے رفیقوں کا خون ہے۔ میں اسے آج صبح سے اٹھا رہا ہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے اس تاریخ و وقت کو یاد رکھا۔ جب خیراتی کو معلوم ہوا

کہ حضرت امام اسی وقت شہید کیے گئے۔ تاکہ نہ بھیجی میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث روایت کی۔ انہوں نے بھی اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر مبارک ویش اقدس پر گرد و مہار ہے۔ عرض کیا۔ جان ما کثیران شاکر تو باد۔ یا رسول اللہ کیا حال ہے فرمایا ابھی امام حسین کے منقل میں گیا تھا۔ بیٹی ابول نعیم نے بصرہ ازبہ سے روایت کی کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو آسمان سے خون برسنا۔ صبح کو ہمارے شیشے ٹھٹھے اور تمام برتن خون سے مچھے ہوئے تھے۔ بیٹی ابول نعیم نے زہری سے روایت کی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روز شہید کیے گئے اس روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھا یا جا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جا تا تھا۔ بیٹی نے ام حنان سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن اندھیرا ہو گیا اور زمین روز کامل اندھیرا رہا اور جن شخص نے منہ پر زعفران (دغا نہ) ملا اس کا منہ چل گیا اور بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔ بیٹی نے جلیل بن مر سے روایت کی کہ زید کے لشکریوں نے لشکر امام میں ایک ادب پایا اور امام کی شہادت کے روز اس کو ذبح کیا اور لٹکا یا اور لٹکا یا تو اندھیرا کی طرح کڑا ہو گیا۔ اور اس کو کوئی نہ کھا سکا۔ ابول نعیم نے سفیان سے روایت کی کہ وہ کہ جس کو کچھ کوسری دادی نے فریاد کہ حضرت امام کی شہادت کے دن میں نے دیکھا کس دھم، لکھ ہو گیا اور گشت آگ ہو گیا۔ بیٹی نے علی بن شیر سے روایت کی کہ میں نے اپنی دادی سے سنا وہ بھی کہیں کو میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانہ میں جو ان لڑکی تھی کئی روز آسمان رویا۔ یعنی آسمان سے خون برسا۔ بعض مؤرخین نے کہا کہ رستہ اور زنگ آسمان خون رویا۔ اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہو گئیں۔ اور جو پتھر اس سے رنگین ہوا اس کی مشرقی پہرے پر پڑے ہوئے نمک دہ گئی۔ ابول نعیم نے عیوب بن ثابت سے روایت کی کہ میں نے جہول کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس طرح خود خوانی کرتے سنا۔

مسح النجب جیبیۃ فله بریقۃ الخلد و

اس حسین کو نبی نے چڑھا تھا ہے وہی خود اس کے چہرے پر

ابداہ من علیا قریش حیدۃ خیر العبد و

اس کے ماں باپ برترین قریش اس کے نانا جہاں سے بہتر

ابو یوسف سے حبیب بن ثابت سے روایت کی کہ امام الزمینی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کلمہ کی وفات کے بعد سے سوائے آج کے بھیجی بڑوں کو فوت کرتے اور دوستے نہ سنا تھا اگر آج سنا تو میں نے جانا کہ میرا فرزند حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گیا۔ میں نے اپنی ٹوٹتی کوچیج کو بڑھلایا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام شہید ہو گئے۔ جن کس فوت کے شفا زاری کرتے تھے۔

الایا عین فابھلی بیجھد ومن بیک علی الشہد بعدہ

ہر کے جتنا دل سے اسے چشم کون دوسے کا چہرہ شہیدوں کو

علی دھڑ تقود ہر المناجا الی متجبر فی ملک عہدے

پاس قالم کے کھینچ کر لائی موت ان بیکوں عزیزوں کی

ابن ہشام نے سنال بن عمرو سے روایت کی وہ کہتے ہیں۔ واللہ میں نے بچہ خود دیکھا

کہ جب سر مبارک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگ تیز سے پرے لے جاتے تھے اس وقت

میں وحش میں تھا سر مبارک کے منہ سے ایک شخص سورۃ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ اس

آیت پر پہنچا۔ اِن اَصْحَابِ الْکُفْرِ وَالْمُنَافِقِ کُنُوْا مِنْ اٰیٰتِنا حَبِیْبًا۔

اور اصحاب کفر و دھرم ہماری نشانہ بنوں میں سے تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے سر مبارک

کو گویائی دی۔ بزبان فصیح فرمایا۔ اَعْلَجْتُ مِنْ اَصْحَابِ الْکُفْرِ فَتَنِّیْ وَخَلِّیْ۔

اور اصحاب کفر کے قتل کے واقعہ سے پہلے ازل اور میرے سر کو لے لے پھر نا عجیب تر ہے،

در حقیقت بات یہی ہے کہ ان اصحاب کفر پر کافروں نے ظلم کیا تھا اور حضرت امام کو

ان کے نانا کی امت سے مہمان بنا کر بلایا پھر یہ وہاں سے پانی تک بند کر دیا۔ اہل بیت کو اسیر کیا۔

کو حضرت امام کے سامنے شہید کیا۔ پھر خود حضرت امام کو شہید کیا۔ اہل بیت کو اسیر کیا۔

سر مبارک کو شہر شہر پھرایا۔ اصحاب کفر کما سال کی طویل خواب کے بعد بوسے۔

یہ طرہ عجیب ہے مگر سر مبارک کا من سے جدا ہونے کے بعد کلام فسد مانا اس سے

عجیب تر ہے۔

ابو یوسف نے ابو یوسف ابن السید ابی حنیبل سے روایت کی کہ حضرت امام کی شہادت کے

بعد جب بے نصیب کوئی سر مبارک کو لے کر چلے اور پہلی منزل میں ایک چار دیوڑی پر

شریت وغیرہ بیٹھے تھے اس وقت ایک لوبہ کا قلم ہوا پڑا اس نے خون سے پھر لکھا۔

اِتر حیا اَمَّہ فُتِلَّت حَیْنًا شَہَادَۃ حَیْدَہ یَوْمَ الْحَبَابِ

یہ بھی منقول ہے کہ ایک منزل میں جب اس قافلہ نے قیام کیا وہاں ایک دیہ تھا۔

وہ کے راہب نے ان لوگوں کو اتنی ہزار درہم دے کر سر مبارک کو ایک شب اپنے پاس

رکھا غسل دیا حلق لگا دیا۔ ادب و تعظیم کے ساتھ تمام شب نرا رکت اور روتا رہا۔ اور

رحمت الہی کے حوالہ سر مبارک پر نازل ہو رہے تھے۔ ان کا مشاہدہ کرنا دھرم پر ہی اس کے

اسلام کا باعث ہوا۔ اشیاء نے جب در اہم تحسیم کرنے کے لیے خمیلوں کو کھولا تو دیکھا

سب میں شکر یاں بھری ہوئی تھیں اور ان کے ایک طرف لکھا ہے۔ ولا تحسبن اللہ

غافل عما یعمل ایھا لعمون۔ خدا کو کھانوں کے کردار سے فی نقل نہ جانو اور دوسری

طرف پر آیت مکتوب ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا انی مغفل بخلیون، اور ظلم

کرنے والے مغفرب جان لیں گے کہ کس کو روٹ بیٹھتے ہیں۔

عزیز زمین و آسمان میں ایک مام پر پناہ تھا۔ تمام دنیا رنج و غم میں گرفتار تھی شہادت

امام کے دن آفتاب کو گرہ لگا ایسی تاریکی ہوئی کہ دوپہر کو تار سے نظر آئے گئے۔ آسمان

رویا۔ زمین دھلئی۔ پہاڑ میں جہالت نے خود خواف کی۔ راہب تک اس حادثہ قیامت نامے

کا نب اٹھے اور وہ پڑے۔ فرزند رسول جھک کر گوشہ بڑوں، سردار و قریبی امام حسین رضی اللہ عنہ

کا سر مبارک لایا وہ شہر کے سامنے غشت میں رکھا جانے اور وہ غزون کی طرح منہ بخت

پر بیٹھے۔ اہل بیت اپنی آنکھوں سے یہ نہ دیکھیں۔ ان کے دلوں کا کیا حال ہو گا۔ پھر سر مبارک

اور تمام شہداء کے سروں کو شہر شہر تیزیوں پر پھیرا دیا جانے اور وہ بڑید حبیب کے سامنے

لا کر اسی طرح رکھے جائیں اور وہ خوش ہواں کو کون برداشت کر سکتا ہے۔ بڑید کی رعایا

بھی چڑھ گئی اور ان سے یہ نہ دیکھا گیا۔ اس پر اس نابکار نے اخبار نہ مارا۔ لیکن اگر یہ نہایت اپنی جاہلیت کو قبضہ میں رکھنے کے لیے تھی۔ دل کو اس ناباک کا اپنی بیعت کلام کے سن دے بھرا ہوا تھا۔ حضرت امام پر ظلم کے ہاتھ ٹوٹ چکے اور آپ نے آپ کے الہی بیعت سے صبر و رضا کا وہ امتحان دیا جو دنیا کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ راج حق میں وہ مصیبتیں اٹھائیں جن کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے۔ یہ کمال شہادت و جان نثاری ہے اور اس میں امت مسلمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حق و صداقت پر استقامت و استقلال کی بہترین تعلیم ہے۔

(صداۃ الفاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی)

## زندہ حب وید شہزادہ

حضرت سیدنا امام حسینؑ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؑ کے نور نظر اور حضرت خاتونِ جنت سیدہ فاطمہؑ کا لڑکا اور بہت حضور سرور کوئین سلطان دارین رسولی مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لقب سے جگہ تھے۔ آپ کی ولادت ۳ شعبان مسک ۴۰ ہجری منورہ میں ہوئی۔ ولادت کی فوج میں کہ حضور بہت سرور ہوئے۔ آپ کو گوہرِ انعام، ہدایا۔ دانہ کائن میں اذان اور بادشاہ میں انعام بھی اور اپنی زبان مبارک آپ کے منہ میں دی۔ ساترین دن ٹنڈ اور دو برس کی قرآن کی سنت عقیقہ کروایا۔ بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کی اور ایک گری کی دان قابلہ اسما بہت عیسٰی کو مرحمت فرمائی حاکم حضرت نے آپ کو ابو عبد اللہ کی کنیت اور سیدہ فاطمہ العین نے عقیقہ اور سید کے القاب سے مشرف فرمایا۔

تعلیم و تربیت چونکہ باب العلم اور خاتونِ جنت کے علاوہ حضور مدینہ العلم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ عاطفت میں ہوئی تھی اس لیے آپ علم و حکم و جبریت صبر و استقلال اور لومعری سخاوت، شجاعت، تدبیر، عاجز و انصاری، حق گوئی، بھائی پندی اور راضی برضائے مولا کے مجسم تھے۔

اوصاف جلیلہ کے ضمن میں حضرت ابن ابی شیبہ اور حضرت ابن عربی کی یہ شہادت اس مختصر مضمون میں کافی ہوگی۔

”کان عالماً بالغزوات“  
عالم علیہ زاهد تقیاً ودعاً  
جو اذاً فضیلاً بلیغاً عادفاً  
باللہ ودلیلاً علی ذلہ تعالیٰ  
”کان المحیض البیط آیتہ“  
موت آیات اللہ

یہ تو ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ جو سراپا فضائل جو جس کی ہر ادا میں کا ہر فعل، جس کا سرکل جس کا خلق اور جس کا کریم سرچرچہ فضیلت ہو۔ اس کا فضائل مجید عینا کیا۔ میرے جیسے لاکھوں اور کروڑوں اشتراک بھی ضبط ہو رہے ہیں نہیں لاسکتے۔ مگر حصولِ برکت و سعادت دارین کی خاطر تبرکاً اور تینا اس بھر فضائل کے دو چار قرات یہاں اس لیے ڈالے جا رہے ہیں کہ بادلِ حورانِ معرفت ابھی سرشارانِ عبثت حضرت رسالت مآب اور خدا کا عالمی بیعت رسولِ باطنی کی کچھ تسکین خاطر ہو سکے۔

حضرت سیدنا امام حسینؑ با اتفاقِ رائے الہی بیعت میں سے تھے۔ اور الہی بیعت کے عقیقہ و ظاہر ہونے پر اس سے بڑھ کر اور کونسا شہوت دیا جاسکتا ہے کہ خود خاتونِ عالم فرماتے۔ ”انما یرید اللہ لیدھب عتک الرجس اهل البیت ویطہرکم تطہیراً باریکاً“  
جب ان اللہ وہلکتا یصارت علی النبی یا ایہا الذین امن صلو علیہ وسلموا تسلیماً۔ (پارہ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸) تا نازل ہوئی تو عقیقہ بن مجروح نے حضرت رسولِ خدا سے پوچھا: آپ پر کیوں کرو دے دیجھوں؟

حضور نے فرمایا کہ: ”اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد“۔۔۔ بخاری مختصر کتاب الدعوات باب الصلۃ علی النبیؐ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کی دل جرتی اور دل داری کا اثنا خیال رکھتے تھے کہ اگر عالت نماز میں ان دو جڑ گوشوں میں سے کوئی بھی گوش مبارک پر سوار ہو جاتے یا بچھرا لہرے پٹ جاتے تو اس وقت تک اقیبہ ارکان کو





عمر کے وقت عین عاص ناز میں ابن رسول حضور گشتہ نبوی نور دیدہ شیر چہ دراز چہ انان  
جنت خضر کیتیدنا امام حسین کے سر مبارک کو ششتر لعین نے جہم اطہر سے حسبہ اگر دیا۔  
آہ! تم آہ - انا للہ وانا الیہ راجعون -

دس مائیک کے بعد مہذرات عالیات کو آہ! فاعلوں نے کس بسہ کر کے شہرول کی  
شرکوں اور گیلوں کا پتہ لگوا دیا اور صوریہ تکالیف اور صاحب کا نشانہ بنایا۔

حضرت امام حسین کی شہادت جن اعراض اور جن مقاصد کی خاطر علی میں لائی گئی  
ان میں ایک بھی پورے نہیں ہو سنے یعنی نہ ہی بڑی بخت خلافت پر چھوٹ سکا دیکھو کہ  
اِس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد اس نے دنیا سے کوچ کیا، اور نہ ہی زندہ جاوید  
ہا کے نام کو شام سکا۔

قبل حسین اصل میں مرگب یزید سے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کوئی کے بعد

یزید مر گیا مگر امام حسین ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احياء  
ولیکن لا تشعرون - کے مطابق زندہ ہیں۔

امام حسین سے محبت کرنا اللہ سے محبت کرنا ہے، ان کے نام پر صدقہ و خیرات کرنا  
سعادتِ ابدی کا حاصل کرنا ہے ان کے عمل کو اپنانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اپنا  
مونس بنانا ہے۔ اور ان سے بغض رکھنا اللہ تعالیٰ کے بغض و غضب کا نشانہ بنانا ہے۔ کیوں؟  
اِس لیے کہ امام حسین حروفِ ہرے نہیں بلکہ کبیروں کے امام یعنی بین الاقوامی امام اور  
بین الاقوامی شہید ہیں۔ پرچ ہے۔

شاہد حسین باؤشاہد حسین دین مرت حسین دین پناہ ہست حسین

مرداؤ دواؤ دست در دست یزید حقا کہ بنا سے لالہ است حسین

اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم

اللہم اغنا بجمہتہم اللہم احرقنا فی زہرہم امین یا دیب العالمین

(سید ابوالحسن)

## خلافت معاویہ یزید عقل فوٹل کے پیمانے میں

کچھ عرصے پاکستان میں بعض سوائے عالم کی ہیں خلافت معاویہ یزید تحقیق سید و  
رہادت، تحقیق مزید، سادات بنامیہ اور کتب رشید ابن رشید چھپ کر علمی اور نظریاتی دنیا  
میں وجہ نزاع بنتی جا رہی ہے۔ ان کتابوں کے بنام زمانہ مصنفین حضرت امام حسین رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں یزید کے مقام کو بلند رکھانے کے لیے ایڑی چرٹی کا زور لگایا جا رہا ہے  
ان کی اس حرکت مذہبی کے پیچھے وہ اعتقادی قوانین کار فرما ہیں جو بزرگان دین حضرت مکر اسلام  
اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو عیاں اور گستاخانہ انداز سے پیش کرتی رہتی ہیں۔  
پھر کج کی پڑھی لکھی دنیا کو مرعوب کر کے لیے تاریخی حوالوں کے خود ساختہ اقتباسات لکھ کر  
بادرکرایا جاتا ہے کہ سارا کام یزید سوسال گزرنے کے بعد تحقیق و تفتیش کی عمارت استوار  
کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ محمود عباسی صاحبِ خصوصیت کے ساتھ اس فکری کے امام  
ماننے جا سکتے ہیں اور وہ اندھوں کی دنیا کے، حقائقِ ظہار و مشہور ہوتے جا رہے ہیں۔

اگر آپ کو اپنے ملک کی اس کمات سے اور اتفاق سے کہ اندازہ کے لیے۔ ملک کا  
ایک چاروں کا لی سے یہ تو اسی روشنی میں سوائے عالم کتاب کے چند مقامات کی نشاندہی  
کرنا ہوں جس سے آپ اندازہ کر سکیں گے عقلی اور عقل دونوں حیثیت سے کیا سب  
خلافت معاویہ یزید پر مستند اور ناقابلِ تسلیم ہے اور آپ یہ فیصلہ بھی کر سکیں گے کہ عباسی  
کی نظر میں بعض تصویر کا ایک ہی ترش ہے اور سہرا نہیں بلکہ کھڑا دوسرے رخ سے دھڑلے لاشکی  
برلی گئی ہے بلکہ اِس پر عبا راڑانے کی کسی ناکام کی گئی ہے۔

بنو امیہ اور بنو ہاشم ایک ہی روپنے کی دو تصویر ہیں جس کے کچھ کچھ صیب ذیل

شجرہ نسب کا فی ہر گاہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پرہیزگار قسم کے باپ کے بیان دو جڑواں بیٹے کا نام اور اس پر پیدائش کے وقت اور دونوں عمارت سے پیدا کیے گئے خدا کی شان کو دونوں زندہ رہے۔

افسوس کہ جس عمارت پر کاظم کے خون کی چھٹیوں پر چھٹی تھیں اس کے گرد کے میدان میں آبی پتھر کے خون سے اپنی پیاس بجھائی اور جو کچھ رہی سی کسرا کی روٹی تھی عمارت عباسی، عامر زیدی اور عثمان فاروقی

ایڈیٹر جمعیت دہلی کا قلم اس کی تکمیل کر رہا ہے۔ ہزاروں رعیتیں تازلی ہوں داماد رسول علی ابن ابی طالب نے جنہوں نے فرمایا اور پر فرمایا۔

جراحات السنن لعل التیاء  
ولا یلہام ما جرح اللسان  
چنانچہ اسی قلم کو ہی کی ایک مہم جاری ہے جس پر پوری قسب اسلامیہ خون کے آئسو درہی ہے۔

اس کتاب سے متعلق چند ضروری اسرار سے ملاحظہ فرمائیں۔  
(۱) جناب عباسی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۲۹ پر رقم فرماتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ کی شان میں کوئی بدگمانی نہیں کی جاسکتی کیونکہ ان کی صحابیت اور صحابیت کا لازمہ عدالت، مہر قسم کی بدگمانی سے مانع ہے۔

بہت خوب! حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی قسم کی کوئی بدگمانی نہیں کی جاسکتی، چونکہ وہ صحابی ہیں اور صحابیت کو عدالت لازمہ ہے۔ لہذا آپ مجھے دریافت کرنے دیجئے کہ حضرت سیدنا مولانا کے کائنات حضرت علی کو مہر اللہ وجہ نہ صرف

صحابی رسول مکہ داماد رسول بھی ہیں، تو قانون کی یہ وفد حضرت علی کے بارے میں کہوں نہ اختیار کی گئی؟ اور حضرت علی کے بارے میں چند در چند خلوک و شبہات پیدا کر کے اپنے نامہ اعمال کو کہیں سیاہ کیا گیا۔  
اور خدا سے ڈرو خوف کبر سے ڈرو  
نہی کی غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈرو  
اگر عباسی صاحب کو اس حدیث پر اعتماد و خبر دہرنا کہ ۱۔

اصحابی کا مجموعہ یا یہو میرے صحابہ مشاؤون کے مثل ہیں کہی  
اقتدیتوا ہتدیتو۔ بھی پروری کر کے ہدایت پاؤ گے۔

اصحابی کلہو میرے صحابہ سب کے سب عادل ہیں۔  
عدول مثل اہل بیت کیلئے اہلیت غنیہ فوج کے مثل ہیں جو

کسفیلتہ فوج۔ اس پر سوار ہوگا اس نے نجات پائی اور  
جس نے اہل بیت کیا وہ ڈوب گیا۔

(۱) انہیں نیز کاظم اور آل رسول کے سب دشمن کے لیے قلم اٹھانے کی زحمت ہی نہ پڑتی بلکہ جگہ جگہ اور جنگ صحیفین وغیرہ کے دیکھنے سے اگر پانچ گنی فوج کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا تو اس کا علاج گالی گلوچ اور تیرتا بازی سے نہ کرتے بلکہ یہ سورج کو خاموش رہنے کہ تابعین اور اہل صحابہ کی مقدس جہالت سے ان کے قیام کت انسان اور خاموش رہنا ہی باعث سعادت ہے جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب و مسلک ہے مگر یہاں کا نقشہ

یہی ایک جنگ ہے۔ ایک سٹے شدہ ذہنی پلان (PLAN) ہے جس کی تائید و حمایت میں کہیں قرآن و سنت کا بے عمل استعمال ہے اور کہیں دشنام و غازی کا سب سے بڑا پیوند کم از کم میری فکر و قلم سے یہ بات باہر ہے کہ حضرت امیر معاویہ کی جس صحابیت کے سامنے جناب عباسی کا قلم گزرا اس سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہیں ہکا بکا کچھ نہ کہے۔

اللہ کے خود ساختہ قانون کا نرنگ جو بات کہیں فرمادی بات کہیں نہ کہے  
اب جناب عباسی کی ایک نئی تحقیق ملاحظہ کیجئے خلافت معاویہ و زید بن ابیہ  
مادہ کہ جناب اتنی دیر میں ختم ہو گیا تھا جتنی دیر میں خیلوہ میں آجھ جھک جاتے

یعنی کم دیش آدھ گھنٹے میں ۹

عباسی کی اونچی تحقیق سے دو باتیں سمجھیں آتی ہیں۔

۱۔ مختلف سنی فہم ائمہ سے پہلے یہ تہذیب کیا ہے کہ جرات کی جانے وہ فنی ہو۔

۲۔ دوسری بات یہ سمجھیں آتی ہے کہ میدانِ کربلا میں یہودی فرج کے غمخوار درندہ آلِ یسوی کی گھات میں بیٹھے تھے اور عیسائی گناہ کو دیکھتے ہی چل، کوکوں، گدھا اور کتوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔

۳۔ دوسرے واقف نہ آئیں وقت جانے

وہ نہ تو رسمِ سلام و کلام سے نا آشنا تھے اور نہ ہی اداۓ نینز یا نی کے طرز سے، اس کے سوا اور کیا کہا جانے کہ ——— خذ لگنا، ہر تراز لگنا۔

اتنا لکھ دینے سے نہ تو یہ دیکھ پشانی سے کلک کا ٹیکہ صاف ہو گیا اور نہ ہی جدید تہذیب زیادہ اور عرواۓ تمدن کے دامن سے خون کی جھینٹیں وصل گئیں، غلام، غلام رہا اور منظم معلوم۔

اب ایک اور نئی تحقیق ملاحظہ کیجئے کہ — امامِ عالی مقام دس ذی الحجہ کو مسکو تہذیب سے روانہ ہو کر دس محرم الحرام کو پاکستان سے متعلق پہنچے، جس کے لیے خلافتِ مساویہ و یزید علیہ السلام ملاحظہ فرمائیے۔ اس کے اثبات میں عباسی نے فنکارانہ پانچ لکھ سٹیوں سے

کام لیتے ہوئے اپنے کو صاحب، تاریخ، جغرافیہ اور ہندسہ وغیرہ میں یکساںہ روزگار ثابت کرنے کے لیے گوشش کی ہے۔ باتِ بات میں قرآن و سنت کا نام لے کر علماء کو مروجہ کرتا ہے اور وصف کا ایک ہی گھڑت خاکہ بھیج کر کیرلائٹ جلیے کو ایک قسم کی دھکی دینی ہے حالانکہ دو دنوں میں اس وصول کا پوئلہجی طرح جانتے ہیں۔ علماء اچھی طرح سمجھتے ہیں

کہ عباسی کی حیثیت قرآنِ عظمیٰ اور حدیثِ دینی میں صرف کے برابر ہے اور انگریزی دان طبیعت یہ جانتا ہے کہ آنجناب، تاریخ و جغرافیہ سے قطعاً ناواقف ہیں و نہ عباسی صاحبِ بھارت میں اگر دادرِ تعلیمات دینی تو کم از کم مسلم یونیورسٹی میں گورنر کے پرنسپل ہی ہوتے اور اگر امر وہم چھوڑ کر پاکستان گئے تھے تو وہاں جو تیاں چمکارتے نہ پھرے بلکہ چند قدم آگے بڑھ کر جامعہ

ازہر مصر کے شیخ الحدیث ہوتے۔ یہ کیا قیامت ہے کہ پوچھ گچھ نہیں اور نامِ چری واریں ساری دنیا ایک طرف اور آں بدولت ایک طرف۔

اب عباسی صاحب کی تحقیق پر میری ایک رائے ملاحظہ کیجئے کہ آنجناب نے یہ شگرف کیوں چھوڑا، میری اپنی نظر میں اس روایت کے تین گوشے قابلِ توجہ ہیں۔

اس رائے کے پس پردہ یہ نظریہ کار فرما ہے کہ کربلا سے متعلق جتنی بھی روایتیں ہیں انہیں یکسر دریا برد کر دیا جائے اور اس طرح سے اور بہت سے واقعاتِ شہادت ہیں انہی میں اس کا بھی شمار کر لیا جائے اس پر طرفہ کشا ہے کہ امامِ عالی مقام کو معاذ اللہ باطنی قرار دے کر یہاں شہید کے مقتول کہا جائے۔ یہ وہ زاویہ فحشہ جس کو اسے کچھ دونوں پیشتر مومنی تہذیب کشور کھنڈی خارجی نے اپنے اخبار انہم میں ظاہر کیا تھا اس کے باوجود ظہار و چند اس خارجی کو اپنا امام و مشعلہ جانتے ہیں۔

۶۔ اور یہ رائے جس خود پر گرجش کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ سرکارِ حسین فریضہ حج سے سبکدوش ہوئے بغیر کچھ عازم سفر ہو سکتے تھے؟ اس لیے عباسی صاحب کا یہ کنا ہے کہ امامِ عالی مقام نویں ذوالحجہ کو منا سب حج سے فارغ ہو کر دس ذی الحجہ کو مسکو تہذیب سے روانہ ہوئے اور دس محرم الحرام کو کربلا پہنچے۔ اور اگر یہ زمانہ جانے تو امام جعفری شخصیت کو ترکِ فرض کا مرتکب ہونا چاہیے۔

کیا کنا ہے خارجیوں کے محقق کا؟ اس غریب کو یہ خبر بھی نہیں کہ امام کے لیے حج کی حیثیت فرض کی ہے یا نفل کی۔ اس کو تو اسلامی گھرانے کا ایک ذی شعور کچھ بھی جانتا ہے کہ حج کی فرضیت نماز اور روزہ جیسی نہیں ہے۔ نماز رات اور دن میں پانچ وقتوں میں فرض ہے اور ہر مسلمان عاقل، بالغ اور تندرست پر ایک مہینہ کا روزہ، لیکن حج اپنے جملہ شرائط کے ساتھ عزمِ صرف ایک بار اس کے بعد یعنی دفعہ بھی حج کیا جائے وہ فرض نہیں بلکہ نفل ہوتا ہے۔ گویا چھلن برس کی عمر میں حادثہ کربلا پیش آیا اور اب تک سرکارِ حسین فریضہ حج سے سبکدوش بھی نہ ہو سکتے تھے وہاں اتنی شنی باتیں کھلی عقیم اس میں ایک یہ بھی احنا ذکر دیتے کہ با شہنشاہِ مہر پر حج ہر سال فرض ہوتا ہے یا آلِ رسول

اور اگر وہ تاریخ ہند کی ایک سطر کو نہیں مٹا سکے تو ہم تاریخ و حدیث کی بے شمار راہوں کو کھرک کر جھٹلا سکتے ہیں؟  
اب میں اختتام گفتگو پر جناب عباسی صاحب کی تحقیق عبدید کا بعض دوسرے مصنفین سے ایک جگہ اچھا سا موازنہ پیش کرتا ہوں جس سے آپ جناب عباسی صاحب کی تحقیق اعلیٰ کا صحیح اندازہ کر سکیں گے۔

عباسی صاحب : خلافت معاویہ و یزید ص ۲۳۳ پر لکھتے ہیں۔

”ہزاران مسلم اور سادہ پیشہ فوجیوں کا نااہلیت اندیش طور سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر اچانک قاتلانہ تہذیب کرنے سے یہ واقعہ عجیب و غریب لگا پک اور غیر متوقع ہمیشہ اگر گھنٹہ آدھ گھنٹہ میں ختم ہو گیا“

جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جنگ کی پہل سنی قافلہ کی طرف سے ہوئی۔ اب سنئے جناب! لفظ کلام آزاد صاحب اپنی کتاب جن کے بارے میں صراحت فرماتے ہیں۔

”واقعات کے تفصیل و تحقیق میں پوری کاوش کی گئی۔ شاید اس قدر کاوش کا جو تجربہ کے ساتھ ان حالات کا تاریخی تجربہ دوسری جگہ ذیل سکے“

آزاد صاحب : مورخ کو کلام آزاد صاحب پر فرماتے ہیں :

”اس کے بعد حسن نے نہایت جوش و خروش سے تقریر کی اور آپ کو ذکر ان کی بدعہدی و قدر پر شرم و غیبت دلائی لیکن اس کے جواب میں انہوں نے (زبیدی) نے تیرہ بار سنا شروع کر دیا۔ تاہم تاریخی کی طرف لوٹ آیا اس واقعہ کے بعد عین سعد نے اپنی تلواریں اٹھائی اور لفظ حسین کی طرف یہ کرکر تیرہ بار دہرایا۔ گواہ رہے یہ پلٹ کر میں نے چھاپے سے پھر تیرہ بار پڑی شروع ہو گئی“

عباسی صاحب : خلافت معاویہ و یزید ص ۲۳۳۔

”نبرد آزماؤں کی جو تفصیلات بیان کی ہیں، واقعات سے ان کی ہرگز تصدیق نہیں ہوتی۔“ دلائل قسطنطنیہ و خراسانی میں ذخیرہ ذخیرہ“

آزاد صاحب : مورخ کو کلام آزاد ص ۵۳۔

پہلے ہر سال فرض ہوتا ہے یا امام نے اس تک پہنچ گیا ہی نہ تھا اور یہ معلوم تھا کہ کلام سے دہائی نہ ہو سکتی لہذا حج جیسے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔ آخر اس قدر لمحہ دینے سے کون آپ کی کلا کی تمام لیں۔ یہ اب مقام سے جہاں عباسی کے قلم نے وہ عجز کر رکھا ہے جس کا اس کے پاس کی جواب نہیں۔ عباسی کی معرکہ اگر تاریخی کا ایمان و عمل کسی دینار پر مکر اسے لہذا غیر ہر سہ کہہ دے۔

خشت اول چوں مند مسعود حج ۳۱ ثریا ہی رود دیوار حج

اس لیے یہ گناہ مکر کا حسین فرض حج سے سبکدوش ہوئے بغیر کو کر دانا ہوئے۔ یہ جانے حق میں قابل تسلیم نہیں۔ جب یہ بات غلط تو کس ذی الحجہ کی روایتی غلط اور جب تاریخ روایتی غلط تو یہ گناہ بھی سراسر جھوٹ ہے کہ امام دس عزم کو کر بلا پیچھے۔

۳۔ اب اس درایت کا تیسرا گوشہ ملاحظہ فرمائیے۔ جناب عباسی کا یہ کہنا ہے کہ اگر دس عزم کو پیچھے کی تاریخ نہ مانی جائے تو تاریخ روایتی غلط ہو جاتی ہے یا دونوں میں کوئی صورت تطبیق نظر نہیں آتی اس سلسلہ میں اتنی ہی گناہ کش ہے کہ تاریخ روایتی میں ہزاروں ٹھکانوں یا سیکنڈوں اختلافات ہیں اس کا کوئی اثر کلام کی ان متداول روایتوں میں نہیں پڑ سکتا۔ جس پر علامہ، اعلیٰ، مؤرخین اور محدثین کے اتفاق سے تو تاریخی مہر ثبت کر دی ہے ورنہ اس کی مثال تو ایسی ہی ہوگی کہ عباسی کے والد شہداء کے قدر میں پیدا ہوئے اور عباسی کے دادا نے اپنے بیٹے کا نام تاریخی رکھا کچھ دنوں بعد لوگوں نے عباسی صاحب سے دریافت کیا کہ آنجناب کی عمر کیا ہے تو فرمایا کہ میرا تاریخی نام ہے میں قدر دہائے سال میں پیدا ہوں۔ لوگوں نے انجید ہونے کے حساب سے جب سن پیدائش کا استخراج کیا تو شہداء نکلا۔ اب جناب عباسی کے والد بزرگوار نے فرمایا کہ میری پیدائش تو قدر دہائے سال ہی میں ہوئی ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کا قدر شہداء میں ہوا ہو مگر میرا تاریخی نام غلط نہیں ہو سکتا۔ اگر جناب عباسی صاحب اپنے والد بزرگوار کے تاریخی نام کو ثابت کرنے کے لیے ہندوستان کے قدر کو بجائے شہداء کے شہداء میں مان لیں تو شاید ہم بھی کچھ سوچنے پر آمادہ ہوں۔

دعوتِ سید کو حکم تھا کہ حسین کی نفی کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالے اس کا وقت آیا اس نے پکار کر کہا اس کے لیے کون تیار ہے۔ دس آدمی تیار ہو گئے اور گھوڑے دوڑا کر ہمہ جاگ روند ڈالا (ص ۱۵۴) پھر تمام مقتولین کے سر کاٹے گئے۔ اہلِ مہتر سر کے پتھر ڈال کر پھینک دیے، اہلِ الاسلام، عروین، اہلِ حجاز، عروہ بن قیس، یہ تمام سر پیدا ہوئے ان کی یاد کے پاس لے گئے۔ ابنِ زیاد کے ہاتھ میں ایک پتھر تھی آپ کے لمبوں پر مارنے لگا، جب اس نے بار بار یہ حرکت کی تو زمین اتر چلا اٹھے۔

جیسا صاحب : خلافتِ معاویہ و یزید ص ۱۵۴-۱۵۵۔

”امامِ عالی مقام دس خرم کو کوڑا پیٹنے“

آزاد صاحب : معرکہ کربلا ص ۱۵۱۔

”آخر آپ ایک اجازت زمین میں جا کر اتر پڑے۔ پوچھا اس زمین کا کیا نام ہے؟ معلوم ہوا کہ بلاء، آپ نے فرمایا یہ کرب اور بلاء ہے، یہ مقام پانی سے دور تھا دیا اور اس میں ایک ہماڑی حائل تھی۔ یہ واقعہ ۱۲ محرم ۶۱ھ کا ہے۔

عجاسی صاحب : خلافتِ معاویہ و یزید ص ۱۵۴۔

”طبری جیسے شیعہ مورخ کا بھی یہ سبب ان سے۔ یعنی امامِ طبری پر شیعہ کا الزام۔

شبلی صاحب ثعلبی : سیرت النبی ص ۱۹۔

”تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امامِ طبری کی تاریخِ کبیر ہے۔ طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال، شہادت و وسعتِ علم کے معترف ہیں ان کی تفسیر حسن التفسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابنِ ثریہ کا قول ہے کہ دنیا میں شیعی کی کوئی شہادت عالم نہیں جانتا“

علامہ ذہبی : میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں۔

هذا راجع بالنظر انکا ذیل یہ جھوٹی بدگمانی ہے بلکہ واقعہ یہ کہ

ابنِ جریر میں مکتبہ کیا آسمتہ ابنِ جریر (یعنی امامِ طبری) اسلام کے معتد الاسلام المعتقد ہیں۔ اماموں میں سے ایک بڑے امام ہیں۔

عجاسی صاحب : خلافتِ معاویہ و یزید ص ۱۵۴۔

”امیرِ یزید کے مختصر زمانہ خلافت کے خلاف بیان کرنے میں مؤرخین نے بخل سے کام لیا ہے تاکہ ان کی انصاف پسندی، عدل گستری اور عدلی کے واقعات بخش و نقص سے مل ہی جاتے ہیں“

نوٹ : عجاسی صاحب کو یہ بھی لکھ دینا چاہیے تھا کہ مؤرخین کی وہ کافر نفسِ کب مقتد ہوئی تھی جس میں یہ تجویز منظر کی گئی کہ عجاسی صاحب کے امیرِ یزید کے حالات بیان کرنے میں بخل سے کام لیا جائے۔

علامہ مفتازانی : یہ حال اس کتاب سے ہے جو دس نظامیہ میں داخل نصاب ہے۔ شرح عقائد شیعہ ص ۱۵۱۔

ذخین لا تنوقت فی مشافہہ بل پس ہم یزید اس کے ایمان کے بڑے ہیں فی ایمانہ لعلہ اللہ علیہ ولی کوئی وقت نہیں کرتے یزید اس کے حارب اور حسین و کفار پر اللہ کی لعنت ہے۔

عجاسی صاحب : خلافتِ معاویہ و یزید ص ۱۵۴۔

”آپ کی ذاتِ ستودہ صفات کو شیعی پابندوں میں نہیں لایا جاسکتا اور نہ آپ نے اپنے خاندان کو اس کی اعزاز دی کہ آپ سے تعلق پرستی کی بنا پر وہ امت پر مسلط ہونے کی کوشش کریں“

نوٹ : یہ ایک بہت ہی تفصیلی مضمون ہے جس میں آںِ دولت نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اہلبیت کا کام مسلمانوں پر کوئی فضیلت نہیں ہے حالانکہ حقانِ مجید فرماتا ہے۔

قل لا استعجلک علیہ اسے تجھ پر آپ لوگوں کو دینا دینا ہے اجرا الا الموعودہ فی اہلبیت کی محبت کے سوا اپنی پیروی نہ رکھو القرآن مجید۔ کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔

کا فرش اپنے قریب و اردن کی محبت کا مطالعہ کس رشتہ و ناطقہ سے ہے۔  
ایسے ہی دوسرے مقام پر قرآن مجید کا ارشاد عظیم ہے جس کے لیے اکثر مفسرین کی رائے  
ہے کہ یہ آیت حضرت علیؓ، سیدہ فاطمہؓ، امام حسنؓ اور امام حسینؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم  
کے حق میں نازل ہوئی۔

انما میں یہ اللہ لیبہ ذہب سے اہلبیت اللہ تعالیٰ پر چاہتا ہے  
عشکم الرجس اهل البيت ويظهرکم کہتے ہیں دنیا کی دور سے اور  
مکلمیہا۔ (قرآن مجید) قبیل خوب خوب پاک کر دے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک بار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کالی ہاتھی  
میں حضرت علیؓ، سیدہ فاطمہؓ، امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو سوار کر دیا تھا۔

اللهم هولاء اهل بيتي و سے اللہ میرے اہلبیت اور میرے  
خاصی اذہب عشیرہ الرجس غصہ میں ہیں ان سے ناپاکی دور فرما  
وہدہ ہو نکلے۔ (حدیث) اور انہیں خوب خوب پاک کر دے۔

**نوٹ:** ۱۔ آل رسول کی نسبت میں لسان نبوت کے چند جامہ ہائے ملاحظہ فرمائیں۔  
۲۔ قرظی، لسان اور ابوبکر بن ہناد سے روایت کی کہ سیدہ عالم صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

علی منی وانا منی۔ (حدیث) علی مجھ سے ہے اور میں علی سے

۲۔ قرظی میں ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ہمارے نزدیک علی رضی عنہ سے بغض  
دیکھنا منافق کی علامت ہے۔

۳۔ ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی کہ حضرت علیؓ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم  
کے حق میں تین سو اسی تین نازل ہوئیں۔

۴۔ طبرانی و حاکم نے ابن مسعود سے روایت کی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے فرمایا کہ علی رضی عنہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

۵۔ ابویعلیٰ و ہزار نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا جس نے علیؓ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔

۶۔ وحشی کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا دعا کی رہتی ہے جب تک کہ تجھ پر اور میرے  
اہل بیت پر درود نہ پڑھا جائے۔

۷۔ شعبی سے روایت کی کہ "واحد علیا بجلل اللہ جمیعاً ولا تضر قواہ" کی تفسیر میں  
امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم ہی حمل اللہ ہیں۔

۸۔ وحشی سے مراد روایت ہے کہ سرکارِ دو عالمؐ نے فرمایا میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ  
اس لیے رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے ساتھ محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے  
خلافی عطا فرمائی۔

۹۔ امام احمد سے روایت کی کہ سرکارِ دو عالمؐ نے حسینؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جس شخص نے مجھ  
سے اور ان کے والد و والدہ سے محبت رکھی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

۱۰۔ امام احمد سے روایت کی کہ حضورؐ نے فرمایا اہل بیت سے بغض رکھنے والا  
شخص منافق ہے۔

۱۱۔ ابوسعید نے شرف العنوں میں روایت کیا کہ حضورؐ نے فرمایا اسے فاطمہؓ ہائے غضب  
عضب ابی ہوتا ہے اور تمہاری رضا سے اللہ راضی۔

۱۲۔ قرظی کی حدیث ہے حضورؐ نے فرمایا ہمارا رجائی من الدنیا وہ دونوں یعنی حسن  
اور حسینؓ دنیا میں میرے پھول ہیں سرکارِ دو عالمؐ بھی سینے سے لگاتے اور بھی سونگتے۔

غزنیہ صحاح ستہ و صحیح ابن کثیر میں مناقب اہل بیت سے بھر پور ہیں جس کو صرف  
پہنچ محبت و کلمہ سنی ہے۔ ہماری جیسے کو باطن کو کیا نظر آئے اس کو ظہور و بڑا اور بڑا

کے حق میں روایت مل سکتی ہیں تعجب ہے ان لوگوں پر جو ہماری کسی دوش بدوش چلے گئے  
ہیں۔ آج انہوں نے فضائل اہل بیت سے چشم پوشی کی ہے اگر گل انہوں نے قیامت میں  
ان لوگوں سے مزید پیرا قرآن کا کیا حشر ہوگا؟

دوستو! ڈر میدان قیامت سے یہ دنیا نا پائدار ہے اور اس کی تمام لذتیں فانی ہیں  
ایمان بڑی دولت ہے اور جان ایان آفات سے دو جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت

محبت ہے اور یہ محبت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک آپ کے آل و اصحاب کی باگاہ میں نیاز مندی نہ حاصل ہو۔ اسلاف اور بزرگوں کی بارگاہ میں سے اپنی اور دریدہ دہنی سے پرہیز کو حسین کو گالیاں دے کر جنت میں نہ جاؤ گے۔ بلکہ ان کا شرف عذابی تمہیں جنت میں لے جائے گا۔ وہ بزرگان جنت کے سردار ہیں اور ان کی مال فرائض میں خود قوں کی سردار معین محمد بن محمد بن علی، اولیاء اور صلحاء غرضیکہ پوری امت مسلمہ اہل بیت کی عقیدت و محبت کو حاصل زندگی سمجھتی ہے اور سب کے سب آل رسول کی عظمت و حرمت کے قائل ہیں۔ عباسی جیسے ایک نہیں ہزار سر پیرے پیدا ہوں گے مگر وہ مسلم کے دل سے ان کی عظمت چھین نہیں سکتے۔

رسول اللہ کا وہ پیارا فرما جس نے مومنین رسالت کی خاطر گھر کا گھر ڈال دیا۔ وہ حسین جس نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکانا سکھا یا۔ اس پر پردہ کا دھارم کی ہزار ہزار رحمتیں نازل ہوں وہ اپنے جسدِ مقدس میں ہمارے سامنے نہیں مگر ان کی روحانیت ہماری انگیزی و شکل کشی کے لیے ہر لمحہ حاضر ہے۔

کششہ بان خنجر تسلیم را ہر زوال از قیام جانے دگر است

## خارجی نظریات حقائق کے اُباسے میں

علامہ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" جو عباسی صاحب کی کتاب کا اولین مفسر ہے مکر کر بلا کی داستان کا آغاز کرتے ہوئے سرورِ حق پر غلامانے یہ سرخی قائم کی ہے۔  
وہذا مصنفہ مقتله رضی اللہ عنہ یعنی یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی سرگزشت ہے۔

ماخوذ من ملام آئینہ ہذا جو اس فن کے آخر کی روایات سے  
نشان لا حکما ینحکمہ ماخوذ ہے بشیروں و اعیان کربلا کے بیان  
اہل التشیع من الکذب میں بطور اقرار غلط بیان سے کام لیا  
الصریح والہشام (رحمۃ اللہ علیہ) ہے ان نقائص پر کہ کتاب پاک ہے۔

اس عبارت سے کتاب کی ثقافت و اہم کے درجہ اعتبار کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کیونکہ عباسی صاحب نے ورق پر پیشی روایات اور حنفی روایات جیسے الفاظ کا حربہ استعمال کر کے اس روایت اور ہر اس واقعہ کا انکار کر دیا ہے جس سے یزید اور اس کے ساتھیوں کے کردار پر کسی طرح کی چوٹ پڑتی ہے۔

ایک اہم ترقی سرائی جو مکر کر بلا کی پوری داستان کا محور ہے اور اسی اساس پر موجودہ تاریخ کا ایوان ٹھہرا ہے وہ یہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کا قاتل کون ہے؟

مینڈل صفحات سیاہ کرنے کے باوجود بھی عباسی صاحب کا قلم اس حد تک چہرے



سے نقاب کشائی نہیں کر سکا ہے کہ امام حسین دلائلِ نبوت کے قتل میں کس کا ہاتھ ہے تاریخ کے طالب علم کا ذہن اور انھجے جانتا ہے جب وہ عباسی کی کتاب میں پڑھتا ہے کہ نہ یزید نے قتل کیا حسین کا حکم دیا اور نہ اس سے راضی تھا۔ نہ ابن زیاد کے دامن پر کوئی داغ ہے اور نہ ابن سعد کی تلوار پر کوئی دھبہ؛ یہ پڑھ کر اچانک پورے ذہن پر سوال اٹھ آتا ہے کہ شروع سے نہ کوئی ایک سب کے سب ہلے گا وہ قتل میں تو یہ کہ جو خلیفہ کی قاتل کے بہتر مسافروں کی لاشیں کر لایا کی خاک پر تڑپ تڑپ کر سر دیکھے ہو گئیں؟

میرا خیال ہے کہ عباسی صاحب نے اپنی کتاب میں جہاں کذب و افتراء اور قیاس و تخمین کا ایک انبار جمع کر لیا ہے وہاں اسے جھوٹ کا اور اضافہ کر دینے کے معاذ اللہ کر لیا میں سچے کر حسین قاتل نہ نہ خود کشی کر لی۔ تو ساری شکل مل ہو جاتی اور یزید کے دامن کا خباثت آج اپنے چہرے پر مل رہے ہیں۔ وہ جس کی نعمت کی نوبت ہی نہ آتی۔

یزید کی حمایت کا جذبہ نادر مل جاتا ہے۔ تو یہ بکتہ عباسی صاحب کی مجھ میں آ جاتا کہ قاتل کی طرف سے خواہ کوئی تشابہ صفائی پیش کرے لیکن خود اس کا ضمیر لانی ہلے گناہی پر طعن بھی نہیں ہوتا، سفاکی اور قہر و جور کا نشہ اگرچہ اس کے بعد نہ صرف یہ کہ جسم کا احساسِ لامنت کرتا ہے بلکہ نہ امانت پریشانی اور اندیشہ عقوبت ہمیشہ کے لیے ایک آواز بن جاتا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب میں یزید کے نفسیاتی واردات کی جو حالت بیان کی ہے وہ بالکل کس کی کا پی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

لما قتل ابن زیاد الحسین و  
من بعدہ ببحث بر وسيلو الى  
يزيد فسر بقتله اولا وحضت  
بذا انك منزلت ابن زياد  
عنده شول لم يلبث الا قليلا  
حتى ندم - (البدایہ ص ۲۲۲)

جب ابن زیاد نے امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو شہید کیا تو اس نے ان کے قتل میں سب کو یزید کے پاس بھیجا ابتدا میں یزید نے امام حسین کے قتل پر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور ابن زیاد کی حمد و منزلت کس کی نگاہ میں پڑھ گئی پھر کچھ دنوں کے بعد وہ اپنے کرم و قوت پر شرمسار ہوا۔

پھر جب اندیشہ عقوبت اور ندامت و پشیمانی کی شدت اور بڑھ گئی اور ابن زیاد کے

کرم و قوت حسین کے نتائج و عواقب کا صحیح اندازہ ہوا تو یزید کھٹ کھٹ سے لگا قتل اٹھا اور جو اس کے عالم میں ابن زیاد کو کوٹنے لگے۔

فقد خضع بقتله  
الى المسلمين و ذرع  
قلوبهم العداوة فابغضوا  
البر و فاجربما استعظم  
الناس من قتلى حسينا ما  
ولا بن مرجانه - (البدایہ ص ۲۲۲)

اس نے حسین کو قتل کر کے کچھ مسلمانوں کی نظر میں دشمن بنا دیا اور ان کے دلوں پر میری مٹی کا بچا ہو دیا۔ اب جب ہر ایک کے دل اپنے تئیں بغض کے گونگے عام لوگوں کی نگاہ میں میرا حسین کو قتل کرنا بہت بڑی شقاوت ہے۔ انہوں نے کیا انجام ہو گا میرا اور میرے عباد اور ابن زیاد کا۔

یہ دیکھتے ہی یزید نے ان کا صحیح ترین مقام، اگر کوئی نا حق کا انعام سر پرچہ کر بول دیا ہے اور جس کی دھماکے ایمان دشمن کے منہ سے مل گئے۔

کیا اب بھی یزید کی ہریت و صفائی کے لیے کسی تاویل کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے جو چاہے کہ یزید نے ان کا خیر پکارے گا کہ اس کا یہ مصروف شایدا اس موقع کے لیے شاعر کے ذہن میں آیا تھا۔

عباسی صاحب کی کتاب میں جو بات سب سے زیادہ دل فراموش اور ناقابلِ فراموش ہے وہ یہ ہے کہ ان کی بحث کا معلق یزید کی ہریت و صفائی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد یزید کے مقابلہ میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیچا دکھانا اور خطا کار و گنہگار ٹھہرانے کا ہے۔ انہوں نے انتہائی جسارت کے ساتھ شہزادہ رسول امام عالی مقام کی محترم ذات پر عداوت، اسلامیہ کے خلاف بغاوت و فروع کا انکار، عداوت کا یہاں کہہ دو نہایت خوشی کے ساتھ اس کے آگے پیچھے باغیوں کے حق میں دھندلایا اور عقوبت و سزا دانی معیشتوں کا انبار جمع کر دیا ہے تاکہ اچانک ذہن پر ایک چوٹ پڑے۔ اور امام حسین کی عظمت اگر لوحِ قلب سے محو نہ ہو تو کم از کم معرضِ شرف میں چڑھ جائے۔

بلذخوف و ترید کہ زبانیوں نے عباسی صاحب نے اپنی پوری کتاب امام اسلام اور مسلمانوں کے منک و نظرسے آزاد ہو کر لکھی ہے۔ ان کا قلم تاریخی مصلحت کے تابع نہیں

بلکہ چوری تارک کو انہوں نے قلم کے تابع کر لیا ہے جس واقعہ کا چاہا انکار کر دیا جس کو اس وقت سے ذہن متفق نہ ہوا اسے وضعی کہہ دیا جو عداوت مدعا کے خلاف ہوئی اسے غلط کہہ ڈالا نہ قبول روکا کوئی معیار ہے اور نہ انکار و اقرار کا کوئی ضابطہ ایک درست خیرائی کی طرح قلم کہہ کر بہکاں پھرتا ہے۔ یہ کہنا خلاف واقعہ نہیں ہے کہ عباسی صاحب نے ساتھ کر بلا کی تاریخ لکھی پیش ہے بنائی ہے۔

علم و تحقیق کے نازک ترین معاملے نیت کا اخلاص ایک لمحہ کے لیے بھی ان کا شریک عمل نہیں ہو سکتا ہے ان کے قلم کی روشنائی میں جذبات کا عنصر آٹا غالب ہو گیا ہے کہ بے لاگ تحقیق کا نام و نشان بھی کہیں نہیں ملتا۔ یزید کے جذبہ حمایت میں جگہ جگہ انہوں نے ظن و تخمین اور وہم و فیکس کا تھوڑا سا ہار لے کر حیزم و لطیفین اور اداغان و اعتقاد کا دامن جھٹک دیا ہے۔

علامہ ابن خلدون جن کے متعلق عباسی صاحب نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے۔

ایک مندرجہ مثال علامہ ابن خلدون کی ہے جنہوں نے اپنے شرعاً آفاقی مقدمہ تاریخ میں بعض مشہور وضعی روایات کو نقد و داریت سے پرکھنے کی کوشش کی اور نام منہ و دوزخین کے بارے میں صاف کہا کہ تاریخ کو غرضات اور راہی روایات سے انہوں نے قطع دیا۔ (خلافت معاویہ و یزید ص ۶)

عباسی صاحب کی نیت اگر صاف ہوئی تو کم از کم یہی دیکھنے کی زحمت گوارا فرمائیے کہ خود ان کے مستند مؤرخ ابن خلدون، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف اور یزید کی سیرت و کردار کے بارے میں کیا لکھتے ہیں۔

چڑھے اور سر پیٹے کر کیسے کیسے مغزی آپ کے ماحول میں جمے رہے ہیں۔

واما الحسين فانه لما ظهر فسق  
لبنی امام حسین کا معاملہ یہ ہے کہ یزید کا فسق و فحش  
یزید عند الکافة من اهل اعصره  
بعثت شیعة اهل البیت بالحق و  
البر ہیبت نے امام حسین کے پاس نہیں بھیجی کہ وہ

للعین ان یا تبہم فیهو مسا  
بامرہ فہی اسی الحسین ان الخرج  
علی یزید متعین من اجل  
فسقه لا سیمامون لہ القدوة  
علی خالک و ظنہا من نفسہ  
باہلیۃ و شرکک۔ (مقدمہ بن خلدون ص ۶)

کہ عباسی امام حسین کے ساتھ جو معرکہ پیش آیا اس کی بابت علامہ لکھتے ہیں۔

والحسین فیہا  
شہید مثاب و علم حق  
واحتیاد۔ (مقدمہ بن خلدون ص ۶)

عباسی صاحب کے حق میں امام کے اقدام کی راستی پر اس سے زیادہ مستند شہادت اور کیا ہو سکتی ہے اب عباسی صاحب میں اگرچہ کچھ جرات ہو تو اپنے مستند مؤرخ کا گریبان پیر کر پڑھیں کہ بغاوت خردج پر ثواب کیا ہے اور اس راہ میں جو قتل ہو جائے اسے شہید کہتے ہیں۔ کیا اس صراحت کے بعد کہ امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کے خلاف اپنے اقدام میں حق پرستے کسی بحث کی گنجائش رہ جاتی ہے۔

انہی میں علامہ نے ان لوگوں کے خیالات کا شرت کے ساتھ دو کیا ہے جو کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جدال و قتال، فتنہ، بغاوت فرو کرنے کی غرض سے جائز تھا۔ اور یزید نے اپنا شرعی حق استعمال کیا۔ ذیل میں اسے خیالات کی تردید ملاحظہ فرمائیے۔

وقد غلط العاصی ابو بکر ابن الولی  
المالکی فی هذا فقال فی کتابہ الذی  
سماء بالعرفان القوا صومعا معناه  
ان الحسین قتل مشرع حیدہ و هو  
یعنی قاضی ابوبکر بن ولوی نے ہاکی نے اپنی کتاب  
المومنین و المومنین میں یہ کہہ کر بحث غلط کی ہے کہ  
کہ امام حسین نے ہاکی نے اپنی شریعت کے مطابق  
قتل کیے گئے غلط کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے

غلط حملت علیہ الغفلة  
عن اشتراط الاعمال  
والعامل ومن اعدل  
من الحسين في زمانه في امامه  
وعدا له قتال  
الهل الاثم (مدرسين فخر بن عثمان)

امام کے خلاف کھڑے ہونے والے کے لیے قتل  
کی جزا تجویز کی ہے وہاں شراب سے کہ وہ  
امام عادل پر تاحقی صاحب کے امام عادل کی اس  
شرط کو نظر انداز کر دیا ہے حسین کے نام میں  
قتل کی امامت و سرکاری کے لیے امام حسین  
زیادہ عامل و کامل کون ہو سکتا ہے۔

یہ وہی تاحقی ابو بکر بن عمری اور ان کی کتاب ابو حنیفہ و القوام ہے۔ عباسی صاحب  
نے جس کا حال اپنی کتاب کے صفحہ ۵۲ پر مذکور ہے ساتھ میں کیا ہے خود ان کے مقدمہ صریح  
علامہ ابن خلدون نے تاحقی صاحب کے استدلال کی وجہاں اڑا دی۔ تعجب ہے کہ اس کے باوجود  
بھی عباسی صاحب نے تاحقی صاحب کے قول پر اکتفا کیا ہے لیکن اب یہ کوئی تعجب کی بات  
نہیں ہے اس طرح کی قیامت و تحریف اور نقصان و انتقام سے پوری کتاب بھر رہی ہے۔

کتاب سے عباسی صاحب کی پیش کردہ ان تمام حدیثوں کا صحیح عمل بھی متعین ہو گیا جو  
امام المسلمین کے خلاف خروج و اقدام سے متعلق وہ حدیث غلاب پر مشتمل ہیں یعنی وہ تمام حدیثیں  
ان لوگوں کے حق میں ہیں جو امام عادل کے خلاف خروج کریں۔ مزید جیسے سلطان جائز کو ان  
حدیثوں کے دین میں کوئی تباہی نہ لگے گا کوئی حق نہیں ہے۔

اب ذرا تاریخ کے آئینہ میں پریم کی سیرت و کردار اور اس کے جرد و ظلم کی داستان  
ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے کہ کیا قسب اسلامی کے ایک امام عادل کی یہی زندگی ہو سکتی ہے۔  
علامہ ابن کثیر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

وقد روی ان یزید کان قد اشتھر  
بالمعارف و شرب الخمر و الغشاع  
والاصید و اتخاذا الخلفان و العتبان  
والکلاب و المظاح بین الصیباش  
والدباب و الفرد و ما من یوما  
نقل در ایضاً نامت ہے کہ یزید سرود و لعلہ  
ساز و آواز کی شرب نوشی اور سر و شکار کے اندر  
پائے نشے میں مشغول تھا۔ اور لوگوں کا گناہ دانی  
و شیرازوں اور کتوں کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا۔  
جس کے لیے لوگ کاغذیں ڈھونڈتے، ساز بھجوتے اور

الایصبح فیہ مغمورا و  
کان یشد الفرد علی فرس مرجعة  
ببیل و یسوق و ملیس الفرد فلاس  
الذهب و کذلک الخلفان و کسان  
یساقون بین الخلیل و کان اذا مات  
الفرد حزق علیہ۔

بندوں کے درمیان لڑائی کا مقام بکروانا تھا  
ہر دن صبح کے وقت نشے میں مشغول رہتا تھا۔ بزین  
کے پوتے ٹھکڑوں پر بندوں کو برسی سے باز رہ  
دیتا تھا اور چھوڑتا تھا۔ بندوں اور فخریوں کو  
کو سنسے کی ٹوپیاں پہنا دیتا تھا۔ ٹھکڑوں کے  
درمیان دوڑ کا مقام بکروانا تھا جب کوئی بند  
مر جاتا تو اس کا سوگ مناتا تھا۔

(الدباء و النباء ص ۳۳۹)  
ملاحظہ فرمائیے اسی کتاب پر عباسی صاحب آج تیرہ سو برس کے بعد وہاں پہنچا ہے جس  
امام حسین نے مزید کو کھینچ لایا کہ امیر و غلبہ کیوں نہیں سلیم کیا۔  
عباسی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲ پر یہ کہ نصالح عمودہ شاکر کر سنے کیلئے  
ابیدائیہ کی جو تمام عبارت نقل کی ہے وہ اتنے ہی پر ختم نہیں ہو گئی اس کے ساتھ  
یہ بھی ہے۔

وکان فیہ ایضاً اقبال علی الشیوات  
و ترک بعض الصلوة و اما نقضا  
غالب الاوقات (الدباء ص ۳۳۹)

اور اس کے اندر شوات نفس کی طرف بلان  
اور بعض نمازوں کے ترک اور انراوقات میں  
انہیں نذر غفلت کر دینے کی عادت تھی۔

امام حسین کا صحیح موقف کیجئے کے لیے ضروری ہے کہ آپ (علیہ السلام) امام المسلمین کی  
اہلیت و مشغولیت کے سلسلہ میں ایک اہولی بحث و دین میں مشغول نہ کیجئے۔ علامہ ابن حزم  
اپنی مستند کتاب الجلی میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وحسنه اولیام ان یكون مجتهدا لکباش  
و متروا بالصفاء و لها بما یخصه  
حسب الماسک لان هذا  
لذی کلف به۔ (الجبلی)

امام کی شان یہ ہے کہ وہ کما کرتے اجتناب  
کرتے اور صفات کا اختیار نہ کرے جس سے اسے  
قدیر ملک کی خصوصیت کو ہٹا دیا ہو کہ  
اسی بات کا وہ تکلف ہے۔

اس کی چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں۔



احلالہ و افاقہ موت —————  
 جان لوگوں نے ہر طرف فساد برپا کر رکھا ہے  
 اور شریعت کی تعزیرات کو منسلک کر دیا اور  
 مرکزی مال گردانی مفاد پر فرج کیا۔ خدا کے حرام کو حلال کیا اور حلال کو حرام کر دیا اور ان  
 پریدوں کے شر کے شائے والوں میں میں سب سے زیادہ حق ہوں۔

ذراء انا حق من غیب کا زبور بیان ملاحظہ فرمائیے۔ گزشتہ اور اوراق میں امام المسلمین کی  
 اہلیت و استقلال سے متعلق علماء مرآئین حرم کی جرح و عیارت نقل کی گئی ہے اب ذرا اس کی باہر  
 میں خطبے کے الفاظ پر نوٹ کیجئے کہ کیا اب بھی امام کے اقدام کو غلط کہا جاسکتا ہے اور کیا اب  
 بھی انہیں اصلاحی باقی بھروسے کے لیے علم و تحقیق کا کوئی ہلکا سا سہارا بھی مل سکتا ہے یہ  
 اور بات ہے کہ کوئی شخص حدود و روایت و نقل سے آزاد ہو کر اپنے دل کا عقیدہ ہی یہ بنا  
 لے۔ نرم سے نرم اب و نتیجہ میں اس طرح کے تحلیل و تشاد و دبختی کی پسندیدہ جہارت  
 تو کہہ سکتے ہیں لیکن علم و تحقیق کا مفاد ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

بحث کے اختتام پہلے سابقہ ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا ازالہ بہت  
 ضروری ہے کہ اگر ہم اپنے تئیں ان صحابہ کرام سے ہمارے کسی کیا عقیدہ و دھنیں جنہوں نے یہ  
 کے خلاف تفسیر مکر کی ہم میں علماء امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ تو اس امر  
 کا فیصلہ خود عباسی کے متعدد مورخ اہل حسد و دل نے اپنے مقدمہ میں نہایت وضاحت  
 کے ساتھ کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

واما غیر الحسین موت —————  
 الذین کانوا بالحداد و مریضہ  
 بالانعام و العرف و من التاجعین  
 لہم قرأ وان الخرج علی یزید  
 وان کان الہوج والسدھام  
 فاقصروا علی ذلک ولو یثابوا  
 الحسین ولا انکر و علیہ ولا  
 اور حسین کے علاوہ جن صحابہ و تابعین  
 تھام و شام و عراق میں تھے ان کی رائے یہ تھی  
 کہ یہ اگرچہ فاسق و اہل بے یمن قتل و خونریزی  
 کے باعث اس کے خلاف کسی طرح کا اقدام  
 صحیح نہیں ہے۔ اسی وجہ سے علماء انہوں  
 نے امام حسین کا ساتھ نہیں دیا۔ امام حسین  
 کے اقدام کے حق ہونے سے انہوں نے

اشہد لانه محتہد و هو اسوة  
 السجہدین ولا یذہب بک  
 لغفلان تقول تباشیم ہولہ  
 بمعافقت الحسین و قعودہ  
 عن نصروہ —————  
 عنہ ان اجتہاد  
 امام حسین کیا اور نہ انہوں نے امام حسین  
 کو خدا کا رنگ و شکل و ہیکل و وہ جہت میں اور  
 جہت میں ہی شان ہے اس غفلت سے ہمیشہ  
 بجا کر امام حسین کا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے  
 صحابہ کو گنہگار کہو۔ —————  
 ایک اجتہاد تھا۔  
 (مقدمہ ابن خلدون ص ۱۱۸)

اس عبارت میں تین اشارات خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔  
 اقولا۔ یہ کہ تفسیرت کی کسی تعلیم الشان ہم میں بعض صحابہ کرام کی عدم شرکت کی وجہ یہ  
 نہیں ہے کہ وہ لوگ یہ کہ انارست سے مطمئن تھے بلکہ ان کی مصلحت یہ تھی کہ کوئی امیر کے لیے  
 جن وسائل غلب و طاقت کی ضرورت تھی وہ اس وقت میں نہیں تھے۔ سیرہ رسالت کی  
 حالت میں اس طرح کے اقدام سے سوائے اس کے کہ قاتل و ظلم و ریڑی ہو اور کوئی نتیجہ  
 ان کی نگاہ میں موقع نہیں تھا۔

ثانیاً۔ یہ کہ اگرچہ بعض صحابہ اس راہ میں علماء امام حسین کی رفاقت سے دست کش  
 رہے لیکن بھی انہوں نے امام حسین کو غلط کار و گنہگار نہیں سمجھا اور نہ ہی ان کے اقدام  
 پر کسی طرح کا انکار کیا۔

ثالثاً۔ یہ کہ صحابہ کرام اور امام حسین سب کے سب جہت تھے صحابہ کی نگاہ اسباب ظہری  
 کے فقدان اور مصلحت کے تقاضوں یعنی وہ صحیح وقت کا انتظار کر رہے تھے اور امام حسین کا نظریہ  
 یہ تھا کہ تفسیر مکر کی ہم میں جا فرض کامیابی کی ضمانت نہیں ہے۔ باطل و مکر کے خلاف قدم اٹھا دینا  
 ہی اور اگلی فرض کے لیے بہت کافی ہے۔ نتائج کا کھیل خانے قدر ہے۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ  
 ہم صحیح کو صحیح کہ دیں اور غلط کو غلط کا قریب و نا قریب کا امتیاز شے نہ پائے۔

خروج و قتل کی نگاہ دیکھ کر مصلحت اور شریعت کے مفاد یہ تھی۔ دونوں پر یہ کہ نا اہلیت پر  
 متفق تھے اختلاف صرف وقت کے تعین میں ہے اور جہت دونوں درجہ اجتہاد تھے اس لیے ان  
 میں سے ہر ایک کی رائے یہ فیصلہ ہی آراؤ تھی۔ ایک جگہ کے طور پر کوئی کسی کو اپنی رائے کا تابع نہیں تھا۔  
 و ما علینا الا البلاغ  
 (ارشاد القادری)

## خلافت حضرت علی کم اللہ وجہہ

### عقائد کی روشنی میں

پچھلے دوروں کے بعد دوسرے دنیا بھر کے کئی کئی شائع ہوئے معاویہ و یزید اور  
 "اھوس و ذوالخلافت" اس کے تمام میں سوائے اس کے کیا کہا  
 جاسکتا ہے کہ اس کے لیے خدا سے براہمت کی دعا کی جائے اور حکومت سے بچے اور مطالبہ  
 کیا جائے کہ "خلافت معاویہ و یزید" کے ساتھ ساتھ یہ روسیاء کتاب بھی  
 قانوناً منوع مستحار دی جائے۔

محمد احمد قلیاسی کی بہت پرزائی (جس قول ان کے سعادت مند نتیجے کے) واقعی داد  
 نہیں دی جاسکتی کہ انہوں نے کسی چابک دستی سے اتحاد بین المسلمین کی جدوجہد کی ہے اور  
 بزرگمردانہ عزم و ہمتیں اسلام کے غلو و تعصب کا پردہ چاک کرنے کی کامیاب کوشش میں  
 خود تقدیس اسلام کی پاک چادر پارہ پارہ کر دی ہے اور حمایت یزید کے جو شخص میں  
 خلافت الود کا وہ تاریک پس منظر تصنیف فرمایا ہے جس میں حضور مولا نے کائنات رسی اللہ  
 تعالیٰ علیہ کی خلافت کو باطل بھروسہ کر ڈالا۔

چنانچہ آپ نے شاہ ولی اللہ صاحب اور ابن تیمیہ کی عبارتوں کے ساتھ کچھ اپنی  
 باتیں ملا کر یہ کہہ دیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت قائم ہی نہیں ہوئی۔ ان کی  
 خلافت تو معاذ اللہ سابقین کی ساختہ و پچھڑا ختم حق ان کی بیعت پر تو اہل محل و عقد  
 جمع بھی نہ ہوئے۔

خلافت و امامت بالخصوص مولا کے کائنات رسی اللہ تعالیٰ علیہ کا مستند خلافت

اسلام کی ابتدائی صدیوں سے اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایک طے شدہ عقیدہ بنا ہوا  
 ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مولا نے کائنات کی حقیقت کی دو چیزیں ہیں۔  
 تاریخی اور کلامی۔

یعنی ایک تو اس کی تاریخی حقیقت کہ اس کے بارے میں تاریخی دو باتیں کیا ہیں بطری  
 میں کیا ہے، دوسری اس کے کلامی بارے میں جو کہی کہ اس کے بارے میں دو چیزیں ہیں۔

دوسرے عقیدے کی یعنی مولا علی کی خلافت کے بارے میں تمام اہل سنت و جماعت کا  
 ایک متفقہ عقیدہ ہے کہ اگر بالفرض دنیا سے تاریخ کی تمام کتابیں ناپید بھی ہو جائیں اور  
 ہمارے پاس خلافت شریفہ اس کے بارے میں علم کا دوسرا کوئی ذریعہ نہ رہ جائے تو صرف  
 عقائد و کلام کی ہی کتابوں سے ہمارا یہ یقین مستحکم عقیدہ رہے گا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 کی خلافت حق ہے کیونکہ آئمہ اہل سنت میں اس بارے میں دو باتیں ہیں یہ باتیں اور عقائد  
 کی ساری کتابیں اس باب میں متفق اللسان ہیں اپنے اس مضمون میں ہم صرف اسی حقیقت  
 سے غور و بحث کریں گے کہ خلافت حضرت علی کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ کیا  
 اور عباسی صاحب اس سے بچ کر مسلمانوں کو کس سے ماننا چاہتے ہیں آئندہ اگر وقت ملے  
 ساتھ دیا تو اس کی تاریخی حقیقت سے ہم بحث کی جائے گی کہ یہ ایک مستقل مضمون میں یہ  
 غلط کر کے کی کوشش ہوگی کہ از اللہ العلیٰ و اللہ العلیٰ اس کے جو عبارتیں عباسی صاحب نے  
 نقل کی ہیں ان میں کچھ تبدیلی ہے، ہم مطلب میں کوتاہی ہوگی اور وہ عبارتیں اہل  
 اعتقاد بھی ہیں یہ باتیں۔

### خلافت محمد بن حنفیہ کے ثبوت سے ثابت ہوتی ہے

المقصود الثالث فیما ثبت الامامة  
 انما ثبت بالتصویر الرسول و  
 عن الامام السابق و بیعة اهل الحل  
 والعقد عند اهل السنة والجماعة۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم با انما سابق کی  
 نص اور بیان کر دینے کے میرے بعد  
 قول غلیظ ہوگا امامت ثابت ہو جاتی  
 ہے اور اہل حل و عقد کی بیعت سے۔

(شرح مذاہن ص ۳۰)

الإمامة تنفقد من وجهين أحل أحدهما  
باختيار أهل الحل والعقد والشافعي  
يهدد الإمام من قبل -

والإمام السلطان والدری صلی

متوفی ۵۵۴ھ

وتنفقد الخلافة بوجه بیعة أهل  
الحل والعقد من العلماء والفرس  
وأما الإجماع فمن له رأي ونصيحة  
المسلمين كما انعقدت خلافة أبي بكر  
رضي الله تعالى عنه وابن موصی  
لخليفة الناس به كما انعقدت خليفة  
عمر رضي الله تعالى عنه وبجمل مشورعی  
بين قوم كما كان عند انعقاد خلافة  
عثمان بن علی رضي الله عنهما وإستیلا  
دجل جامع للشرف على الناس -

رحمة الله على جلد مردم ص ۵۸

(شاه و خدا دھلری)

مذکور بالا کتاب میں اول الذکر فاضل عقائد کی کتاب ہے اور بقید و دوزن کتاب میں  
مسائل شرعیہ اور سیاست و دوزن کی جامع - شاہ صاحب نے اتفاق و خلافت کی صورت  
ایک شخص و اشیا کا اضافہ کیا ہے ورنہ ان میں دو وجہیں کو مبیہلا کر بیان کر دیا ہے۔ مثلاً  
علامہ دارقوتی اور صاحب شریعہ موافقت سے جس چیز کو بیعت اہل الحل والعقد  
سمجھتے تھے اسی کو شاہ صاحب نے و دھوکہ میں بانٹ دیتے ہیں۔ بیعت اہل الحل والعقد  
اور شوری قوم خلافت کو نصیب امام کے دو بنیادی طریقے ہیں۔

رسول یا امام سابق کی کسی شخص کے بارے میں نص یا اہل حل والعقد کا اجماع ایسا کہ یہ دیکھتا  
ہے کہ حضور مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت و خلافت کا ثبوت ان دونوں  
طریقوں میں سے کسی طریق پر ہے یا نہیں۔ اس کے لیے ہم بلا تضرع تمام عقائد و کلام مزید  
اعلام کی کتابوں سے تھریکات کر رہے ہیں۔

### حضرت علی کی خلافت پر اہل حل والعقد کا اجماع

ولما استشهد اتفق الناس على  
بيعة علي رضي الله تعالى عنه -  
(شرح مواقف ص ۵۸)

افضل البشر نبينا المصطفى ثم الغدوق  
ثم عثمان ثم علي ثم رضی و خلافتهم  
على هذا الترتيب -

(مقامہ نفسی)

ثم استشهد وترك الامر مهيلا

فاجمع كبار المهاجرين والانصار على

علي والصومنة قبول الخلافة و

باجرة لما كان افضل أهل عصره

و اوليهم بالخلافة وما وقع

من المصادقات والمعاريات لهم

يكن من نزاع خلافة بل عرفت

خطأ في الاجتهاد -

(شرح عقائد ص ۵۹)

واما خلافة علي رضي الله عنه فكانت

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے  
تو اہل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت  
پر جمع ہو گئے۔

تمام لوگوں میں انبیاء کے بعد حضرت ابو بکر صدیق  
رضی اللہ عنہ افضل ہیں پھر فاروق اس کے بعد  
حضرت عثمان غنی تیسرے حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے ہیں۔

کار تیسرے اور خلافت میں اسی ترتیب پر ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور

خلافت کے بارے میں انہوں نے کوئی تصریح

نہ فرمائی تو کیا رہا ہجری و انصاف سے جو کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے گزارش کی اور ان کے

ہاتھ پر بیعت کی کہ جو کہ اپنے زمانہ میں دو بیعت

افضل اور خلافت کے اہل تھا اور ان لوگوں

میں باہم جھگڑیں اور مخالفین ہوئیں وہ خلافت

کے بارے میں نہ تھیں۔ وہ تو اجماعی

غلطی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت صحابہ کرام کے

من اتفاق الجماعة و اجماع  
الصالحين الماروي عبد الله بن تبة  
عن محمد بن حنفية قال كنت  
مع علي بن ابي طالب رضي الله  
عنه وعثمان بن عفان محصور  
قائما رجل فقال ان اعيان المؤمنين  
مقتول الساعة قال فقام علي  
رضي الله عنه فاخذت بوسط خيظ فاعطيه  
فقال خل لا ام لك قال فاق علي  
الدار وقد قتل عثمان رضي الله عنه  
فاني داره ودخلها فاعطى بابه قائما  
الناس ففتنوا عليه ابواب فتدخلوا  
عليه فقالوا ان عثمان قد قتل وبه لا  
لننا من خلفه ولا دخل احد  
اثن بها منك فتالي على لا تغري داني  
فاني لكم وزير خير من اعيان قالوا والله  
لا نعلم احد اثن بها منك فقال  
رضي الله عنه فان بيعت لا تكون  
سرا ولكن اخرج الى المسجد فابيه  
الناس فكان اماما حقا الخ ان  
قتل خلافت ما قالت الخوارج انه  
لم يكن اماما قط تيا لهم  
(غنية الطالبين جلد اول صفحہ)

اجماع سے ثابت ہے عبداللہ بن تبتہ نے محمد بن  
حنفیعہ سے روایت کی کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ  
کے ساتھ بیٹھا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ  
محصور تھے ایک آدمی نے اکر کھڑا عثمان رضی  
رضی اللہ عنہ ابھی اسی شہید کر دیئے گئے۔  
حضرت علی نے کھڑے ہوئے کا ارادہ کیا تو  
میں نے ان کی کمر بستہ لی کہ لو کہیں ان کو بھی  
تکلیف نہ پہنچائیں آپ نے فرمایا جی ہاں نہ  
رہے مجھے چھوڑا پھر اکر کر مقل حضرت عثمان  
رضی اللہ عنہ پر تشرفیت لائے اور پھر اپنے گھر  
جا کر دروازہ بند کر لیا۔ لوگ اُسے اور کہا حضرت  
عثمان شہید کر دیئے گئے اور علی کا بڑا ضروری  
سہ اور آپ کے زیادہ اس کا کوئی اہل نہیں اس  
لیے آپ بیعت کے لیے حاضر ہوا ہے آپ نے  
کہا میں تم سے بدشیت آئیر کے ذریعہ اچھا رہ لگا  
اس لیے مجھے معذور نہ کہو جب لوگ کسی طرح رضی  
ذہبے تو آپ نے فرمایا جی ہاں بیعت علی اور عثمان  
برگئی ہیں آپ جس تشرفیت لائے اور لوگوں  
نے آپ کی بیعت کی اس لیے آپ بہت برحق ہوئے  
اور وقت خلافت تک اہم برحق رہے۔ جو ان  
ان کے لیے بربادی ہو، یہ کہتے ہیں کہ آپ  
کبھی خلیفہ نہ بنے ہی نہیں۔

ذکورہ بالا عبارت میں اگر یہ دیکھا جائے کہ کس روایت کی تاثر کی حیثیت تھی مضبوط  
سہ کہ خود حضور نبوت پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر اثنا اعتقاد کہ یہ روایت اپنی کتاب میں  
تحریر فرمائی اور اسی بنیاد پر مولانا علی کی خلافت کے برحق ہونے کا فیصلہ فرمایا اس سے قطع نظر  
ہم نے صرف یہ دیکھا ہے کہ حضرت نبوت پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کان اماما حقا  
فرمایا۔ مزید اسٹ و فراموش نہیں۔

ان عبد الرحمن - الله عز وجل على الحق  
ف قتالهم لانه يبتغى صحة  
امامته على ما بيننا تلقى اهل  
الحل والعقد من الصحابة على  
امامتهم وخلافته۔

(صفحہ)

خالفته انقصت بوقاة النبي صلى الله  
عليه وسلم والخلافة التي لا سبب  
فيه المقتل عثمان والخلافة ببنوادة  
على رضي الله عنه وخلع الحسن۔

(حجة الله الاله مسلم)

قائمی طور پر امر ہے کہ اگر کسی صاحب کا بیان صحیح ہے کہ انزال الخلفاء میں شامی صاحب  
نے یہ فرمایا کہ خلافت حضرت علی کے لیے قائم نہ ہوئی تو خیرہ اللہ الباقیہ میں جگہ جگہ ان کی خلافت  
کا اثبات کس طرح فرما رہے ہیں۔

بموجب عقل و برہان کہ ای چہ بر اعجبیست !

واما في زمن علي رضي الله عنه و  
من نازحه فتعد قطع المخرج صلى الله  
عليه وسلم حول كم الخلافة بقولهم  
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے ذہن میں  
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ خلافت  
کی اسید و سرے لوگوں کیسے منتقل کر دی کہ



عليه السلام اذ يوجب للغيرين من  
 قائلوا لاخر منها والعيب كل العيب  
 من حق واحد كيف ينقسم ضربين  
 والخلافه فيبسم ينقسم  
 ولا يعرض يتفرق ولا يجوز هرجه  
 فكيف يوجب ويبلغ فيه حديث  
 هازم اول حكومة تجري في المعاد  
 بين عني ومعاويز فيحكم الله لعلى  
 بالحق والباقر تحت المشية وقول  
 المشرع صلى الله عليه وسلم  
 لعماز قتل فية الباغية فلا  
 ينفي الامام ان يكون باغيا  
 والامامة لا تليق فتخصيص كما  
 لا تليق للرئيسية للاشنن -  
 (مراد العالين للزاني ملتزم)

اس عبارت میں کس وضاحت سے امام خالی فرماتے ہیں بیعت اولیٰ حضرت علی کی  
 تھی اور وہی حق ہے اس کے بعد دوسرے کی بیعت کا امکان ہی نہیں ہے جیسا کہ حکم رسول  
 ہے۔ یونہی حدیث رسول ہے کہ حضرت عمار کو باقی گروہ قتل کرے گا باقی کے جو معنی بھی  
 ہوں آپس میں تو گویا نہ حضرت عمار کو قتل کیا ایم حق ہوں گے۔

والذی یدل علی امامۃ علی رضی اللہ  
 عنہ اتفاق اہل الحل والعقد علی  
 امامۃ - (اصول معالم الدین الخزاز ص ۱۵۸)  
 والخلاف العائری فی زمان علی رضی اللہ عنہ  
 واول اختلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت

بعد الاتفاق علیہ وعقد البیعة لہ واولہ  
 خروج طلحة والزبیر الی مکة ثم جعل  
 عاقبة الی البصرة ثم نصب القتال معہ  
 ویدر ذاک الحرب الجمل والحق  
 اللہ ما وجعاً و تائباً ذکر کما اہر افند کذا  
 پرین مزہد وبقاد الخلافۃ الی وقت  
 الرفاة مشہورۃ -  
 (دخول لشرکت زید اولہ)

پس ان تصریحات کی روشنی میں ایک لحظہ کے لیے بھی یہ سوچا جاسکتا ہے کہ اہل سنت و  
 جماعت میں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں کوئی اولیٰ شبہ بھی کیا  
 جاسکتا ہے؟ ان کا قتل مذہب حق اہل سنت و جماعت سے بھی ہو سکتا ہے؟ ہاں اس  
 سواد غفم کا تیرہ صد سالہ عقیدہ تباہ کر دیا جائے اور پھر نئے سرے سے کوئی شریعت طر مٹی  
 جائے تو اور بات ہے۔

خود بدلے نہیں ایمان کو بدل دیتے ہیں  
 ہوتے کس وجہ قیہا ان جسم سے تو قیق

(مراد عبد اللہ ان علی)

## ایک سوائے عالم کتاب کا تحقیقی جائزہ

کتاب خلافت معاویہ و زید بن حارثہ مولوی محمد واحد عباسی فطرسے گزری اول سے آخر تک پڑھا۔ اس کتاب کی بے حد قرینیت و تائید روزنامہ "الجمیعتہ" بمبئی "دیوبند" اور "نقیب" بہار میں دیکھ چکا تھا۔ یہی تحریریں کسی کی تحقیقت کی طرف غمازی کر رہی تھیں۔ پھر بھی انکشاف تمام کے لیے اس کتاب کو پڑھنے کی ضرورت محسوس کی، اس کو پڑھ کر جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے۔

عباسی صاحب کا مقصد زید کو امیر المومنین علیہ السلام مقرر کرنے کا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام امت سے اعلیٰ و افضل ثابت کرنا ہے اس کے ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کو جو ثبات و وعدہ خلافت نااہل لشیرا امت میں تقریر فرماتے والا ثابت کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ ان کے اس مقصد کے خلاف آگئی قرآن سے توڑ کر رکھ دیا۔ حدیث آگئی تو اسے درج اعتبار سے ساقط کر دیا۔ اخبار آگئے تو ٹھکرا دیا اور مؤرخین پر پرس پڑے۔ نہ معلوم ابن حنبلہ ان پر کیوں رحم آیا۔ بنی ہاشم مسلم مؤرخین پر اہل بیت افتخار کیا ہے۔ ان کے اکابر علماء میں ایک ابن تیمیہ معروف دکھائی پڑے جو سزا یافتہ تھے۔ یہ کتاب بڑی ہی دل آزار ہے۔ امت پر بہتان تراشی میں غالباً ایک عرصہ کے بعد ایسی کتاب بھی لکھی گئی ہے۔ کاشکس اس مصنف نے اپنا اسلامی اقصیٰ بھائی پر کر دیا ہو تو قرآن و خلفائے راشدین اس علم و بہتان و ضلالت کا نام تحقیق الیماذ باشد۔ قرآن و سورس کے متفق علیہ سلسلہ تمام امت کے اجماع کو غلط قرار

دینا اعمار نہیں تو اور کیسے پادرس برس کے بعد بے حیثیت نامہ لکھی تھی۔ آج ہر سورس کے بعد کیسے واقع ہو گئی۔

آیت تطہیر میں ازواج مطہرات و اولاد ہی اور حضرت علیؑ سب ہی شامل ہیں۔ ملافت سے آج تک یہی تطہیر بیان کی گئی۔ امامیہ نے اسی کی شاہد ہیں مگر عباسی صاحب نے کھینچے ہیں۔

یہی ازواج اہل بیت رسول اللہ کی اہل خانہ و اہلیہ ہیں ان ہی کی تطہیر میں آیت

تطہیر اہل بیوت (ملاقات معاویہ و زید ص ۱۱۱)

حسین رضی عنہ میں تمام تطہیروں کو روک کے اپنا مومن ثابت کرنا چاہا ہے مالاخرہ متادل تطہیر تطہیر وارک تطہیر خاندان تطہیر معالمتی تطہیر احمدی تطہیر لیسندہ تطہیر تطہیر بیضاوی اور حاشیہ بیضاوی میں ازواج مطہرات و حضرت علیؑ فاطمہ حسن حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اہل بیت فرمایا۔

اسی طرح حضرت امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت سادسے کلمہ کوین کا نام (خارج کو چھوڑ کر) کے نزدیک خلافت حق را شد ہے اور وہ خود حضرت جعفر و میں ہیں جس کے خاندان و اہل بیت میں حدیث میں کی گئی شاہد ہیں۔ آج تک کھینچنے کو نہیں جو سب بنی امیر المومنین مانتے۔ کھینچتے پڑھتے آئے۔ مگر عباسی صاحب فرماتے ہیں۔

"حضرت علیؑ کی بیعت کلمن نہیں ہوئی تھی۔ امت کی بہت بڑی اکثریت

ان کی بیعت میں داخل نہیں تھی"

یہی وجہ ہے کہ زید کے نام پر سینکڑوں جگہ امیر المومنین کہا مگر حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ایک جگہ بھی امیر المومنین نہیں دیکھا گیا بلکہ شیعہ کی تحقیقت کو پست سے پست قرار کرنے کے لیے عباسی صاحب نے یہاں تک بچا۔

"سنت تابع حضرت عثمانؓ کے متبادل میں انتخاب خلافت کے لئے قرآن

تھے اپنے فرزند کو مانتے رہ گئے اور حضرت سعدؓ فرمایا اس کی بڑا کرت

آپ سے ہے اس کے اعتبار سے میرے حق میں رائے دیکھئے"

یہ کتنا رنگ جلے، کیا رسول پاک کی صحبت میں بھی وہ کہ نہیں بلکہ پوری تربیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پاک بھی خیر خدا کا دل صاف نہ ہو سکا۔ روایت سے کچھ سترہ اسم کی حقیقی روشنی نہ حاصل کر سکے کہ ایک صحابی رسول کو کلمہ حق سے روک کر طغیاری کی تعظیم فرما رہے ہیں۔ مالا اللہ یہی عباسی صاحب کو دوسرے پہلو پر دیکھنے نہ پڑے ہیں۔

”صحابہ رسول اللہ کی خدمت میں کہہ ان کے فیضانِ صحبت سے مستفیض ہونے کے لیے ہمہاوقات حاصل ہوتے جو صحابہ کرام درخش و مشام میں سنبھل سکتے تھے ان کے فیوضِ علی و روحانی سے جیسا سالن میں ذکر ہو چکا۔ امیرِ نبی سے پیدا استفادہ کیا تھا“ (نوافلِ مبارکہ و زیارۃ)

مطلب یہ ہوا کہ غیور سے یزید نے فتنل و کمال اور روحانیت حاصل کر لی اور خلیفۃ المسلمین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحبتِ نبیلہ علیہ السلام میں رہ کر بھی صداقت و یقین نہ حاصل کر سکے۔ سنت ہے دشمن اہل بیت اور ان کے معبود ہیں۔ یہ تاریخی حقیقت ہے یا بالفضلی قلبی کا اظہار ہے۔ پھر عباسی پکھلتے ہیں۔

”یہ جو سوتے تھے اسے حضرت علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت باپ کے ساتھ باپ برس کے اتنے فقیر اس اور کم عمر تھے کہ ان کو اپنے مشفق و باپ ہی بچنا تھا کہ نہ حالات و مصلحت کی کوئی بات یا تو جی اور نہ زبان مبارک سے نہا ہوا اسلامی میراث کے بارے میں کچھ کوئی ارشاد ہو“

(نوافلِ مبارکہ و زیارۃ)

یہ ہے عباسی صاحب کی تہذیب کہ یزید کو یوں میراث میں صحبت میں رہ کر علمِ حقیقی پر مزید کار بن گیا اور امامِ عالی مقام کو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آغوشِ رحمت میں بیٹھ کر صاحبِ زمانہ و انصار و صحابہ کرام عشرہ مبشرہ و خلفائے راشدین کی ضیاءِ باطنوں میں یزید اب مدینۃ العلم کی تربیت کا حصہ مسلسل چلتی بس برس تک فیوض و برکات حاصل کئے۔ بعد بھی کوئی حدیث یا روایت نہ گئی۔ جنتِ حق ہے ایسی باتیں کس مشر سے نکلیں۔ یہی ہیں کلمہ کی لڑائی رکھی ہوئی، چند غایبوں کی فرضی کے سے رسولِ خدا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑائی مٹ لی۔

ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی دفاطہ الحسن والحسین علی دفاطہ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں جو ان سے نہیں گئے ان سے میری جنگ ہے اور جو ان سے مخالفت کرے اس کا اس کے لئے جہنم کی عذاب ہے۔

کیا جو سوتے تھے اور باقی جی جنت کے سردار ہوں گے۔ سن حضرت تاریخ سے تھ گروہ کی مومن کا کام ہے۔ اس معنی کو فیرت نہ آئی کہ اہل بیت میں عیب ثابت کرنے کے یہ روایتیں کون کون اور ڈھونڈ لائے اور فضائل و مناقب میں صحابہ کی حدیثوں کو بھروسہ بنا کر پس پشت ڈال دیا اور جہاں اپنے یزیدوں کا جال بیاں کیا ہوا وہاں حدیثیں بھی معتبر ہو گئیں اور وہ مؤرخ بھی مقتول ہو گئے۔ چند صفحے پیش از اہل بیت کی تعریف کی دہ سے مرد ہو گئے۔ یہ قطعی حاشیت پر کبلا سکتی ہے کوئی جس العقل انسان اس کو تحقیق نہیں کر سکتا۔ عباسی صاحب رقم طراز ہیں۔

”علم و فضل تقری و پرہیز گاری با بندی صوم و مسک کے ساتھ امیرِ یزید حد درجہ کریم النفس، حکیم الطبع، متعبد و متکین تھے۔“ (نوافلِ مبارکہ و زیارۃ)

یہ شہادت انہیں ایک معتبر بیانی سے ملی، شاید بدل میں عثمان پیدا ہو کر مسلمانوں پر اس سے دعویٰ نہیں جاسکتے تو حضرت امامِ احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی کہلا گیا۔

”کتاب العوام میں بیان فرماتے ہیں کہ امامِ احمد بن حنبل نے امیرِ یزید کا ذکر کتاب الزہد میں نہ کیا و صحابہ کے بعد ائمہ تابعین سے پہلے اس زہد میں کیا ہے جہاں زہد و دروہ کے بارے میں زیادہ واقعت کے احوال نقل کئے ہیں“

(نوافلِ مبارکہ و زیارۃ)

مالک بن نویر اللہ الاعتدال جو فقہرِ رجال میں دنیا کی مانی ہوئی کتاب ہے اس میں یزید کا حال ان فقہوں میں لکھا ہے۔



کر کے اپنے پیرو اور بدیہی کو مرنے کی من گھڑت ہر ایمان کا نائب دینی نہیں تو اور کیا ہے امام بنائے دین و مسلم کی اس روایت کا مصلحت کون ہے؟

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بڑی اذکیکد اهل السند بنہ احد الا مدینہ والاول سے مکر دین پر کسے کا وہ مکر انشاء کما یجماع الملح فی الماء کی طرح گھل گھل کر ہلک ہوگا۔

کیا یہ پیغمبر گویا پر نہیں صادر آئی کہ منتر سے ہی دلوں پر بدوق وصل کی بیانیہ میں گھل گھل کر تباہ و ہلک ہوا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مدینہ حرام ہے بمقدار غار سے ڈرنے البسینہ حرارہ ما بین غیرہا فی ثور جس نے اس میں نموات کا ارتکاب کیا یا اگے ذہن احدہ دشت فیما ورتا او اہل درجہ کج گناہی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت خوشوں کی لعنت اور اسے انسانوں کی لعنت ہے۔

تاریخ پر ایمان رکھنے والا کیا اب بھی لعنتی کے بجائے منجی اور پرہیزگار سمجھے گا یا منجی اور پرہیزگار سمجھنے والے کو بھی لعنتی کے گا۔

مناست و تنجید کی سنیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو مدعا ملنے کے لئے ایک استاد رکھا تھا۔ ایک دفعہ وہ ان سے پھر گیا۔ اس واقعہ کو عباسی صاحب اس کی خوش بیانی اور حاضر جوابی کے تحت لکھتے ہیں۔

اصططات یا غلامہ یزید کے آقا بننے کے کھانے لکھتے تو سننے نہ لایا۔ فقال یزید الجواد یعشر یزید نے کہا اسیل گویا ہی غور کیا ہے۔ فقال مؤتب ای واذلک یضرب آقا بننے کے کھانے لکھتے تو کہتا تھا کہ تیرے سید ما جو جاتا ہے۔ فیستقید۔

فقال یزید ای واذلک یضرب یزید نے کہا اہل واذلک پھر تو اپنے سائیں کی لغت سائیں۔

ملا کہ اس عہدیت کا مطلب یہ ہے کہ استناد نے یزید کی کسی شہادت پر کہا کہ تم نے غلطی کی تو یزید جواب میں کہتا ہے کہ غلطی کی تو کیا برا ہم سب سے ہی اس سبیل ہی گھوڑا غلو کر گیا ہے۔ استناد نے کہا وہ مار کر دینا کیا باگ ہے۔ یزید بولا پھر اس نے دس لے کر ناک میں توڑ ڈالتا ہے۔ یہ یزید کی بولی استناد کے مقابلہ میں اگر سزا دہی تو آپ کی ناک کی تیر نہیں ہے عشق یزید کے نام پر ایلیں غریبی دکھائی دیتی ہیں۔

یزید کی بڑی بڑی خطبات کے سننے میں ایک واقعہ یاد کرنا چاہیے کہ وہ عراق سے مدعو ہوا ہے کہ آیا اور اپنے انتظام کی قربی بیان کئے دگا تو اپنے عشق چمکے مقابلہ میں یزید نے بدھیری محفل میں تقریر کی جسے عباسی صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

"امیر یزید نے امیر زید کو مخاطب کر کے کہا کہ نبی اور تم نے ہر سب کیا تو غلطی کیوں ہے کیونکہ ہم ہی تریں جنہوں نے تم کو فہد بقیعت کی والدہ واسطی عطیفی و رشتہ سے ہٹا کر قریش میں ملا دیا اور مسلم گھس گھس و خدمت کا تہیہ منبر پر جا کر گورنری حیثیت میں پہنچا دیا اور نبی اور فرزند نظام سے صاحب اسیرہ کے اختلاف میں شامل کیا تو پھر تم کیا دلوں کے بیٹے ہوئے؟" (غوث علیہ رحمۃ)

یہ جہ سادات منہ فرزند تو چمکے سب دخل پر کام کر کے پوری محفل میں دہل کر اے اور یہ ہے عباسی صاحب کی حقیقت یزید کے ساتھ کہ بدھیزن کو بہترین واقعات میں پھر اس پر ختم نہیں کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی برسرِ حق اتنا کہلوا دیا۔ فقال مدادیہ لہ اجلس فداک حضرت معاویہ نے یزید سے کہا اب بیٹہ ابی داہمی۔

واہ کیا نوب کہا۔ ایک واقعہ اور نقل کر دوں۔ حضرت امیر معاویہ کے انتقال کے بعد یزید سب جامع و مشرق میں غلبہ چمکے آیا تو حضرت عتاک صہبائی نے اس خیال سے کہ یزید غم زدہ ہے کہیں رقت طاری ہو جائے اور غلبہ پر پڑے کہ تو میں پورا کر دوں گا۔ تقریباً سب متبرک اکرمینہ گئے کہ یزید کو کس کا غم و تربت دہی سے اس کا آئندہ نہ بخدا دیبا کلاس غلاقت معاویہ یزید میں درج ہے، صہبائی کو تقریباً مبر و کھر کر لولا۔

یا ضحاک اجبت لہار بنی عبد  
شخصی (ملاہر) (خوف سار ویزید) سکھانے بیٹھے جو

یہ تین شاہیں میں سے اسی کتاب خلافت معاویہ ویزید کی لی ہیں جو خاص یزیدی  
ضیانت میں لکھی گئی ہیں اس سے برصغیر اٹلانڈ لگا کتاب ہے کہ جس اس کے قافیہ والا  
ہیں وہاں اس کے عجیب کا کتا بڑا انبار ہوگا۔

اپنے یزیدی تقریر کو مرواٹے ہوئے لکھتے ہیں۔

”وگ س تقریر کو سن کر ان کے پاس سے جدا ہونے والے سے شائع کر یزید  
پر کسی ایک کو بھی فضیلت نہیں دیتے تھے یہی امیر المومنین ہونے کی حیثیت

سے“ (خوف معاویہ ویزید ص ۲۸)

جیسا صاحب یزید کو حرمت امام عالی مقام سے ہی افضل نہیں بتاتے بلکہ عام حلقے  
ماترین پر یزید کو فضیلت دے رہے ہیں اور یہی نہیں کہ اس کی تائید یقیب بہار واجلیہ مذہبی  
جمعیہ دیوبند ہی سے کر رہے ہیں بلکہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی بھی  
منورا سے لکھتے ہیں۔

”امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک امیر المومنین یزید کی عظیم عزت  
تھی“ (ملاہر ص ۲۸ ویزید)

ملاہر امام کو سوت یزید سے دین کی بات تک کہنے کی اجازت نہیں دیتے جیسا پہلے  
معلوم ہوا۔

جیسا صاحب مقدمہ میں لکھتے ہیں جو تفسیر دیوبند میں مشائع ہوا۔

”اسلامی تاریخ میں اگر کوئی شخص ہے جس کا انتخاب بالکل پہلی بار امت کے  
عام متعصبوں سے ہوا تو وہ امیر المومنین یزید ہیں“ (دیکھا دیکھا)

اس کے لکھتے ہیں۔ ”پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ حضرت فاروق اعظم  
کا تقرر تو محمدی مجاہد کے تو علی منہاج النور، مکی امیر المومنین یزید کا تقرر  
صحابہ کرام کے اس زبردست اجماع کے باوجود غیر محمدی اور بدعت سمیت قرار

دیا جائے۔“ (نئی دیوبند)

اب رجب یزید پر ہر بزرگ اعلیٰ اور مشہور و ثابت بیان مسکھتے ہیں کہ یزید  
کی حکومت کو اگر ناروا لیا تو پہلے حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت  
کو ذیل کا بائز کئے کیوں نہ ہو یہ بھی کرامت ہے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کردہ  
حکومت افسانہ آفتین ہیں۔

جب صلاحیت خلافت یزید کے لئے موزاں پایا تو یوں شب و کوئی۔

”عالم بڑی میں بھاری اکثریت احمدی بنسٹوں ہی کی تھی اور یہ اکثریت یقیناً  
ان کی فطری صلاحیت اور سن کا نہ کہ دلی کے اعتبار سے تھی“

اور جب امام عالی مقام کی حرمت متروک ہوئے تو جو بھی کوکھی کہنے چلے لکھتے ہیں۔

”کسی باغی بزرگ کا نام اجماعاً بڑی کی قبرست میں شامل نہیں تھا حالانکہ ان میں

سے بعض حضرات نے نیز حضرت ابوذر غفاری نے تقریر کی خواہش کا اظہار کیا

تھا مگر انتظامی امور کی عدم صلاحیت کی بنا پر منظور نہیں فرمایا گیا“ (ملاہر ص ۲۸)

اور اس کے بعد ہی ایک عربی عبادت نقل کر دی گیا بائیسوں کی عدم صلاحیت کی ذیل

ہے اگر تاہم یہ کام صحیح مطلق ہوتا تو مسلم حوایا کہ کہاں کہاں باغی حضرت امیر بنے گئے۔

مگر وہاں تو مقصد صرف یہ ہے کہ یزید کی مستبک گویا جائے اور بائیسوں کی منقبت بیان

دکھائی پڑے فوراً دفن کر دی جائے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تہمتی فضائل و کمالات

کے ساتھ تہمتی نسی فضائل کوئی تو اس کے میان کا اندازہ دیکھئے۔

”حضرت حسین کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھائی جاسکتی جس کی دعوت محض یہ تھی کہ نبی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ اور حضرت علی کے زور دہ ہونے کی حیثیت سے انہیں تلیف

جایا جائے“ (ملاہر ص ۲۸ ویزید)

کیا یہ بھی تاریخ تحقیق ہے کہ حضرت امام حسین نے سوائے فاسر اور فرزند ہونے کے

کوئی دوسری خوبی بھی نہیں اور جب یزید کی باغی سامنے آئی تو جو ش حمایت میں یہ بولی جیسے

لکھتے ہیں اب دیباخت طلب ہے کہ

الحمد للہ سے کہ دلائل بہت کم اور گواہات سے کہ اپنی جائز تک کو کسی  
آیت اور کوئی حدیث ہے جس میں آپ کے بعد پیش کی خلافت کی حرمت  
یا کرامت کا کوئی مشاہدہ بھی ثابت کیا جائے۔ (مذکورہ موقوف مدایہ دینیہ)

یہاں آپ کو کرامت و حرمت کا خیال آیا اور مدبرِ جلیہ پر عمل کرنے والے عصمت  
دریں کرتے والے، کہ معلقہ پر دساواہ لہنے والے، خلافت کلمہ کو بلائے والے اور ہم  
میں مسلمانوں کو شہید کرنے والے کے لئے کوئی آیت و حدیث حرمت و کرامت کی نہیں  
ہی اگر ہی تو یہ کہ تمام تلخیصیں غلط ہیں تو پھر جناب نے تیرہ سو برس کے بعد یہ تحقیق کمال  
سے کی۔ جواب مدت یہ ہو گا اپنی عقل و حدیث سے تو چہ نہ اسے تاریخ کیجئے اور صحیحین  
ایک حقیقت ہے جو کام کر ہی ہے بشر ہے جس کا انہماک ہو رہا ہے۔

(مولانا طاہر حسین)

## خلافت معاویہ و زید تحقیق نظر میں

۱۔ کیا فریاد ہے علماء دین اس مسئلہ میں کہ حضرت علی کی خلافت صحیح ہے یا نہیں؟ انہوں  
نے حضرت عثمان کا قتل کیا کیوں نہیں کیا؟

۲۔ زید باقری و ناجرہ کا یا زید و عثمان؟ اس کی خلافت درست تھی یا نہیں؟  
۳۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے یا غلط؟ وہ شہید فی سبیل  
اللہ ہیں یا نہیں۔ بیشک! خدجہ و۔

### الحجرات ابیہون الملک الوباب

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا حذیفہ ایمان رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے متعلق کچھ بتاؤ؟ انہوں نے عمومی قسم کے پندرہ فتنوں کا  
ذکر کر دیا۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ پوچھا یہ نہیں ان فتنوں  
کے متعلق بتاؤ جو مسند کی طرح اُمنش گئے؟

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: دو نکتہ باب مغلط۔ آپ میں  
اور ان میں دو داغہ بند ہے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا: کیلئے اُمہ بیکسر۔ دسواں  
کھولا جائیگا یا توڑا جائیگا؟ حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: توڑا

ہائے گاہ۔ اس پر سیدنا غفرانوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اذلا یضیق لایا بعد اقامتہ۔  
اس بیعت میں کتنوں کا سبب نہ ہوگا۔

چنانچہ تدبیرِ اسدِ مہم تھا کہ کچھ حضرت سیدنا غفرانوق اعظم کی شہادت کے  
بعد اس سبب کی سازشوں سے جب نفع اٹھنے شروع ہوئے تو تقریباً چودہ صدیاں گزشتے  
پر آپس میں لگتے بند نہ ہو سکے وہ ابنِ سبا ہی کی خدمت میں جنہوں نے حضرت ذوالنورین رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا۔ حضرت علی، حضرت طلحہ و زبیر اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
اجمعین کو آپس میں لڑا دیا۔ وہ ابنِ سبا ہی کی خدمت میں جو نہروان میں حضرت علی سے خروج  
کرنے پر غرض کی ذوالفقار کا شکار ہوئی۔ وہ ابنِ سبا ہی کی خدمت میں جنہوں نے یہ تمام  
رسولِ خداؐ کو بھول کر کربلا کے میدان میں تہ تیغ کیا اور یہ بھی ابنِ سبا ہی کی کوششوں  
کا اثر ہے کہ آج بھی سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادا ان کے قریب غنیمت ہو کر  
ظاہرِ بجا و رسولِ سیدنا شہید کربلا کے شہادت اپنا زور لگ دکھانے کی جرأت کی جارہی ہے  
"خلافتِ معاویہ و یزید" کوئی نئی بات نہیں اسی خبرِ نوانِ خارجیت کے دہلک جرات سے  
پھر دیکھئے اسدِ مہم کے اس وادی کو برباد کرنے کی ایک شرمناک جدوجہد ہے۔ امرِ ہوی  
نے اس کتاب میں حضرت سیدنا علی اور حضرت سیدنا حسین شہید کربلا پر کتنے چینی کی ہے  
اس کے جواب میں واقعی کو جرأت ہوگی وہ دیگر صحابہ کرام خصوصاً حضرت امیر معاویہ  
عمر بن عاص اور حضرت شعیب پر تیز کرے گا۔ اسی عفت بری و ریکھان ترجموں۔  
امرِ ہوی صاحب نے پہلے ہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت سیدنا علی کرم  
اللہ تعالیٰ وجہہ الامور کی خلافت مکمل نہیں۔ اس کی دلیل میں آیتِ تجزیر میں ہیں۔  
"ایک یہ کہ یہ خلافت ابنِ سبا کیوں کی تائید و امراء اور ان کے اثر سے قائم کر دی  
گئی تھی اس خلافت نے باوجود قدرت کے حضرت عثمانؓ کا قصاص نہیں دیا۔ اگر  
صحابہ نے بیعت سے گریز کیا۔  
صفوحہ پر دیکھتے ہیں۔

"یہ بیعت چونکہ باغیوں اور فتنوں کی تائید کر امر سے قائم ہوئی تھی اور یہ خلافت

یہ حضرت عثمانؓ ذوالنورین جیسے محبوب اور خلیفہ راشد کو ظلم اور ناحق قتل کے سبب  
گردہ کے اثر سے قائم کی گئی تھی۔ نیز قاتلانِ عثمان سے قصاص جو شرعاً واجب تھا نہیں دیا گیا  
اور نہ قصاص نے ہلنے کا کوئی امکان باقی تھا۔ اگر صحابہ نے بیعت کرنے سے انکار کیا  
اس سے بیعت خلافت کبھی نہ ہو سکتی۔ خلافت۔

پہلی بات۔ آپ کا یہ کہنا اگلے بابہ کہ یہ خلافت صحابہ کے اثر سے قائم کی  
گئی تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں ان تمام  
لوگوں کا باقاعدہ حق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت قائم کرنے واسطے ہیں اور ایک  
سویہ بھی نکلتا ہے کہ اپنی خلافت خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قائم کی لہذا وہ  
بھی اس حقِ ناحق میں شریک ہیں۔ اب آئیے یہ آپ کو بتاؤں کہ حضرت امیرالمومنین  
علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کس نے قائم کی اور اسی سے یہ بھی ظاہر  
ہو جائے گا کہ اگر صحابہ نے حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی  
یا نہیں۔ غلامِ ابی جرحی، موافقِ عرقہ میں فرماتے ہیں۔

عمر بن الخطاب بن الحقیق بالغزفۃ  
بعد الاثمۃ الشکۃ حوالہ ۱۸  
نورستانی والوئی المعقلی علی بن سبط  
باتفاق اہل الحل والحدود علیہ کلھ  
والذیر و ابی موسیٰ دابین ہتاس  
و خذیمۃ بن ثابت و ابی النہشیم  
بن النجمان و محمد بن سلسۃ و عمار بن  
یاسر و فی شرح المقاصد فی بعض  
المشکلیات ان الامام علی بن النعمان  
ذالہ و وجہا افتقارہ فی زمن الشوری  
علی النہالۃ و النعمان و لہذا اجتمع علی

گزشتہ باتوں سے معلوم ہوا کہ اہلِ حل و عقد  
کے اجماع سے خلافتِ عثمانؓ کے بعد خلافت  
کے متحقق امام مرتضیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
ابنِ الخطابؓ نے اہلِ حل و عقد حضرت طلحہ و  
زبیر و ابو موسیٰ و ابنِ عباس و خزیمہ بن  
ثابت و ابی النہشیم بن النجمان و محمد بن سلسلہ و  
عمار بن یاسر ہیں۔ شرح مقاصد میں بعض  
مشکلیات سے ہے کہ خلافت مرتضیٰ علیؓ پر  
اجماع ہے اس طرح کہ حضرت عمرؓ کی مشاورت  
کیوں میں باتفاق طے ہوئی تھا کہ خلافت  
حضرت علیؓ یا حضرت عثمانؓ کے لئے



اندہ لولا عثمان نہ کاشت علی نجین  
خروج عثمان بقتله من ا  
بقیت علی اجماعاً رعداً  
امام جلیل اجل فاکم الحفاظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں اہل سدرۃ  
سے ناقل ہیں۔

لوری علی بالخلوہ بعد الغد  
من قتل عثمان بالمدینہ بنالیہ جمیع  
من کان لہا من المصائب۔  
(تاریخ الخلفاء)

لیکن امروہوی صاحب کتب کے کہ تاریخ الخلفاء کا کیا اغیار یہ تو تاریخ کی ادنیٰ کتاب  
ہے۔ شاید ان کے نزدیک کتابی کی عظمت کا دار و مدار کتاب کے حجم پر ہے لیکن یہ منطق  
انہیں کو مایک جو کتاب کا ادنیٰ ہونا حجم پر نہیں بلکہ مصنف کی جلالت علی پر ہے۔ امام  
اجل جلیل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا علم میں جو ترجمہ وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں  
ان کی کتاب تاریخ الخلفاء اگرچہ بہت مختصر ہے مگر غایت ہی مستند ہے۔ اگر کتاب کی  
حقیقت کا دار و مدار حجم پر ہو تو وہ دن و در نہیں کہ آپ کہیں کہ قرآن کریم کا حجم بہت  
چھوٹا ہے لہذا یہ ادنیٰ ہے اور نہ ہی مبرور کتاب کا حجم بڑا ہے لہذا یہ اعلیٰ ہے پھر  
کوئی کہ یہ آپ سے بیکو کہ یہ کب سے کہ چونکہ دیدوں کا حجم قرآن سے بڑا ہوا ہے لہذا  
وہ قرآن سے اعلیٰ ہے۔ خود باشبہ ضرور اعتنا آئیے دیکھئے یہ امام ابو سعید طبری  
اپنی کتاب الزیارات الفخریہ میں فرماتے ہیں۔

وخرج علی فانی مغزہ وجہ افاض  
کاہر علی علیہا یغزو قتلہا ہر نہیں  
هذا البکرة اذ اھوا علی اھل بدر  
نفسی جھنہ اھل بدر ظفر العلیہ

لدر میں احد من اھل بدر الزوال  
مانری احق لہا منکے قلدر علی  
ڈالے جاوا مسجد فصعد المنبر وکان  
اول من بعد الیہ وانیہ طلحہ والبر  
وسعد واصحاب محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم۔

ان تمام جلیل القدر محدثین و علما را سنیوں کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی  
کو عمر خلافت پر چھاننے والے اصحاب بدر و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین  
ہیں جن میں حضرت طلحہ و زبیر بھی شامل ہیں۔ اس کے برخلاف امروہوی صاحب کی جھپٹتی  
یہ ہے کہ یہ خلافت سبائیل ناکان عثمان کے اثر سے قائم ہوئی۔ یہ تو کہنا خلاف تہذیب  
ہو گیا کہ امروہوی صاحب نے غلط کچھ لکھا لہذا مذبذب رہنے کے لئے یہ ماننا ہی پڑے گا کہ امروہوی  
صاحب کے نزدیک اہل بدر اور وہ اصحاب رسول اللہ جنہوں نے حضرت علی کو خلیفہ بنایا  
سبائی۔ باقی اور ناقص حسین ہیں۔ امروہوی صاحب کے نزدیک یہ کئی برائی باتیں نہیں ہو گی  
جی التیہ کی محبت میں سب کچھ گوارہ ہے۔ ۴

برستم بر جھن گوارہ ہے ہر وقت کہہ دے کہ تو ہمارے  
حضرت عثمان کے قصاص کے معاملہ میں بات بالکل صاف ہے حضرت علی رحمۃ اللہ  
وجہ انکریہ اس معاملہ میں کبھی انکار نہ کیا اور نہ پہلوئی کی۔ قانون اسلام کے مطابق قصاص  
اس وقت دیا جاتا جبکہ حضرت عثمان کے ظالمین بڑا گناہ خلافت میں ناقصوں کو متفق کر کے  
ان پر دھوکے کر کے کرنا انھوں نے حضرت مخیر مظلوم کو شہید کیا ہے اسد اس پر شرعی  
گواہ لاتے جب تک گواہوں کے بیان یا کتابتیں کے اقرار سے ثابت ہو جائے کہ یہ لوگ  
قاتل ہیں تب کہیں ماکہ جرم ثابت ہوتا اور قصاص لینا فرض ہوتا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔  
حضرت عثمان کے کسی ولی نے کبھی اس قسم کا نہ تو دعویٰ دائر کیا اور نہ کسی ثبوت پیش کیا  
حضرت علی قصاص جلتے کو کس سے لینے۔ حضرت طلحہ و زبیر رضی عنہم خود حضرت امیر معاویہ سے

مذکورہ کسی کو کسی قسم کا کوئی دعویٰ بارگاہ خلافت میں دائر نہیں کیا اگر دائر کیا تو امر دہوی صاحب یا ان کے خواہی ہو ثبوت دہیں۔ امر دہوی صاحب کے سامنے الگ بین قانون ہے جس کے ماتحت کسی کے قتل کے بعد پولیس فرض لوگوں کو پکڑتی ہے نہ میں گرفتار کرتی ہے ماسقہ یہی ہے۔ پھر کسی پر سند مہلاتی ہے۔ نیز پھر پرہیز گیارہ اور فرضی گواہ جج کی نظر میں مرج و قدر میں مسلم رہ گئے تو قاتی کو پانیسی ہو گئی نہ ہر اذاعت الیسا ہوتا ہے کہ متاقل گچھنے ازاناسے اور سبے گناہ مختار دار پر ہوتا ہے۔

امروہوی صاحب چاہتے ہیں کہ حضرت علی ایسی ہی کرتے۔ حضرت علیؑ نے ایسا نہیں کیا لہذا وہ امر دہوی صاحب کی نظر میں مجرم ہوئے وہ خلافت کے اہل نہیں ہیں لیکن امر دہوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام کا قانون ایسا ظالمانہ نہیں اور نہ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد سے اس کی انتہا ہو سکتی ہے کہ وہ اسلامی قانون کے برخلاف کسی دوسرے قانون پر عمل کرتے قصاص حد سے ثبوت کے بعد حد جاری نہ کرنا اسٹنٹن اچھ غور اور افسوس حق ہے۔ حدود الہی کے ترک کی نسبت کولاسے نہیں صہرئہ المریلیں کی طرف کرنا انہیں جیسے مقنن اور اسکے منقذین کا کام ہو سکتا ہے کسی مئی جمیع العقیدہ کا مرکز نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت حق علیؑ آپ حضرت علیؑ زبیر اور امیر معاویہ کے مقابلہ میں معیوب تھے۔ اس کی تقریبات اعدادیث گریہ میں بکثرت موجود ہیں۔

**حدیث اول:** حضور اقدس علیؑ تالیہ والہ وسلم نے ایک بار حضرت حماد بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا تھا۔

فَقَالَ لِي الْغَنَاءُ الْبَاطِلَةُ  
حضرت حماد جبکہ حدیث میں شہید ہوئے یہ حضرت علیؑ کے ساتھ تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کی خلافت حق علیؑ حضرت امام زورنی فرماتے ہیں۔

قَالَ لِي الْغَنَاءُ هَذَا الْخَدِيثُ حَقٌّ  
ظاہر ہے ان عبدیہ کائن محققین

واسطہ لفظ الاخری بغاۃ الکھم جتھدون  
ظلالہم علیہم۔ (جلد دوم ص ۲۹)  
پرستے اور دوسرے گروہ سے خطاب۔  
اجتہادی ہوئی۔

**حدیث دوم:** امام بخاری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا۔  
وہ فرماتے ہیں۔

وَفِيكَمُ الَّذِي اجَابَ وَاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ  
اور تم میں وہ ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے شیطان سے  
علیؑ لسان نبیہ یعنی عمار۔  
مخوف کر رکھا اپنے نبی کے فرمان سے یعنی عمار۔

اسی کو عتوڑی تفسیر کے ساتھ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت فرمایا۔  
جب حسب فرمایا حدیث حضرت عمار شیطان سے مخوف تھا جس کو ان سے خطا سرزد  
نہیں ہو سکتی۔ یہی م مکرول میں حضرت علیؑ کے ساتھ رہے لہذا نابت ہوا کہ حضرت علیؑ حق  
پرستے۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گراوی حق و باطل کا وہ معیار تھی جس کی  
وجہ سے بہت سے وہ صحابہ کرام جو اس نزاع میں مزدو تھے حضرت علیؑ کی حقانیت کے  
قائل ہو گئے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا اسَادَ عَلِيٌّ شَيْئًا إِلَّا اَفَى  
اس سے زیادہ مجھے کوئی بات بڑی معلوم  
لحم قاق مع علی القضاۃ الباخیہ۔  
دالریاض النضر ص ۱۲۷  
نہیں ہوئی کہ میں نے حضرت علیؑ کے ساتھ ان  
کے خلاف سے جنگ نہ کی۔

حضرت فریورین ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمار کی شہادت سے پہلے پہلے  
مورک کار نامہ میں ہوتے ہوئے تھے جنوارے نام نہیں کی تھی مگر حضرت عمار کی شہادت  
کے بعد حضرت علیؑ کی حمایت میں انسانی پرورش کے ساتھ لڑتے دھتے شہید ہو گئے۔ حضرت  
عمار کی شہادت کے بعد خود حضرت عروین عاص حضرت معاویہ کا ساتھ چھوڑ دے گئے  
عمار ابن ابی عروہ رضی اللہ عنہ آپ کتاب تفسیر الجہان والسان میں فرماتے ہیں۔

بعض معارفی علیؑ ہمیں لہم  
من الا حادیث انہ الامام المحق  
فمنعوا علی التخاصم منہ کما  
حضرت علیؑ سے الگ رہنے والے صحابہ کرام  
میں سے جنہوں نے حدیثیں نقلیں جو انہیں قوہ  
اس علیؑ پر نام رہے جیسا کہ گزر گیا

متر و منجم سعد بن وقاص - انہیں میں سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
(ملاحظہ)

**حدیث سوم :** بنگ میل میں حب ودوں فریق صفت آرا ہو گئے تو حضرت علی  
نے حضرت زبیر کو بلایا۔ انہیں یا دولایا۔ ایک دفعہ بعد رسالت میں ہم ودوں نکال چکے ساتھ  
ساتھ تھے۔ انھوں نے بھی دیکھ کر فرمایا۔ اسے زبیرؓ نے اسے نصرت کرتے ہوئے عرض کیا۔  
کیوں نہیں میرے اموں زاد بھائی و اسلامی برادر ہیں۔ پھر مجھ سے دریافت فرمایا۔ اسے  
علیؓ! پولو کیا تم بھی انہیں مجھ پر رکھتے ہو۔ جس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اپنے پیچھے آؤ  
اور وہی بھائی کو کیوں نہ محبوب رکھوں گا۔ حضورؐ اقدس نے ارشاد فرمایا۔ اسے زبیرؓ ایک  
دن تم ان کے متعلق ہو گئے اور تم خطا پر نہ گئے۔ حضرت زبیرؓ نے اس کی تصدیق کی۔  
فرمایا میں قبول کیا تھا اور میں نے اس کا رد کیا تھا۔ (الروایۃ فی النضر  
ص ۳۶ و صواعق محرقة از احکام و بیہقی ص ۶)

**حدیث چہارم :** حضورؐ اقدس رضی اللہ عنہ و آلہ و سلم نے ازواج مطہرات سے فرمایا۔  
ایسٹن صاحب اہل الاحمر  
یخرج حق خنجا کلاب الحواب  
فوق قتل حولہا قتل کثیرہ -  
(صواعق محرقة از ان یار۔ ابو نعیم ص ۶)

پہلے حضرت ام غزنیؓ کو کہہ چلیں جب جواب سنیں کہیں انہوں نے بھی وہی طریقہ کی  
حدیث یاد آئی۔ دریافت کیا کہ کسی جگہ ہے۔ لوگوں نے بتایا حجاب ہے۔ پس کہ اپنا ازار۔ فتنہ  
فرمایا لیکن فتنہ پر وازوں نے جب دیکھا کہ سارا معاملہ مجھ پر ہے تو فوراً پسے کہ یہ حجاب  
میں کسی نے آپ کو غلط بتا دیا ہے۔

**حدیث پنجم :** حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔  
اللہم! اور الحق معہ جنت اسے اللہ! حق علیؓ کے ساتھ رکھو۔  
(دار مشکوٰۃ)

حضورؐ کی یہ دعا یقیناً مستجاب ہوئی اور مریدان میں حق حضرت علیؓ کے رشتہ رہا۔  
ان احادیث سے شرب واضح ہو گیا کہ حضرت مولائے مومنین صبر قائم الباقین حضرت علیؓ رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت حق تھی اور ان پر اقتداء قصاص نہ لینے کا کیا قلم عثمان  
میں کسی طرح شریک ہونے کا لازم غلط ہے۔ اس معاملہ میں بھی وہ حق پر تھے۔ ان کے  
معاذ میں سے خطا و کوتاہی واقع ہوئی۔  
امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ غلطاء کون ہیں ؟  
ارشاد فرمایا :-

ابو بکر و عمر و عثمان و علی  
قلت فمعاد و یقولہم لیکن احد حق  
بالخلافة فی زمان علی من علی -  
(صواعق محرقة از بیہقی ص ۶)

اب اسبہ اسبہ کبھی کو حضرت امام زبیرؓ نے خود مذہب شافعی شارح مسلم رحمۃ اللہ علیہ  
واسطہ کے بیان پر غم کروں۔ صحیح مسلم شریف جلد دوم ص ۱۰۰ فرماتے ہیں :-  
امام عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
فخلافة صحیحہ بالاجماع و قتل  
مظلوماً و قتله فتنۃ و دم یشادک  
فی قتله احد من الصحابة و ما قتله  
ہجج و دعا من عنہما القبائل و  
سفلۃ الاطراف و الارذال و اما علی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخلافة صحیحہ  
بالاجماع و کان ہوا الخلیفة فی  
وقتہ لا خلافة لغيرہ -  
حضرت عثمان کی خلافت اجماعاً صحیح ہے۔  
وہ خلافت شہید کیے گئے ان کے قاتل فاسق ہیں  
ان کے قتل میں کوئی صحابی شریک نہیں ہوا  
انہیں جینے جا رہے ہیں اور اصرار ہے کہ زبیرؓ  
بچے دے کہ وہ لوگوں نے شہید کیا۔ حضرت علیؓ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت صحیح ہے بالاجماع  
صحیح ہے۔ اپنے عہد میں وہی صحیح  
تھے جس دوسرے کی خلافت  
نہیں تھی۔

اور وہی صاحب نے اپنی کتاب میں اس پر بہت زور باندھا ہے کہ زبیرؓ

جمع سنت و تہریں، ازاد، عاجز و کارد تاہیں میں تھا۔ بڑا مدبر، بیدار، مہذب اور مجاہد بنی بنی اللہ  
تھا۔ اس کی طرف مشق و توجہ رکھنا تھا کہ ہمارے میں جتنی روایتیں ہیں سب وہی ہیں۔  
امروہی صاحب نے یہ کہہ کر کہ میں اس دور خود رفتہ ہیں کہ انہیں احادیث صحیحہ اور  
کہا رہا ہے اور تاہیں کے ارشاد میں ایک نکتہ نہیں آتا۔ آپ نے تحریر کیا ہے کہ بڑے  
کے معاصرین میں حضرت عبداللہ بن زہیر سے بڑا جھگڑا کرتے تھے مگر وہ خود آنکھ سے دیکھتے  
نہیں تھے لہذا ان کی بات قابل اعتبار نہیں بلکہ ان کے برخلاف تیرہ سو برس  
کے بعد بڑے بڑے فضیل و کمال کو اس طرح بیان کرتے ہیں گویا آپ بڑے کے ہم فوالہ و  
ہم چالہ تھے۔ آپ نے اپنی ساری تحقیقات کی بنیاد اس پر قائم کی ہے کہ سوائے ابن زہیر  
اور ابن خلدون کے سارے مؤرخین روایت پرست تھے تحقیق و جستجو سے انہیں کوئی  
غرض نہیں تھی۔ انھما و چند جو کچھ سنا نقل کرنا یا سب سے پہلا محقق ابن خلدون سے اور  
دوسرے آپ جیسے فنکار، اسی بنا پر آپ نے جگہ جگہ ابن خلدون کو سراہا ہے اور  
امام ابن جریر طبری جیسے جلیل القدر مسلم السنہ کو ام کو شیعہ کہہ کر ناقابل اعتبار کر دیا۔ طبری  
استہ پارے کے امام ہیں کہ ابن جریر محدث کہتے ہیں کہ دنیا میں کسی کو ان سے بڑھ کر عالم نہیں  
جانتا۔ ان پر بعضوں نے یہ الزام لگایا ہے کہ یہ شیعوں کے لیے حدیثیں وضع کر رہے تھے اس کا  
جواب علامہ ذہبی جیسے فن رجال نے ان زور دار الفاظ میں دیا ہے۔

هذا وجہ ما ظنوا انکاذہ بل ابن جریر صحیحی بدیہی تھا ہے۔ ابن جریر اسلام کے معتد  
من کہا اور امامت الاسلام متعدبین۔ اماموں سے ایک امام کہہ رہے ہیں۔

انتہا یہ کہ کو موجودہ صدی کے مستور و مخفی جناب شہل اعظم کو میرٹ اہل حق کے  
مقدمہ میں طبری کے بارے میں لکھنا پڑا۔ تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب  
امام طبری کی تاریخ کہہ رہے۔ طبری اس دور کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضیل و کمال  
و ثوق اور مصعب علیہ السلام کے معزز ہیں لیکن بڑا ہو جو شخص مصعب کا کہ عہد آنحضرت کی سعادت  
علیہ ذراست کے بارے میں امر و ہوی صاحب کی رائے یہ ہے کہ وہ بالکل ہی غیر معتبر  
اور ناقابل قبول ہیں لہذا امام طبری کا یہ کارنامہ کہ انہوں نے امر و ہوی صاحب کے لائق امیر

کے رفیقوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔ بڑے بیوقوف کے نزدیک جرم بخندیدہ ہے۔ رہ گیا ابن خلدون  
تو چونکہ ان کے یہاں شجرہ نازساب پستی پرست زور ہے لہذا اس زمانے کے رعاہیت  
سے محروم تاریخ دان اسے بہت اچھالتے ہیں مگر حقیقت کیا ہے وہ اس سے بڑا ہے کہ  
وہ خود خراج کا عہدائی محمول تھا۔ چنانچہ مولوی عبدالحی عسکری اپنے فتاویٰ جلد اول صفحہ ۱۰۰  
میں لکھتے ہیں۔ علامہ عبدالرحمن عسکری مرقی مرقد ہے ابن خلدون کا  
بشعاع اللہ! کیا خوب تحقیق ہے کہ ابن جریر طبری جیسے امام زمان کی باقی محض  
اس بنا پر مردود کہ وہ بڑے بڑے محدثین کے شیعہ تھے طران کے صدیوں بعد کے  
ایک معتزلی کی بات شیعہ راہ سے تقویر نو لے کر جرح گردانے لگا۔

یہ اس بات کی روکش دلیل ہے کہ امر و ہوی صاحب نے جس کے بیان کو اپنی افادہ  
مبع کے مطابق پایا اسے محقق، مدقق اور صحیح العقیدہ مانا اور جس کی بات اپنے رجحان طبع  
کے خلاف پائی اسے بد مذہب اور سطحی نظر والا کہہ دیا۔ یہی وہ تحقیق ہے کہ وہ دوسرے جہ  
جس کو احمد واریشا جارا ہے۔ بڑے بدیدہ کے بارے میں جس جواہر امت وارد ہوئی پہلے انہیں  
سنیں، پھر اس کے کثرت و کمی، صحیح امت کا فیصلہ۔

حدیث اولیٰ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قلنا احمق علی بدیہی غلغلة من  
قریش اذ قال مروان لعنه الله عليه  
غلغلة فقال ابوہريرة فوشنت ان اقول  
بنی فلان بنی فلان لعلت فکنت  
اخرن مع جدی الی بنی مروان حلیون  
ما مدکوا بالشام فاذا اذ اھم غلغلة ما  
اذا قال لہ عسی ھولاء اھم  
یکون منھم قلنا انت اھم  
نہ کہہ آپ خوب جانتے ہیں۔

امروزی صاحب کان کھولی کر نہیں۔ یہ الجحفہ کی روایت نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سب کا نام لے کر بتا سکا ہوں اور انہوں نے اشاروں سے بتائی وہ لوگ وہ کون ہیں۔

حدیث چہارم بخین آپ کے حضرت مروان بن حکم کو کڑوں کھینچے جیل القدر قحط تابعی فرماتے ہیں کہ مروان انہیں ملعون میں سمجھتا اور آپ کے محدثین میں امیر کو اس حدیث کا مصداق سمجھتے ہیں بنی مروان نے امت میں عقی تباہی مچائی ہے وہ سب تقلید ہے۔ آپ کے لائق امیر بنید کی اس بے رحمی مکن نہیں کہ اس حدیث کے مصداق یہ ظالمین تو ہیں اور ان کا پیش روز پر اگر میرا یہ قیاس آپ کو نہ لگتا ہو تو آیت شامین کے ارشاد دست علیہ سنیے علامہ کرانی فرماتے ہیں۔

قوله احدنا ای شایانا داد لہم یزید علیہما سنیق وکان غالباً یزید الخ شیخ من امارة السبدان الکبارہ یولیدہ الا صاعغر من اخارہ۔

(حاشیہ بخاری ص ۳۳۳)

ملا علی قاری مرثیۃ میں مندرجہ ہے:-

قوله علی یدعی غلیہ ای علی ابیدی شیان الذین ما وصدرا الی مرتبہ کمال العقل واحد اث السن الذین لا مبالاۃ لہم صاحب اب الوقار و الفاہران المراد ما وقع بین عثمان وقلندہ و بین علی والحسین ومن قالہم قال العظیم لعلہ ایدید ہم الذین کانو بعد الخلفاء الذین من عثمان یزید اور

بعد الملک بن مروان وغیرہما۔

دیکھئے اسے تاجین کی پیشین گوئی قریش میں یزید نے درویش ہے۔

حدیث سوم: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رحمة العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

انموذو باللہ من راس السبعین وامارۃ المصبیان۔ (مشکوۃ ص ۳۳۳)

امارۃ المصبیان کی شرح میں ہے، ملا علی قاری فرماتے ہیں:-

امارۃ المصبیان سے حامل ہجروں کی حکومت مراد ہے جیسے بنی مہاجر اور بنی مہازان کی اولاد اور ان کے مثل ایکس روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ علیہ وسلم نے خواب میں انہیں اپنے منبر پر کھیل کر دیکھے۔

منبر پر کھیل کر دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اپنے منبر پر کھیل کر دیکھے۔

حدیث چہارم: حضور حق قریشی علامہ ابن جریر کی نقل میں:-

وکان مع ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم من البیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعامر بن عبد اللہ بن جریذ فامہ کان یذوع اللہیم انی اعوذ بک من راس السبعین وامارۃ المصبیان فاستجاب اللہ لہ فذوقہ سعة سبع واربعین وکانک وفاة معاویہ وولایۃ ابنہ سنۃ ستین۔

کی حکومت ستین میں ہوئی۔

”هَلَكَةُ امْتِصَاعِي بِدِي غَلَرِ قَرْصِي“ کے ذیل میں مگر ذاک حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا تھا کہ اگر کو قریب قتل بن فلاں کا نام بتا سکتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کھلے بندوں تمام نہیں کیا مگر سترہ کی ابتدا اور چھوڑ کر کی امارت سے پناہ مانگ کر نہایت جلیغ پر ہم اشارہ فرمایا کہ اس سترہ میں جو امارت قتل ہوگی اس سے پناہ مانگنا ہوں اور وہ یہ کہ یہ حکومت تھی۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ امت کو براہ کرنے والے جھوٹوں کا سرکار بن دیا ہے ان احادیث کو نقل فرمادے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”اشارت بزبان یزید سے دولت کر دکھم در سال تین بر سر پشاد و شہادت واقعہ در زبان شقاوت نشان او قریح و قسوت ہے (مذہب اشرار و ستم) حدیث شریف و علامہ اہل سنی تاریخ الخلفاء میں اور امام ابن جریر علیہ صواعق مخرقہ میں شیخ محمد صفوان اصحاب الراغبین میں سند ابو جریج سے راوی۔

لا یزال امر امتی قائماً بالقسط میری امت کا معاملہ برابر درست رہے گا حتیٰ بیکر اول من یتلمہ ورجلی من بنی امیہ یقال لہ یزید۔ یہاں تک کہ پہلی شخص اس میں نہ خدائلازی کر لیتا۔ وہی ابن امیہ کا ایک فرزند ہو گا۔ علامہ ابن جریر طبرستان میں اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔

رجالہ رجال الصبیح الا ان اس کے راوی صحیح راوی ہیں صرف اس میں اختلاف ہے۔

حدیث شریف میں حضرات اپنی اپنی کتابوں میں کچھ اسناد دینیاتی حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، وہ فرماتے ہیں۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول من یبدل سنتی رجلی میں نے حضور راہ حق صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ پہلا شخص جو میری سنت بدلے گا یہی امیر ہو گا ایک شخص ہو گا جس کا نام یزید ہے۔

ان احادیث میں اگرچہ بعض ضعیف ہیں مگر ان کو دوسری روایات اور کئی علماء سے تقویت

ہے لہذا قابلِ حجت ہیں۔  
امروہی صاحب نے لوق نامہ ایک بار سے میں خود ہی کچھ مسئلہ اس کتاب علیہ وسلم کا زمانہ اور حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سن چکے ہیں۔ خود ہی امیر کے ایک لفظ کی رائے لی ہے۔  
صواعق مخرقہ اور تاریخ الخلفاء میں نقل بن فرات سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔

کتاب عند عبد بن عبد العزیز میں عمر بن عبد العزیز کی بارگاہ میں تھا ایک شخص نے یزید کا ذکر کیا۔ لہذا ابن عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ وہ حضرت عمر بن عبد العزیز سے اسے ڈانٹا ڈکھا اور انہیں کہتا ہے حکم دیا اسے کیس کو اسے مار دے گئے۔

یزید سے حاضر ہیں عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں وہ فرماتے ہیں۔  
واللہ ما احسن ما علم یزیدہ خود تھا ان قریب الحجازہ صحت السناد اور وہ جلی شیعہ عبد اللہ اولاد و البشاش والادوات و شہرہ الخ و وہ مع اللہ اور اس امر پر کہ تاریخ الخلفاء میں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان بڑی سے نقل فرماتے ہیں کہ۔  
سنہ میں یزید پیدا کے عثمان بن محمد بن ابرہہ بن کلابیہؓ نے فرمایا کہ وہاں کے لوگوں کو جمعیت کے چٹان سے اہل مدینہ کی ایک جماعت یزید پیدا کے پاس بھیجی یزید کے پاس سے حبیب یہ جماعت ملی تو یزید کی بڑائی کھلے بندوں کرتی تھی اس کی سبب دینی شراب خوری و ملائی کا ارتکاب اسکے باپ اور دیگر برائوں کو اختلاف کرنے لگی۔ ان سے یہ بات سن کر باقی اہل مدینہ بھی یزید کی جمعیت و اطاعت سے ہزار ہو گئے۔ اس جماعت میں ابن منذر بھی تھے وہ

کہتے تھے بجز ایدھی لکھ لاکھ دو ہوتا تھا لیکن میں نے سبائی بھوڑ کران کے سامنے سر نہ جھکایا، وہ شراب خور اور تارک اصطلاح سے نیرنگی شیخ ابن جریری سے وہ اور ابراہیم ملائیم سے نقل فرماتے ہیں۔

یزید عید کے سنہ وفات کے دواں کا خبر ہونے کے بعد اہل مدینہ منیر پر گئے اور اس کی بیعت توڑ دی، عبداللہ بن عمرو بن حصہ خزرجی نے اپنا علماد سر سے اتار کر کہا اگرچہ یزید مجھے انعام و اکرام دیتا ہے مگر وہ دشمن خدا و اہل اسلام ہے میں نے اس کی بیعت توڑ دی، اسنے زور و خوار کے ساتھ بیعت توڑنے کا مظاہرہ بڑا کھلبلا دیا اور حوقل سے بھر گئی۔

امرو بنی صاحب ابن منذر اور ان کے ہمراہی ابونخوفہ کے سن کے نہیں فرما رہے ہیں یہ تو یزید کے بعد اور اس کے حالات کے چشم دید گواہ ہیں۔ دیکھئے یہ آپ کے لائق قاضی میر کے بارے میں کیا بتا رہے ہیں۔ یزید عید کے زہد و ورع، علم و فضل کا خطبہ پڑھنے والے امرو بنی صاحب یزید کے کارنامے ہیں۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی جناب المغلوب میں فرماتے ہیں: حضرت امام عالی مقام جنی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سب سے شیعہ اور قبیح بزدلانہ یزید عید کا معاویہ کے زمانہ میں رونما ہوا واقعہ حرہ ہے اس کو حرہ قادحہ اور حرہ زہرہ بھی کہتے ہیں جس زمانہ میں مدینہ طیبہ آبادی و رونق میں مرتبہ کمال تک پہنچا ہوا تھا، اخیر صحابہ اور انصار و مہاجرین و علماء گہوار تابعین سے ملاقات تھا، یزید نے مسلم بن حنفیہ کو شامیوں کے لشکر عظیم کے ساتھ اہل مدینہ سے لڑنے کے لیے بھیجا، یزید نے حکم دیا کہ اگر وہ لوگ میری اطاعت کر لیں تو فساد و جنگ کو فراموش کر کے بیعت میں دن تک مدینہ متاثر سے لیے جاتے ہیں، مسلم بن حنفیہ آیا، مقام حرہ پر چڑھا تو اہل اہل مدینہ تا سب مقابلہ

نہ دیکھ کر خندقی کھود کر حضور ہو گئے۔ داور بڑی صاحب کے معافی مردان کی وسیع کارناموں کی بدولت، یزیدی مدینہ میں گھس آئے، پہلے پہل حرم نبوی کے پناہ گزینوں نے بڑی شد و مد کے ساتھ مدافعت کی مگر تاہم کے بعد اٹھ بن مطیع رئیس قریش متح اپنے سات و فزندوں کے شہید ہو گئے، آخر میں شامی درندہ سے اس حرم پاک میں گھس پڑے۔ نہایت بیداری کے ساتھ قتل عام کیا، ایک ہزار سات سو مہاجرین و انصار صحابہ کرام اور کبار اہل علم نے تابعین کو، سات سو حفاظ کو اور دو ہزار ان کے علاوہ عوام اناس کو ذبح کیا۔ نہ بچے بڑھے، نہ مرد نہ عورتیں، مال و متاع جو کچھ ملا سب لوٹا، ہزاروں دوشیزکان حرم مصطفیٰ کی عصمت دری کی۔ مسجد نبوی میں گھر بڑے دوڑائے۔ روضہ نبوت میں گھوڑے باندھے گھوڑوں کی نید و پیشاب سے لے لے پناہ کیا۔ تین دن تک اہل مدینہ کو یہ جزا ت نہ ہوئی کہ مسجد نبوی میں جا کر غار و اذان ادا کرے اور نہ ان پر یزیدی درندوں کو اس کی توفیق ہو سکی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیض مبارک فرج فی مکی، نکاد اسوقت بینظرون و تشق لادنی انتقامی لہذا، قریب سب کے کہ آسمان ٹوٹ پڑے زمین چھٹ پڑے پہاڑ ٹوٹے ٹوٹے ہو جائیں، جان اس کی کجی جس سے ان الفاظ میں یزیدی کی بیعت کی۔

شہ دعائی جمعہ یزید و انظہ، مدینہ دن اور شے کے بعد یزیدی کی اس  
اعبد لہ فی طاعة اللہ و معصیۃ، بیعت کی دعوت دی کہ یہ لوگ پریشکھ نام  
فاجاہدہ الا واحد (عن قریش) میں اللہ عزوجل کی اطاعت و معصیت  
فقتل۔ (تھوڑا جہان ص ۱۴) میں ہے ان درندوں کے نظم و حکم سے  
موجب ہو کر سب نے یہ بیعت کر لی، ایک قریشی نے یزیدی کے قتل کروایا۔  
سعید بن جبب کو کہا کہ تابعین اور قرا سید میں جس کو چاہے یزیدی کی بیعت  
یعنی چاہی انہوں نے فرمایا حضرت ابو بکر و عمر کی بیعت پر بیعت کرتا ہوں۔

ابن حجر نے حکم دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے ایک شخص کھڑا ہوا اس سے ان کے جہیز کی گواہی دی جب یہ شخصیں جا کر ان کی جان بھی، پھر نزدیک حکم کے مہرباب زیدی نے قتل کو منع فرمایا اور ہوا اس راض پاکہ کایس کے جنگل جا کر دو اٹھا کر کسی کی نگہ ساید میں بند بیٹھ سکتے خاصہ کر دیا، انش ہازی کر کے کعبہ اللہ کے پروردہ اور حجت کو بھلا دیا۔ فقیر اسماعیل کے سنگ مل گئے اسی اثنا میں ان سارے منظر کے بانی مہادیو پر جو کہ اپنے نیک کردار تک پہنچنے کا وقت آگیا اور وہ اپنے ٹھکانے گئی۔

اس کا سائنسہ علماء کے ہاں جس کے فیصلے پر کسی کے بارے میں سنیئے باپ کے احوال کو جیتے سے زیادہ ترہ صدی کے بعد ان میں جان کھنڈا اور یوں پرانے کو جب اس پر بدست تخت ہر جٹا کا لگا کر انہوں نے غلطیہ دیا وہ بھرا اور تخت کی رسالت کے تو تاریخ کی کتابوں میں یوں عروج ہے۔

پھر سر پہ باپ کو حکومت دینی دے ناؤں  
تھا، فائز رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
سے ملا۔ اس کی عمر کم کر دی گئی وہ اپنی قبر میں  
گئی جوں کے دال میں گرفتار ہو گیا۔ پھر برادر  
کامیاب پر سب سے فوادہ گلان اس کی بیوی بنت  
اور بڑا نکاحا ہے۔ اس نے بنت رسول صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نکس لی۔ شراب تناول  
کی اور کھیر کر باوا کیا۔

امام الاولیاء، اکرام سیدنا الثابین العظام حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما ادرک ما وقع الخوف اذ كنا  
الحسن... فقال والله ما كان نخرج مشبهين  
واحد قبل هذا خلق من الصلابة ومن

فَاِذَا رَءَوْهُمُ فَاِنَّ اللَّهَ وَاَنَا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ - وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ -

وصواعق حقايقنا، تاريخ الخلفاء عيسى

امامِ فوری فرماتے ہیں :-

لما فعل من يد بالفضل المديته

ما فعل مع شرب الخمر إيانا المنكرات

اشق عليه الناس وخرج عليه غير

واحدًا (أيضًا)

یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا جو کچھ کیا۔

ہا و جو و شراب پینے منکرات کا ارتکاب کرنے

سے لوگ اس کے خلاف ہو گئے اور اس کی

بیعت مہیٹوں نے توڑ دی۔

مالی غنہ اور اس حوزی وغیرہ اس پر لعنت کو

موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا

۱۴۲۲ شریف احمد عثمان اسحاق

0.1 0.2 0.3 0.4 0.5 0.6 0.7 0.8 0.9 1.0

یہ ہے، جس نے دنیا، زندگی، کافرانے، علم و

قال الامام احمد بكفركم وناهيكم

عَاوِلًا تَقْضِيَانِ اِنَّهُ لَمْ يَقُلْ

الإلهام ثبت عند موريتية

منہ توحید ذلک و واۛۛۛ

انک جماعت کا ان الجوزی وغیرہ

سَقَىٰ ذُرِّيَّتَهُ أَجْمَعًا

من العلماء لعنه مخصوص

روى، قال: عن الإمام

قال ابن الجوزي رحمه الله تعالى:

کتاب الفنون المستحیة واللغة و

المجلة

(140)

امام احمد بن حنبل نے یزید کو کافر کہا اپنے علم و

وَرَعِ كَيْ اَعْتَارَ سَيِّ وَهْ كَافِي هِيَا اِن كَيْ عِلْمِ

درج اس بات کے متقاضی ہیں کہ نرید کو کافرا سی

وقت کہا ہو گا جبکہ صریح موجب کفر واقع اس

سے واقف ہو کر سوئے، ایک حفاظت کا حزن میں

۱۰۔ جنہوں نے ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا

فلسفہ بر اجماع ہے۔ یہ ہر دور سے علماء و کرام نے

نہ کہتا ہے کہ اس سے لے کر ہرگز کوئی عارضہ نہ تھا

پیشکش کیلئے درخواستیں

نہ کہ اس کے لئے یہ تعلیم مستحقہ تعلیم ہے۔

کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ایک نیا دور ہے۔

سے جانے والے میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں

پزیدہ کا بھی نام دریا ہے ۔



جب حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑا کفر کیا۔ اس پر لعنت کرنے کا جواز فرمایا تو اس سے اوروہی صاحب کس کی اس تحقیق کی نقلی گئی کہ جو انسان نے امام مہرورف کے حوالے سے اس کے صاحب و دربار کے بارے میں کی ہے۔

علامہ سعد الدین نقشا زالی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح عقائد میں جو دس نکات کی مشہور و معروف کتاب ہے فرماتے ہیں۔

والحق ان رضا زید بقول الحسین  
و استشاره به الذک و امانه اهل الذم  
علیه السلام مما فرات معنا و ان کان  
تفاضیل اعداء الخن لا توافقت فی شأ  
بل فی الیما اراحتة علیہ علیہ و علی النصاره  
و احوالهم۔ (رسائل)

حق تو یہ ہے کہ زید کی رضا حسین پر اور  
اس کا اس پر غرض ہونا ایسا بہت کم ہے کہ  
کرنا متاخر معلن گرجے اس کی تفصیل آگاہ ہے  
بس ہم اس کے معاملہ میں توقف نہیں کرتے بلکہ  
اس کے ایمان میں وہ (یعنی کافر ہے) اس پر  
اس کے احوال و انصاریہ اس کی امانت ہو۔

اگرچہ علما و متابعین نے مزید کے معاملہ میں سکوت فرمایا ہے کہ کوفہ کے لیے جس رجب کا ثبوت آیا ہے وہ نہیں ہے یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اور ہم بھی اسے کافر کہنے سے سکوت کرتے ہیں لیکن عرض یہ ہے کہ جس بلاشبہ کے بارے میں اسے جلیل القدر ائمہ اور علما کا فتویٰ دیا، اسے لائق تائید و زماہ وہی کہے گا جو درجہ ائمہ سے غافل و ناواقف ہوگا۔ اور پوری صاحب نے ام حرام بنت سلم کی حدیث سے مزید کے فضل و کمال کو ثابت کرنا پایا ہے۔ مگر مقتطفیہ پر پہلے علماء آوروں کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ یہ عہدِ زبیدی کی سرگردی میں ہوا لہذا یہ یہ بھی اس کا مستحق ہے۔ چونکہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس بات پر دلالت کرے کہ یہ بشارت لشکر کے ہر فرد کے لیے ہے۔ لہذا انہوں نے طعن طرح کی حکایتیں کہی ہیں۔ علامہ ابن جریر کے بارے میں یہ لکھا ہے۔

علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں یہ بیان کرتے ہوئے کہ یہ حدیث حضرت معاویہ اور ان کے فرزند امیر یزید کی منقبت میں ہے۔ محدث الکملیہ

سکا یہ قول نفی کی ہے۔

قال المصنف في هذا الميثاق  
منقبة لمعاوية لانه اول من  
البحر ومنقبة لولده لانه اول من  
غزا هديته قيص -

اس حدیث کے بارے میں (محدث) الحلب نے فرمایا کہ یہ حدیث منقبت میں ہے حضرت امیر معاویہ کے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے بکری چبا دی اور منقبت میں ہے ان کے

فرزند دایر میرزا کے کہ انہوں نے ہی میری پہلے ملائی حضرت غلام علی صاحب چاچا کو (دوسرے)  
پہا خیاست اس عبارت میں یہ ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاذ پر اذراں کے  
ناخلف جیسے یہ بد قول کی مثبت ثابت کرنے کی نسبت میرا لفظ غلام علی پر قرینہ استدلال  
کی طرف سے علامہ ابن حجر نے مطلب کا یہ قیاس نقل کر کے اسے رد  
فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ غلام رسول کو چرچہ کو زانی حضرت نہیں مانتے۔ بخاری  
کے حاشیہ پر وہی مسئلہ ہے۔

وتعقبه ابن البن و ابن المنيّر  
بما حاصله انه لا يلزم من دخوله  
في ذلك العموم انه لا يخرج احد  
بديل خاص اذا يخلت اهل المؤمن  
قرله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم  
معقولهم مشروط بان يكونوا من  
اهل المغفرة مع حق لارسد احد  
من غير بعد ذلك لم يدخل في  
ذلك العموم اتفاقا فدل على ان  
المراد بمغفولهم لمن وجد شره  
المغفرة فيه مشاهد -

مطلب کے قیاس کو ابن مقین اور ابن خیر نے  
یوں رو دیا کہ عموم کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا  
کہ دلیل خاص سے کوئی نکل نکلے اس لیے کہ  
حضور کا ارشاد: مغفور لہم، اس چیز کے  
ساتھ مشروط ہے کہ اہل نیکر مغفورت کے اہل  
ہوں گے اگر کوئی غاصبوں میں سے اس کے بعد  
مردم جانے تو وہ اس بشارت کے عموم  
میں ہرگز داخل نہیں ہے۔ اس لیے معلوم  
ہوا کہ: مغفور لہم، کن بشارت  
انہیں کو مستلزم ہے جس میں مغفور  
اثابت ہے۔

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ مغفورِ لہم کی بشارت انہیں لوگوں کو شامل ہے

ہو شکر گشتی کے وقت سلطان سب سے ہوں اور آخر دم تک ایمان پر ثابت رہے ہوں۔ اگر کوئی اس جنگ کے وقت مسلمان تھا بعد میں کافر ہو گیا تو با اتفاق علماء اس شہادت کا مستحق نہیں۔ اگر مرنے والے کے بعد کوئی ایسا امر یا نیکی جو مٹانی مغفرت ہو تو وہ خود مردہ جانے کا اور ہم اور پر ثابت کر آئے کہ یہ عیسے اس مرنے کے بعد ہیبت سے ایسے امور مردہ دجوسے جن پر علمائے کفر کا فتویٰ تک دے دیا ہے لہذا وہ اس بشاشت کا مستحق نہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ نماز روزہ اور دیگر اعمال صالحہ کے سلسلے اعلیٰ جہاڑوں کا بیان ہے کیا جو بھی خواہ بد مذہب، سبہ دین ہی کیوں نہ ہو نماز پڑھ لے تو وہ اس اجر کا مستحق ہو جائے گا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اعمال پر اگر کاردار و عار، ایمان جن نیت اور مقبولیت پر ہے ایمان نہیں خالص اور جہاد نہیں تو وہ قابل بھی اجر کا مستحق نہ ہوگا اسی طرح اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ قسطنطنیہ کے جہاد کا اجر مغفرت و قسب ہے لیکن یہ اجر ایمان غلوص کے بعد ملے گا جس میں دونوں باتیں نہ ہوں وہ یقیناً آخر دم رہے گا۔

امروہوی صاحب علامہ ابن حجر کی طرف مہلب کا قول منسوب کرنا اور ان کے رد کو نظر انداز کر دینا بھی آپ کے نزدیک تحقیق کا اعلیٰ معیار ہے رد کرنے والوں کو قائل بنانا وہ تحقیق ہے جس کی داد آپ کے اکابر امروہوی رشید احمد گنگوہی اور فاضل احمد بیہقوی ہی دے سکتے ہیں۔ اسے خلافت معاویہ و دیگر کے تحقیق بتانے والو! دیکھو یہ سب مقنا سے محقق کی کمال تحقیق ۵

دوسری خیانت علامہ ابن حجر سے اوچر کی شرح میں فرمایا تھا اے فعلوا فعلا وجبت لہم بہا الجنة۔ انہوں نے ایسا کام کیا جس کی وجہ سے جنت واجب ہو گئی اس میں سے فعلوا جہنم کے صحت وجبت لہم بہا الجنة کو قائل کیا۔ مگر ترجمہ سے بھی جب کام چلا نظر نہیں آیا تو ترجمہ میں یہ تعلیم تحریر کی کہ لیکن اس میں غماز یہ ہے کہ جہنم واجب ہو گئی۔ وجبت لہم بہا الجنة۔ میں ایسا کوئی فعل نہیں تھا جو علیحدہ سے جہنم کو ملتا کرتا ہو لہذا آپ نے ترجمہ میں سب غمازوں کو پھر لے دی تاکہ معنفو لہم کے ترجمہ میں بھی یہ پھر فٹ ہو جائے۔

اسے دین کے دشمنوں ام یزید کی پیروی پر اپنا دین و ایمان منڈا بیٹھے ہو تو منڈا رہو! حدیث و قرآن کو کھیل نہ بناؤ مگر یہ کہ گئے تم تو پیروان کے ہو جنہیں اللہ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے میرا پہنچنے کو دے دیا ہے۔ علامہ کلام یہ کہ یہ حدیث کے بارے میں امت کا اتفاق ہے کہ وہ فاسق و نافرمان تھا امام احمد بن حنبل اور ابن جوزی وغیرہ اسے کافر بھی کہتے ہیں اس پر نکتہ کو بھی جائز فرماتے ہیں یہ بالکل غلط ہے کہ وہ نافرمان و عابد تھا۔ تمام تاریخ بچان خالص اس کے منہ پر قناعت کا ایک پہلو نہیں ملے گا۔ اگر تھا تو امروہوی صاحب نے اسے نقل کیوں نہیں کیا بلکہ خود امروہوی صاحب کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ زید مرگنا نہیں تھا جس پر پہنچتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ جیسے زائد صحابی سے ہمے مانوس تھے۔ ان کی صاحبزادی کو نکاح کا پیغام بھی دیا تھا وہ یزید کو پسند کرتے تھے مگر اپنی بیٹی ایسے گھرانے میں بیٹھنے کو تیار نہ تھے جہاں کام کام کے لئے خادمہ موجود ہو۔ پھر انہوں نے اپنی بیٹی یزید کی کے ایک ہم جلس کے عقد میں دے دی ۵

امروہوی صاحب میں مرد مت اس سے بحث نہیں کرنا ہے کہ ابوہریرہ یزید کو پسند کرتے تھے یا نہیں۔ یزید ان سے مانوس تھا مگر وہ اپنا تو ثابت ہو گیا کہ اس نافرمان پرست سے اپنی فوری نظر کو یزید کے گھر جاتے دینا اسے نہیں گوارا کیا کہ وہ ان کام کاج کے لئے خادمہ بنے۔ کام کاج کے لئے خادمہ کا ہونا ان کے کسی درجہ میں داخل ہے۔ بولتے حضرت ابوہریرہ نے گھر میں خادمہ کو نہ کہ کے منائی جاتا یا نہیں گھر میں خادمہ رکھ کے آپ کے لائق خالق امیر نامہ ہیں کے ذمہ ہیں سب یا نہیں؟ خلافت معاویہ و یزید کا اصل موضوع یہ ہے کہ کب سے انہوں نے جو گوشہ بھلائی امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ غافل یا غافل بن گئے اور یزید علیہ السلام اس کے لشکر والے بن گئے لیکن اسے ثابت کرنا اس کام میں نہیں تھا جیسے وہ اصل ایک تلقین چھپانے کے لئے وہیں نقل کر دینا ہے اسی طرح امروہوی صاحب کو خادموں بخت کا ثواب حق چھپانے کے لئے یہ سب کو

انتہی سفر کے مسلمات کو ذبح کرنا یا ہے۔ آپ نے بعض اہل رسول و حبیب پر یہی مذہب  
جوش و خروش دکھایا ہے جس کی داد این جہا این دنیا دی دے سکتا ہے۔

آپ نے پہلے پیچید کو ناپید و فاضل مدبر پاسبی اور عسائی ثابت کیا پھر اس کی  
خلافت کو حق بتایا۔ پھر امام عالی مقام کی غلط ثابت کی پھر واقعہ شہادت کی سبکدوشی پر  
کو غلط بتایا۔ حدیث کو واقعہ شہادت کو اس طرح بیان کیا جیسے یہ کوئی اتفاقی معمولی سا واقعہ  
ہو جیسے چھٹے چھٹے پاؤں تلے چربی مٹی ملے گریے سب اس وقت ثابت نہیں ہو سکتا  
تھا جب تک کہ اکثر سردار تاریخ پر پچھڑا اچھا نہ جائے۔ اس کے لئے آپ نے امام ابن  
برہیہ طبری کو شہید بنایا۔ ابو حنیفہ کو مدعیہ کتاب کہا۔ اہل مسلمین تک کے نام اکثر سیر کر  
ادبہا حقلہ بتایا۔ جگہ جگہ روایت کو روایت کو ترجیح دی کیاس سے تاریخ و اوقات ثابت  
کئے وغیرہ جب کہیں باہر ان کے لائق زلمہ پر یہی دوا من ان کے خیال میں منافقہ  
رسول کے خون ناحق سے صاف ہوا۔

اگر ہم ان تمام باتوں پر الگ الگ یہ ماحصل بحث ہیں تو اس کے لئے دفتر چاہیے اس سے  
ہم ان تمام جزئیات سے قطع نظر کہتے ہوئے صرف اصولی باتوں پر گفتگو کر کے اس بحث کو  
ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

”پیچید خلافت کا اہل نہیں تھا“ ہماری مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو گیا کہ پیچید فاسق  
و ناجوڑ تھا جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اس پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ خلافت تیار  
رسول ہے۔ خلیفہ وقت کے ہاتھ میں مسلمانوں کا دین ہیں جتنا ہے دنیا بھی ہوتی ہے۔ فاسق  
کافی و غیر اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں خدا کا خوف نہیں۔ وہ اپنی ہوس پستی  
میں حدود و حریمت کا لحاظ نہیں کرتا اس لئے فاسق کا یہ منصب سونپنے میں دین و ملت کے  
برباد ہونے کا خطرہ ہے اس لئے کسی بھی فاسق کو خارجہ کو یہ منصب سونپنا امام عالی مقام  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درست نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ فاسق کو خلیفہ بنانے میں فاسق  
کی تنظیم ہے۔ اور فاسق کی تنظیم و تنظیم ناجائز اور گناہ ہے اس لئے حضرت تینا امام حسین  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک پیچید کی خلافت درست نہیں تھی۔ علامہ عبدالحق عسائی

مذہب سر اعلیٰ مدبر شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں۔

قال الامامی فی شرح جوہرہ  
فی شرطہ و امامۃ الیہا خمسۃ الصلوٰۃ  
و الصلوٰۃ و المقل و التحریر و حد مر  
الفسق مجاہدۃ و اعتقاد لادن الامامین  
ت یصلہم الامراء الدین و لا یؤتی باوامر  
و لا و احیہ و لا نقا اخر یختل بہ امر الدین  
و لا یمیا ککیف یصلہم لدرتہ و من  
الانی لندم شرہ الیہ یحبیب استرط  
الغیم الذکب و صلاۃ لخصا

حضرت امام عالی مقام نے مقام پیچید میں جو سرکہ الذکر اعلیٰ خطبہ دیا تھا اسے ناظرین نہیں  
اور حسد و توفیق دے تو حق قبول کریں۔

انہ الحسین یخطب اصحاب  
لہ بالیضۃ محمد اللہ و ائمہ علیہ  
السلام الیہا خمسۃ ان رسول اللہ  
فی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم و آل من داری  
سلطانا حاکما مستحق و صمد مدہ  
لا کما یحمد اللہ و جہا لاسنہ رسول  
مقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم و علیہ  
فی باد اللہ ہا لاسنہ و اللہ و اللہ  
الہ لیسر علیہ فیعمل و لا قول کان  
حقا علی اللہ ان یدخلہ مسجدہ  
و من یؤتی و قد لہم و اعادۃ الشیطان

امام عالی مقام نے مقام پیچید میں اپنے اور  
حکمران ساقیوں کو خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثناء کی  
پھر فرمایا۔ اسے گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم  
و حکمران نے فرمایا ہے جس نے میرے بادشاہ  
کو دیکھا ہو ظالم ہو اللہ کی حرام کی ہوتی چیزوں  
کو ملال کرتا ہو۔ عبد اللہ کی وقتنا ہو سبب کھان  
کی مخالفت کرتا ہو۔ اللہ کے بندوں میں ظلم  
و تعدی کے ساتھ حکومت کرتا ہو اور دیکھے  
دیکھ کر اس پر قہار یا عداوت نہیں آتی تو خدا  
کو یہ حق ہے کہ اس کو ہلاک کر دے اور اس میں  
اس (مذہب) کو نکال دے۔ میں تمہیں آگاہ کرتا

و ترکوا طاعة الرجلی و اظهروا الفساد  
 عطلوا الحدود و استافروا بالنفی و  
 حلفوا بحدار الله و حرموا احتلال ابله  
 و انا احق من غیرہ  
 سلام کیا میں غیبت کرنے کا سب سے زیادہ مختار ہوں۔ صداقت یا سیدی جلال اللہ علی  
 و علی جمیع المسلمین خیر الخیر و اولہ

یہ خطبہ اگرچہ ابو حنیفہ سے مروی ہے لیکن ابو حنیفہ و قتادہ کذاب غیر مستند نہیں ہیں اگر  
 امروہوی صاحب ہاں کے حوالہ پر ابو حنیفہ کو کبھی جرح کی رحمت گوارہ نہ کریں گے تو  
 انشاء اللہ الحق تعالیٰ ہم بھی آگے نہ بڑھیں گے۔

دوسری بات یہ کہ امام نے اس خطبہ میں جو حدیث پڑھی ہے اس کی تائید دوسری  
 متفق صحیح حدیث سے ہوتی ہے اس سلسلے اس کے مومنین جاسنے کی کوئی وجہ نہیں۔ امام  
 نے اس خطبہ میں یہ بدیہوں کے ایک ایک کر کے ذکر کر کے عام بین بیان فرمایا مگر کسی کو ان  
 باتوں کی تردید کی جرأت نہیں ہوئی جس سے ثابت ہو گیا۔ حرام کو حلال کرنا حلال کو حرام  
 کرنا۔ حدود اللہ کو معطل کرنا۔ مال فقیہیت میں اپنا حصہ زیادہ لینا۔ غفرہ کر تظلمان کی  
 اطاعت کرنا یہ بدیہ اور یہ بدیہوں کا شمار ہو چکا تھا۔ ایسی صورت میں حدیث کو سامنے  
 رکھتے کیا اس حدیث کے سامنے ہوتے ہوئے ابن خیر حرمنا پچھتے ہیں جس کے  
 ہاتھوں میں ہاتھ دیتے؟ یہی وہ رمز ہے جسے خواجہ خواجگان سلطان الہند خواجہ  
 ظہیر فوار نے اپنی مشورہ باقی میں ظاہر فرمایا ہے۔ مباحی

شاء مست حسین بادشاہ مست حسین  
 مروارہ داد و مست در و مست یزید  
 ایسے جابر اور قاسم باجشاہ کی عادت بدیہ تفسیر کے دو طریقے تھے۔ ایک قول  
 سے ایک فعل سے۔ دیگر سہا کر نام نے قرآن سے کیا۔ امام عالی مقام نے فعل سے کیا۔ قبل  
 سے کرنا افضل تھا۔ فوارہ رسول کے شایان شان افضل پر عمل کرنا تھا دبی انہوں نے کیا۔

جس۔ یہ ثابت ہو گیا کہ یہ بدیہ کے جو حالات امام عالی مقام کے علم میں تھے اس کے  
 پیش نظر اس کی خلافت درست تھی اور نہ قرآن رسول کے پیش نظر امام کو خاموش رہنا  
 ممکن تھا قرآن سے جو کچھ کیا حق کیا۔ یہ بدیہوں نے امام کے خلافت کو کچھ کیا دوسرے  
 قلم و عددان تھا۔ آئیے اب امامیہ کریم سے امام عالی مقام کا حق پر بین ثابت کریں  
**حدیث اول** مشکوٰۃ شریف میں مندرج ہے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ  
 میں حضرت ام سلمہ کے پاس حاضر ہوا میں انہیں دوسرے دیکھ کر پچھا۔ آپ کیوں دوسرے  
 ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا۔

رأیت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم  
 تعالیٰ علیہ وسلم تعالیٰ فی الامام و علی  
 لیسہ و لیسہ تعالیٰ تعالیٰ تعالیٰ  
 رسول اللہ قال شهدت قتل الحسین  
 کذا۔

**حدیث دوم** حضرت ابو عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں  
 میں نے ایک دن خواب میں حضور اقدس  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ وہ ہر کویت  
 زلف مبارک منقشہ چہرہ اور پر گرجہ  
 دست مبارک میں ایک کشتی تھی جس میں  
 خون ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے  
 ہاں باپ قہر ہوں۔ یہ کیا ہے؟ انشاء فرمایا  
 یہ زمین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے  
 جسے آج جیتنا رہا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں

میں نے یہ وقت عیاں میں لکھا۔ حضرت حسین اسی وقت شہید ہوئے  
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نقل میں تشریف لانا، خون کے قطر وں کا

جمع فرمائے اس بات کی دلیل ہے کہ امام ادرہ تعالیٰ امام کا ہر فقرہ خون حمایت حق و باطل میں بہسا تھا اور اگر یزید ہی حق پر ہوتے تو اس فواش کے مستحق وہ تھے نہ ذکر امام اگر آپ کہیں کہ فرما تے تھے اس رشتہ سے لطیف لڑائے تھے تو غرض یہ کہ اللہ کے بچی کی پریشان مٹیں ہو سکتی کہ وہ حق کے مقابلہ میں باطل پرست تو اس کو فوائے اس کی حوصلہ افزائی کہے۔ اگر حق دیکھ کے ساندھ پڑتا تو یقیناً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امام عالی مقام کے منتقل میں ہوتے اور ان کا خون جیج فرماتے۔ وہ سب علماء کے نفوس کو آپ نے اوپر پھوسیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کرا چاہ گناہ آخر زمین اور علمائے متین سے یزید کے ظلم و ستم، فسق و فجور سنی کہ بعضوں نے سنی کی تعزیر کی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ باطل پر تھا اور امام عالی مقام حق پر تھے۔ اہل بیتؑ مزید کے تفسیر امام ابو محرز سنی کی سند پیش کریں۔ یہ کتاب ضائع کی اتنی مستند ہے کہ حضرت انعام الزین محبوب الہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے دیر میں بیڑ چاہے۔

قال اهل السنة والجماعة ان  
الحسين رضى الله تعالى عنه كان الحنفي  
في حده و قد نقل خلافا

پھر حضرت معاذ بہ اذہ بزیڈ میں فرق بتائے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان معاویہ کان عالسا میں غیور  
فسق و کانت فیہ الدیانۃ ولو لو  
یکی مستہ بنا لکن لا یجوز الصلح معہ  
وکان عادلا ینہا بین الناس شرید  
علی کان اما علی الحق عادلا فی دین  
اللہ و فی عمل الناس و کان یرید  
بخلۃ کل هذا رتہ روی انہ شرب  
الخمر و امر بالصلح و الفناء و فتم

الحق على أهله وقس في دينه .

۱۰۰

اس عبادت سے ظاہر ہو گیا کہ یہ ذریعہ فسخ و فحور و حدود کی وجہ سے خلافت کا اہل  
 نہیں تھا اور اہم عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس کی بعیت نہ کرنا حق تھا۔

امام کی خطائے استدلالت اور اس کے جوابات

اعز و ہومی صاحب نے امام کے خطا پہ ہونے کے ثبوت میں وہ حدیثیں پیش کی ہیں جن میں ایمر کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم وارد ہے ابشاد ہے ۔

[illegible]

الاشیاء میں قریش۔ یعنی خلفائے اسلام قریش سے ہیں۔ خلافت کے لئے قریشی ہونا شرط ہے اس پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے اس کے خلاف متزلزل ہے کہ اسے گراں قدر خلیفہ قرار دینا قریشی کی انہی تعلیقہ کے ارد گردی صاحب سے اہل سنت و جماعت کے اس اجماعی مسئلہ کا بھی خون گراوا ہے۔ معلوم نہیں شہیدِ کربلاؑ کی کس کھادی میں گراؤ گی۔

پہلا جواب ان احادیث میں امیر سے مراد خلیفہ نہیں بلکہ وائی ملک یا وائی فرج ہے۔  
علامہ عینی عمدۃ القاری اور حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

یہ امر اور وہ عمل کے واسطے ہیں، جبہ ائمہ اور  
غدا کے واسطے ہیں، اس لئے کہ  
قرآن کے ساتھ دوسرے کو اس میں  
مداخلہ نہیں ہے۔

یہی درجہ کہ یزید جب امیر فرج احمد امیر فرج، جو تو امام کا عیقا م نے اس کی بانی  
تجدید کہنے پر کیا، اعراف نے کیا کہ امیر فرج و فرج کے طے فق و مجور سے محفوظ رہنا امام  
کے نزدیک شرط نہیں، احمد صفا فرس کے لئے شرط ہے۔ لہذا اسے امیر فرج و تدلیک

تخلیف تسلیم نہیں فرمایا۔

دوسرا بتواصب یہ کہ تخلیف کی اطاعت اس وقت لازم ہے جب تک کہ اس کی خلاف ورزی شرعاً صحیح ہو اگر اس کی مخالفت شرعاً درست نہ ہو تو اس کا حکم وہ نہیں جو ان احادیث میں وارد ہے چنانچہ علاوہ بنی سامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں وارد ہے۔

وان لا انفازہ الا مواءمہ کہ ہم خلافت کے لئے اپنا دست مبارک نہ کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ ساری تائیدیں اس کے لئے ہیں جو خلافت کا شرعاً قابل ہو اور اس کی خلافت شرعی حیثیت سے ثابت ہو پچھلے کے بیانات سے ثابت ہے کہ امام کے نزدیک بڑی کی خلافت صحیح نہیں مگر بقول خدا اس کی اطاعت لازم نہیں مگر اگر وہ جو صاحب ہے بڑی کے برحق ہونے کی دلیل پیش کیے۔

”بڑی کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولیعہد کر دیا تھا جبکہ حضرت حسین

اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تخلیف بنایا

تھا۔ چلیے عدین اگر تم کے اختلاف سے حضرت کو یہ کی خلافت درست تھی اس

علم حضرت امیر معاویہ کے ولی عہد کرنے سے بڑی کی امامت درست ہوگئی؟

بتواصب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس میں جب معاویہ کو اس سے مشورہ کیا تو سب نے اتفاق قبول کیا اور اُسے سراہا۔ صرف ایک صاحب نے کھڑ کیا کہ ”وہ بہت دشت مزاج ہیں“ حضرت ابوبکر صدیق نے اس کا جواب یہ دیا کہ ”ان کی درخشندگی میری نرمی کی وجہ سے تھی جب ساری ذمہ داری ان کے سر ان پر پڑے گی تو وہ نرم ہو جائیں گے۔“

ابن عباس کے بارہا یہ کہہ سے روایت کیا ہے کہ عدین اگر تم نے اپنی عداوت کے بھرم کے سے سر نکال دی تو لوگوں سے پوچھا کہ میرے اختلاف پہ تم لوگ راضی ہو، تو لوگوں نے جواب میں کہا۔ ”اے خلیفہ رسول اللہ ہم سب راضی ہیں۔“

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کفرہ جو اسے اور کہا ”تم کے علاوہ کوئی دوسرا ہوگا تو ہم راضی نہ ہوں گے۔“

راضی نہ ہوں گے؟

عدین اگر تم جواب دیا۔ ”وہ عمر ہیں؟“ حضرت عدین اگر تم کے وصال کے بعد پھر سارے صحابہ اور تابعین نے بلا تکیہ ملک حضرت عمر کے ہاتھ پر بیعت کی۔

دوسرے یہ کہ حضرت ابوبکر نے اپنے بیٹے کو ولی عہد نہیں کیا تھا بلکہ خلافت بڑی کی ولی عہدی کے کہ حضرت امیر معاویہ نے جب دمشق میں لوگوں کو اس کے لئے جمع کیا تو لوگوں نے وہاں بھی جیسے شہر مدینہ سے مخالفت کی۔ اس کا اعتراف امروہی صاحب کو بھی ہے صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں۔ یہ اجماع ہوا جس میں برحق ال کی فائزگی مگر بعض نے مخالفانہ تقریریں بھی کیں۔

”مدیر آئے تو اعلان صحابہ مثلاً حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر ابن عمر

ابن عباس ابن زبیر اور حضرت حسین نے دوسروں پر عداوت کے بھرم

عبدالرحمن نے صاف صاف کہا ”میں نے کوئی عہد کرنا نہیں قبول کرنا کی نیت

ہے۔“ دوسرا اعلان حضرت عبداللہ بن زبیر نے یہاں تک کہ کیا۔ نبی کریم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہ حضرت عمرؓ کو جو طریقہ تخلیف کے لغز کا تھا

اس میں سے کوئی ایک طریقہ اختیار کر دو تو میں منظور ہے۔ ان کے علاوہ بھی

کوئی جدید طریقہ منظور نہیں۔ (ابن اثیر)

حضرت امیر معاویہ کے بعد سب بڑی نے اپنی بیعت لینی سہا ہی تو بھی حضرت حسین اور

ابن زبیر نے صاف انکار کر دیا۔

میں ابن عباس اہل عقل و عقیدت کے بڑی کی امامت پر نہ امیر معاویہ کے زمانہ میں راضی ہوئے اور ان کی وفات کے بعد راضی ہونے اس لئے بڑی کی امامت شرعاً درست نہ ہوئی اس وقت پر امروہی صاحب نے یہ قیاس لگایا ہے کہ ”بڑی کی ولی عہدی کا قیاس حضرت امیر معاویہ سے نہیں لگایا جائے۔“ پھر انہوں نے اس پر اعتراض کیا کہ ۳۵

پر لکھتے ہیں۔

ابن زبیر لڑی نے بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ حضرت کا ہے حالانکہ ان کا بچہ قریشی تھا

میں سے حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ اس وقت بھی زندہ نہ تھے۔ اس سے تین سال قبل  
سرسٹھ میں وفات پانچے تھے۔ یہ اعزاز امروہوی صاحب کے فن تالیف سے ناواقفیت  
کا نتیجہ ہے۔ آپ نے خود لکھا ہے۔

حضرت میسر بن شبیب جیسے دبر مہمان نے یہ تحریک پیش کی۔ (صفحہ ۲)

حضرت میسر بن شبیب کا وصال سرسٹھ میں ہو گیا تھا لہذا یہ فزوری سے کہ سرسٹھ  
سے قبل یہ مسئلہ پیش ہو چکا ہو۔ سرسٹھ میں حضرت عبداللہؓ کا وصال ہوا۔ وہی عہدی  
کا مسئلہ پیش ہونے کے بعد تین سال تک وہ زندہ رہے اور اس درمیان میں وہی عہدی  
کا مسئلہ بار بار چلتا رہا۔ ہوسکتا ہے اس طویل مدت میں انہوں نے کبھی اعزاز بن کیا ہو یہ کیا  
فزوری سے کہ سرسٹھ ہی میں انہوں نے اعزاز بن کیا ہو۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر طرح خلافت کے اہل تھے اور یہ  
ہر طرح نااہل۔ اس سے حضرت عمر کا انتخاب درست اور یزید کی فلی عہدی درست نہ تھی  
حالانکہ جہاں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ غلیظ سابق کے استغاثہ سے امارت ثابت ہوتی ہے  
وہاں اہل کی قیہ لگائی ہے۔ حواشی محترمہ پر ہے۔

۱) امامت تجتبت امامت من بعد امامت  
عنی استخلاف واحد من اہلہا  
۲) ابا یقظاھا من اہل العقد والخلع  
عقدت لہ من اہلہا۔  
۳) امامت دو طرح ثابت ہوتی ہے ایک تو  
یہ کہ خود امام کسی اہل کے غلیظ بنانے کی  
تفریح کرے۔ دوسرے اہل عقد و خلع کی اہل  
کو مقرر کر دیں۔

یزید میں امامیت نہیں تھی جس کا بیان گزرا چکا۔ لہذا اس کو فلی عہد کرنا درست نہیں  
تھا۔

تیسری دلیل یہ کہ امت کی اکثریت نے یزید کی بیعت کر لی تھی اور نبیلہ کو  
ماسکے پر بٹھا ہے لہذا یزید کی خلافت تھی اور امام کا بیعت کرنا غلط۔

جواب اول۔ یہ قانون اسہم نہیں ہوگا بدوں کا ہے۔ اگر آپ کسی انگریز کی جڑی سمجھتے  
اور اس قانون سے مدد لیتے تو اسے انگریز مان لیتے مگر آپ باقی اسلام کی جانینی کے

منکر کہ اس انگریز قانون سے نہیں ملے کر سکتے اسے خالص اسلامی اصول سے ملے کرنا  
ہوگا۔ علمائے ملت تو یہ فرماتے ہیں۔

الوحد علی الحق ہوا السواد الا حلقہ۔ ایک حق پرست ہی سواد اعظم ہے۔

آپ کے اس قانون کو اگر حق ان میں اور عدلیائی یہ کہہ بیٹھے۔ آئیے آپ کے اس قانون  
سے اسہم و لکڑ کا فیصلہ کر دیا جائے اور ووٹ دیا جائے جس کی طرف زیادہ ووٹ ہیں  
وہ فزریہ حق پر ہوگا تو کہنے آپ اس صورت میں اکثریت کے فیصلے کو ماننے کے  
سے تیار ہیں۔ ہمارے حسب الشیء یعنی فیصلہ..... حسب یزید میں آپ کو کچھ  
سوجھائی نہیں دیتا۔ آپ کو یزید کی حقانیت کا رگ الا اپنے سے کام ہے۔ اگرچہ اس  
کی زد میں ہیں و دنیا سب بہر جائیں۔

ثانیاً۔ مانت ہر واکہ کے حکام اور جن اور اختیار کے اور اسی طرح یزید کی امت  
نہ کرنے میں جان و مال، عزت و ناموس کی ہادی کا اہم لیشہ تو یہ تھا۔ یزید پشید اس پستاد  
بھی تھا۔ واقعہ کر بلا۔ واقعہ حرمہ۔ احبار کثیر مظلوم اور اعرافی کثیر مقتدر اس پر شاہد عدل ہیں  
ایسی صورت میں رخصت یہ تھی کہ یزید کی بیعت کر لی جاتی۔ عہدیت پر تھی کہ بیعت نہ کی  
جائے اس رخصت پر عمل کرنے میں ثواب تھا نہ عذاب۔ عہدیت پر عمل کرنے میں ثواب  
تھا۔ تو اسے رسولؐ کے سے شاہان ثلثین عزیت پر عمل کر کے جنت کا دوا لہ بنا تھا۔ انہوں  
نے عہدیت پر عمل کیا۔ دیگر مہاجر و کرام اور تابعین عظام نے رخصت پر عمل کیا اس پر  
ان سے کوئی مواخذہ نہیں جس طرح حالت اگر اس میں کوئی کفر زبان پر جاری کر کے کسی سخت  
ہے۔ قل اللہ تعالیٰ۔ ان میں انحراف و تلبیہ مطمئن بالایمان۔ اور عہدیت پر ہے  
کہ جان دے دے مگر کفر زبان پر نہ لائے۔ عہدیت پر عمل کرنا بہتر ہے اور رخصت  
پر عمل کرنا لا اگہ بہ نہیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت محمد دین و ملت فاضل بریلوی  
قدس سرہ نے اہل الحق میں فرماتے ہیں۔

اب دو صورتیں تھیں۔ یا بخت جان اس پشید کہ وہ ملعون بیعت کر لی جاتی کہ  
یزید کا حکم مانا ہوگا اگرچہ حلال و حرام و سنت ہو یہ رخصت تھی ثواب کچھ نہ تھا

قال الله تعالى: اوله من كفره قلبه مطعون بالذي يمان. يا جان ویدی جاننی اور وہ ناپاک نہ کی جاتی۔ یہ عذبت تھی اور اس پر ثواب عظیم اور یہی ان کی شان در فیض کے شایان تھی اسی کو اختیار فرمایا۔ (روایت)

• چوتھی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے حضرت امام کو خروج سے منع فرمایا۔ ان حضرات کا خروج سے منع فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خروج ناجائز تھا۔

جو اسباب واقعتاً متناہیہ کر جب حضرت امام نے مکہ سے کوڑ جانے کا عزم حکم فرمایا تو ان حضرات نے حضرت امام کو کوڑ جانے سے اس بنا پر روکا کہ اہل کوڑ دفعتاً بائیسہ دہائیوں ان پر افتاد نہ کیجئے وہ تین مہینے پر دفادیں گئے اور آپ کو ایسے چھوڑ دیں گئے۔

امروہوی صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روکنے کا یہی شد و مد سے تذکرہ کیا ہے اس نے اس واقعہ کے اکتفاء کے لئے ان کے الفاظ کو یہ اصل لکھا ہوا ہے۔

والله اني لاطلعه مستقربين بالله ميرالكان به كرم ابني عوفيل اور شائد و اپنا ملے کسا قتل عثمان پچھن کے سامنے شہید کئے جاؤ گے جیسا کہ منسلح یقین منہ فیکر ابن عباس۔ عثمان شہید ہوئے حضرت امام نے نہ مانا تو ابن عباس روئے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱)

جب امام نہ ملے اور کوڑ کے لئے روانہ ہو گئے تو ابن عمر فرمایا کہ تہیہ حسین بن علیؑ کے لئے چلے گئے حالانکہ میری جان کی قسم بڑے والدہ جانی کے معاملہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک دن حج کے موقع پر کسی عورت نے آپ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ حالت احرام میں محض مارنا کیسا ہے تو فرمایا۔

اهل العداۃ یسلون عن قتل اہل عراق کتنی کے مار ڈالنے کے بابے میں پوچھتے ہیں اور انہوں نے فراموشی کو شہید کیا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے بابے میں فرمایا وہ میرے پھول ہیں۔ (بیضاوی)

اگر امروہوی صاحب کی تحقیق کے بموجب حضرت امام کا کوڑ جانا خطا بنتا اور امام برحق پر خروج ہوتا تو ان کا قتل کیا جاتا تھا اس پر ابن عمرؓ ایلیل پر تعریف ذکر کرتے بلکہ انہیں داد دیتے کہ تم نے اچھا کیا۔ تم کوئی اصول جڑا دے ایک زبردست باغی کو قتل کر کے اہل بیتؑ میں اتحاد و اتفاق قائم کر دیا جیسا کہ امروہوی صاحب تیرہ سو سال کے بعد داد دے رہے ہیں اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ یہ فلسفہ باطل پر تھا۔ امام عالی مقام کا اس کی بیعت سے انکار کا حق تھا اور امام کی شہادت خون ناحق تھی۔

اب دامن ہو گیا کہ ان حضرات کا کوڑ جانے سے دوسرا اس بنا پر نہیں تھا کہ یہ لوگ امام کے اس اقدام کو باطل مانتے تھے اور یہ فلسفہ کی بیعت کو حق بلکہ اس بنا پر تھا کہ کوئی قویٰ غلبہ نہیں اس فن کو زیرِ تصرفیت ابن عباس کے اس جملہ سے ہوئی ہے۔

• آپ جانے کوڑ کے بہن پہنچے جائیں۔ وہاں کے لوگ آپ کے والد کے عجب خاص ہیں ایک دینے ملک ہے وہاں قلعے اور گھانیاں ہیں اور وہ بالکل ایک خندگ ہے وہاں بیچہ کرگوں کو دفعتی خطوط لکھو، ہر طرف دایمی ہجو اس طرح امن و امانیت کے ساتھ قدامت پسند لپسا ہو جائے گا۔ (طہری)

اگر ابن عباسؓ کے نزدیک یزید کے خلاف کوئی تحریک بغاوت تھی تو یہ یزیدؓ بالکراس بغاوت کہ پہلے سے لایا کہ یزیدؓ مشدہ دے رہے تھے۔ یہ کوئی مخفی ہے کہ کوڑ پانا بغاوت و خروج ہوا اور یزیدؓ کا امن و آسودہ ایسی منطق ہے جو اس دامن میں آسکتی ہے جو سب یزیدؓ اور یزیدؓ اہل بیتؑ نبوت سے مذمت ہو چکا ہو پھر یہی اہل عباس امام سے یہ بھی فرماتے ہیں۔

• ہاں اگر عورتوں نے شامی ماکہ کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا ہو اور اپنے



دشمنوں کو دبا دے نکل دیا جو کہ خوشی یا ذہینوں اگر انہوں نے تم کو ایسی ست  
ہیں بلیا ہے کہ ان کا حکم موجود ہے اس کی حکومت قائم ہے اور اس کے اعمال  
خالص و مومن کہیں تو یقین مانو کہ انہوں نے تم کو مرنے تک کئے بلایا  
ہے جو کوئی نہیں ہے کہ یہ سب تم کو دوسو کا دے جائیں گے تم کو جھٹلا رہے  
تلمیذی منافقت کریں گے اور تمہیں بے بندہ درگاہ پھڑوڑیں گے اور جب تمہیں  
مناظرے کے لئے بلائے جائیں گے تو تمہارے سب سے بڑے دشمن ثابت ہوں  
گے ؟ دہریہ جلد حق

کیا کوئی میں حکم ہوئے ہوئے جانا خروج دینا دے ہے اور مالک کو قتل کرنے کے بعد  
وہاں جانا بنا دے نہیں ؟ کیا یہ یہ حق کے مقرر کردہ مالک کو قتل کرنا اور شر سے نکانا جانا دے  
خروج نہیں ؟ اگر حق میں حضرات نے بھی منع کیا، کوڑہانے سے منع کیا اور اس بنا پر منع  
کیا کہ آپ کے پاس مردمان نہیں، فوج نہیں، آپ رخصت پر عمل کریں، کوئیوں پرست  
اختیار کریں وہ لائق اعتماد نہیں، اسے دھما، تھما رہیں۔

یہ دونوں روایتیں کبریا کی ہیں جنہیں آپ نے شیعہ کہہ کر ناقابل قبول قرار دیا ہے  
لیکن یہ خبیث پیڑ کے ٹھکانے کی ترنگ ہے جیسا کہ ہم پہلے امام ذہبی کے قول سے ثابت کر  
آئے کہ ان پر شیعہ ہونے کا نام بھوتا ہے اور انہیں ناانابل افراد کو نالغواہ کہلاتا  
مستحق ہیں کہ ان کی روایات کی عقل اس بنا پر نہیں ہوگی جاسی ہیں کہ یہ طعن  
نے بیان کیا ہے، یہ ناقابل قبول نہیں۔ اب سب کو دلائل و مست ثابت ہو چکا کہ یہ زید  
کی حکومت شرعاً درست دینی نفاذ نہ تھا، لہذا اس کے مقابل حضرت سید الشہداء حق  
پرست تھے، ثابت ہو گیا کہ حضرت امام احمد رضا سے امام کے ساتھ زیدیوں نے جو کچھ کیا  
تسلیم و عدوان تھا اور یہ لوگ شیعہ کی سبیل المشرع تھے۔

امروہی صاحب نے شہادت کے حوالے میں بہت سی سکر القیوت بزنیات سے  
معنی قیامت نامہ سے انکار کر دیا ہے اس پر تفصیلی گفتگو کسی آئمہ ملاقات میں ہو  
گی، اصولی طور پر اشتراک معنی ہے کہ تاریخی واقعات کو قیامت سے میں ثابت کیا جاتا

بلکہ روایات سے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ واقعات ایسے دوسرا ہوتا ہے کہ عقل  
دنگ رہ جاتی ہے کہ کیسے کیا ہو گیا۔ فقہ کا جیسے تدریس کے مخالف ہوتا فردی نہیں پھر  
شخص کے قیاس کا صاحب ہونا لازم نہیں اگر تاریخی واقعات کو اپنے قیاسات سے ثابت  
کرنے کی بدعت پر عمل کریں گے تو بہت سے مسلم الشہوت واقعات کے ثبوت ہی میں  
دشواہی ہو جائے گی۔

کیا یہ عقل میں آنے کی بات ہے کہ مرکز قاعدہ گہر میں تین سو ساڑھت دے دے جائیں  
کیا یہ عقل میں آنے کی بات ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کی پھینکی ہوئی عقلی لکھنویوں  
سے اہمیت الاثر کم لاشکر باطل ہو جائے ؟ کیا ہر شخص کے عقل میں آنے کی بات ہے کہ عالم  
الہیہ میں کچھ اہم لاشکر کا فرمے گران کے شہادت میں محض روایات موجود ہیں لہذا کسی  
کی عقل میں آنے یا نہ آنے ماننا پڑے گا مثال کے طور پر آپ نے عقل سے ثابت کرنے  
کے لئے کہ امام عالی مقام پر یقین دہن تک پانی بند نہیں کیا گیا، پانی یہ قیاس پیش کیا ہے۔

امام عالی مقام مکتہ صغریٰ کے مشرفی و فخر کو بلکہ دس فی الحکمہ کو پہلے  
ہیں اور ملتے ہیں تین مئذین ہیں لہذا امام دس حرم کو کھلا ہیں بلکہ نہایت  
اسی دن شدید ہو گئے تین دن کھلا ہیں قیام برائے تین دن پانی بند رہا ؟  
امروہی صاحب نے یہاں آٹھ کے دس فی الحکمہ کی روایتی پر قیاس پیش کیا ہے  
"کیا یہ ممکن تھا کہ امام حج پور کو نہ چلا دے ایسی جلدی تھی ؟"

امروہی صاحب دے ایسی بنیادی دلیل پیش کی ہے کہ عوام اسے فضا قبول کریں گے  
اہل علم خوب جانتے ہیں کہ آپ نے یہاں کتنی پریشانی سے کام لیا ہے، حضرت امام کا  
بابا ادا فرما دیے تھے، فرقہ واریت میں نہیں تھا، یہ حج اگر ادا بھی فرماتے تو بھی عقلی تھا۔  
دوسری طرف کوئیوں نے زیدی استبداد کے انکار کے لئے ہر ممکن حد کا یقین دلایا تھا۔  
ایسی صورت میں انکار مکر فرقہ واریت، غیبتہ القل، شیعہ والا ہی جانتا ہے کہ اہل پذیرش کی  
ادائیگی کو مقدم رکھیں گے، اگر حضرت امام نے اس فرقہ کی اہم ادائیگی کے لئے ایک شخص  
نہ کہ کیا تو اس میں کیا لگا، فہم کیا پھر یہ کہ امروہی صاحب بھی یہ کہتے ہیں۔

”فمن یمن سدرہ منہا نہیں چاہتا تھا لیکن بڑی کی بیعت لینا اس کا طمع نظر  
محسوس ہے۔“

ایسی صورت میں عیاس یہ چاہتا ہے کہ پانی بند کر دیا جائے تاکہ امام شافعی سے جیل بلب  
جو کہ جھوٹے جھوٹے پھول کو تر پھلے بلکے دیکھ کر توڑ دے۔ یہ بیعت چھوڑ کر جسعت پر عمل فرمائیں۔  
اسی طرح آپ نے شری طوائف بیعت کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ  
”مکتے کرنا کی نہیں منزل میں ہیں اور دوسرا منزل اور سر منزل کسی طرح ممکن نہیں  
لہذا ایک ایک دن میں ایک ایک منزل طے کرتے ہوئے تیس دن میں تیس  
منزلیں طے کر کے دسویں حرم کو کرنا چاہئے۔“

واقعہ یہ ہے کہ خلق پر بہت زیادتی ہونے لگی ہے پھر پڑھانے کا کوئی علم ہی نہیں پہلی منزل  
بستان ابن عامر چوبیس میل ہے۔ دسویں ذی الحجہ کو حج کے مراسم ادا کر کے کوئی شخص کسی  
طرح چوبیس میل طے نہیں کر سکتا اور دوسری صاحب کو گپ خبر کر دسویں ذی الحجہ کو کیا کیا  
مراسم ہیں۔

دسویں ذی الحجہ کو آفتاب نکلنے سے پہلے سڑا دے پہلی کوئی آگ ہے۔ ہر ذاب  
پر لکھی مادہ ہے لیکن مار کر حیات بڑا ہے قربانی کرنا ہے پھر مکر مظهر ہا کہ غلات  
زیادت کرنا ہے پھر مفاد مردہ کی مسمی کرنا ہے کیا بھی عقل مند آدمی کے سمجھ میں نہ پڑے  
آسمانی ہے کہ ایک دن میں سڑا دے پہلی کوئی آگ ہے وہاں کے مراسم ادا کر کے پھر مکر  
مظہر ہلکے وہاں کے رسم ادا کر کے اتنا وقت بچے گا کہ حسین ناظر چوبیس میل کی مسافت  
طے کر کے بستان ابن عامر پر پہنچے یقیناً اسکا علم نہیں لہذا امر دوسری صاحب کی تحقیق  
کی بنا پر یہ لازم آئے گا کہ امام شافعیہ ذی الحجہ کو مکتے سے پہلے اور گیارہ کو کرنا جلوه فرما  
ہوئے پھر دس کو شہادت کسی طرح ہوتی؟

دوسرے یہ کہ گیارہ مارہ ذی الحجہ کو کلکریاں ملنا حج کے واجبات میں سے ہے  
حج میں اگر نفل ہو گیارہ مارہ کی ذی واجب ہے امام عالی مقام اگر حج نہ کرتے تو حرم  
ترک نفل اہم آتا اور حج ضرور کے گیارہ مارہ کی رہا چھوڑنے میں ترک واجب لازم

آئے گا یہ کہاں کی محنت مندی ہوگی کہ ترک نفل سے ترک واجب کے وہاں  
میں مبتلا ہوں لہذا آپ کی جزا فانی درسیج کی بنا پر لازم آئے گا کہ امام شافعیہ ذی الحجہ  
کو مکتے سے روزا ہر سہ روزہ حرم کو کرنا لازم نہیں۔

امروہی صاحب آپ نے دیکھا آپ بند کی روایت کو غلط ثابت کرنے کیلئے  
آپ نے جو قرآنہ استخراج فرمائے وہ خود آپ کے سلامت کو ڈھارس ہے جس۔ روایت  
پذیری چھوڑ کر روایت پرستی اختیار کرنے سے آدمی بڑی ذل و لوم میں پھنستا ہے۔  
ناظرین کے اطمینان کے لیے امروہی صاحب کی ایک روایت کی نقلی کھول دی  
گئی۔ اس طرح دیگر روایتوں کو قیاس کر لیں۔ بشرط ذمت انشاء اللہ تعالیٰ ان کی اس  
قسم کی تمام روایتیں پر کچھ مفصل گفتگو ہوگی۔ اس تفصیلی گفتگو کے بعد سوال است منزلہ بالا  
کے جواب است یہ ہیں۔

۱۔ یقیناً بلاشبہ ہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ  
شریضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت حق ہے۔ پھر عثمان ذی النورین رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے بعد میں خلیفہ برحق تھے۔ حضرت عثمان کے قصاص دیکھتے اور  
اس میں کسی قسم کی سپورستی کرنے کا الزام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر  
لگانا قطعاً درست نہیں۔

۲۔ زید علیہ السلام اپنے فشق و غم اور دیگر وجوہ شرعیہ کی بنا پر امام عالی مقام  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر آئمہ کے نزدیک یقیناً خلافت کا اہل نہیں تھا  
اس کی خلافت شرعاً درست نہیں تھی۔

۳۔ اس کے مقابلہ میں دیکھو رسول حضرت امام عالی مقام حق پرست تھے اور انہیں  
اور ان کے رفقاء کا قتل کو ظلم عظیم تھا۔ یہ حضرات مرتبہ شہادت  
پر دست بڑھ گئے۔

(مولانا شریف الحق امینی)



اور رفوڑوں کے مقابل حیرت کھجے گا۔ یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے شکار سے تیرنگا سمست اور خون سے آلود ہونے لگیں گے۔ اس جماعت کی علامت ایک ایسا شخص ہوگا جس کا ایک ہاتھ یا ایک سپہ سالار حیرت کے پستان کی طرح ہو گا یہ جماعت اس وقت نکلے گی جب لوگ دو چار محفل میں بیٹے ہوں گے۔

ابو سعید معدنی نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں نہیں ملے یہ بابت حضور سے سنی او میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی نے جب ان لوگوں کو قتل کیا تو مقتولین میں سے وہ شخص تھیک اسی صفت کو نکال کر لایا گیا جس کی نشان دہی سرکار نے فرمائی تھی اور اسی شخص کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ و معنیہو من یلبسک فی الصدقات الایہ۔ (بخاری)

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور نے اشراف عرب کو علیحدت دینے کو ایک شخص نے کہا یہ ایسی قسم ہے جس میں عدلی نہیں کیا گیا حضور کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو پھر اقدس تھا اٹھا یہاں تک کہ سرخ ہو گیا فرمایا جب اللہ و رسول ہی عدلی نہ کیسے تو کون کرے؟ اللہ موعی پر دم فرماتے ان کو کس سے زیادہ اذیت دی گئی اور انہوں نے صبر کیا۔ (مسلم)

۳۔ جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں جین سے واپسی میں بمقام جبرانہ ایک شخص حضور نبوی آیا۔ باپ حال کہ بلال کی چادر میں چاندی تھی اور حضور اقدس اس کے گرد گویا گھسے لپٹے تھے پس شخص نے کہا ملے تو عدلی کرو حضور نے فرمایا تیری خواف ہو اگر میں عدلی نہ کروں گا تو کون کرے کہ حضرت خادق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور اہانت دین کس مانتی کی گردن اڑا دوں۔ فرمایا سزا اللہ اے تب لوگ یہ کہیں گے میں پسینے ساتھیوں کو قتل کر دی گا۔ بلاشبہ یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھتے ہیں حیران کے حیرے سے آگے نہیں چڑھتا۔ یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے۔ (مسلم)

ان احادیث کا ترجمہ اور ان کی تفسیر سے یہ گروہ ظہور کرنے والا

فقہ محمد رسالت میں موجود تھا۔ اب ان کے ظہور کے متعلق دو ایک حدیث ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کو یہ فرستے سنا کہ عنقریب ایک جماعت نکلے گی لیکن ایمان ان کے خلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ پس ایسے لوگوں سے تم جہاں ملو انہیں قتل کرو۔ ان کے قاتلوں کے لیے قیامت میں جہنم ہے۔ (بخاری، بخاری)

۲۔ مسلم بن حنیف سے یہ چھایا کہ آپ نے خوارج کے متعلق حضور سے کچھ نہ سنا؟ انہوں نے کہا حضور کو میں نے خوارج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سنا۔ یہاں سے ایک قوم خروج کرے گی وہ اسلام سے اس طرح خوارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ (بخاری، بخاری)

جنگ صفین

میں حضرت سادہ بن حمزہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ جو معاہدہ ہوا اس میں یہ تھا کہ ہر کوئی نہیں جج کرنے والا نہیں۔ اللہ کی کتاب ہمارے درمیان فائز ہے خاتم ملک فیصلہ کن ہے جس کو اللہ کی کتاب سے ہماری دنا فیکنا اسے ہم جاری و تاذکر کریں گے اور جس پر نہ کہ اس نے مثلاً ہم اسے شادی گے پس متکین (ابو موسیٰ اشعری و عمر بن العاص) جو بابت کتابیں بائیں اس پہلا کرے اگر وہاں نہ دے تو پھر رسول کی ہمت و حاکم ان کے فیصلہ حکم کا مرجع ہوگی۔ (ماہل بن اثیر)

لیکن ابھی اس وقت کی سیاہی بھی خشک نہ ہوئی تھی کہ خوارج نے اس کا انکار کر دیا اور لا حکم الا للہ کا نعرہ لگایا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ فریقین کے جھگڑے کو طے کرنے کے لیے انہیں خوارج نے حکیم کو ماننے اور عزائم کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو حکم مقرر کیا جس نے پر عہد کر لیا تھا اور جب معاملہ طے ہو گیا جو کتاب و دست کی رو سے باطل جائز تھا انہیں خوارج نے اپنی طاقت اور شرارت سے لا حکم الا للہ کا نعرہ لگا کر حکیم کو کفر قرار دے دیا کہ جب حکم اور فیصلہ حضرت اللہ کا حق ہے تو پھر عین حاضر اور حضرت ابو موسیٰ

کا حکم بنایا جاتا جائز ہے؟

یہ مسئلہ اس مسئلہ اور امتداد سے کہ دین کی پوری عمارت زمین سے اٹھتی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر اہم دست اسٹوٹ سے مخاطب ہو کر مذکور حکم دیتا ہے اور نہ اس کی اتاری ہوئی کتاب و دعا میں ہے کہ مذکور حکم کرے اور اپنا کوئی حکم یا فیصلہ نہ کرے جب حال یہ ہے تو اردو شی و قانون دین کا یہ دفعہ صرف نسبت طلاق ہی بن سکتا ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان کے اس مسئلہ کے لغو اور باطل ہونے کے متعلق انہیں بہت سمجھا یا۔ آپ نے فرمایا:

ہم نے انسانوں کو حکم نہیں بنایا بلکہ قرآن کو بنایا ہے اور یہ قرآن لکھی ہوئی کتاب ہے جو خود نبیوں ہی کی بلکہ اس کا حکم انسان ہی کرتے ہیں؟  
پھر آپ نے ایک بڑے سار کا قرآن مجید منکایا۔

فجعل ضربہ بیدہ و یقول اور اس پر دست دیکھ کر فرمایا اسے ایسا المصحف حدیث۔

انسانی - (فتح الباری برکات احمد و طبری)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان باتوں اور عملی تشکیک نے خوارج کے باطل استدلال کی حقیقت ان پر کھول دی مگر اس کے باوجود مصنفین سے روایت ہے کہ بارہ ہزار خارجی حردار میں جبرائیل پر گئے اور انہوں نے شیعہ بن رستمی کو اپنا امیر القتال اور امیر الدین الکوثری کو امیر الصلوٰۃ مقرر کر لیا۔ جناب امیر نے اس موقع پر بھی انہیں شرافت سے باز رہنے کی تلقین کی اور ان سے بچھا دیکھا اور ایسے دنوں سے؟

ابن الکواثر

اس چیز نے تمہیں ہمارے خلاف خرد پر مجبور کیا؟

مصنفین میں حکم کرنے

حکیم کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ اس کے خلاف ہائیں گے تو ہم ان کے حکم اور فیصلہ سے بری ہیں؟

اچھا یہ بتائیے کہ آپ نے حکم کے لیے حرج کیوں مسترد کی فوراً فیصلہ کیوں نہ کیا۔

اس لیے کہ تا وقت عمل حاصل کرے اور عالم شہادت و استقلال حاصل کرے اور شاید کس حد تک اللہ اس امت کی اصلاح فرمادے۔

یہاں باتیں شروع ہو گئیں اور خوارج آپ کے حکم کے مطابق ہی کہہ رہے تھے لیکن ان کا مقصد کسی بات کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا تو تھا نہیں۔ قرآن ان کے مفہوم سے اتنا متعلق نہیں کہ اس کی حقیقت کو پا سکے، مگر وہیں اگر پھر انہوں نے وہی باتیں دہرائی مشرور کر دیں جن کے متعلق بخش جواب دینے ہا چکے ہیں۔ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو مقام حکیم پر بھیجا جاتا تو خارجی پھر وہی نعرہ بول اٹھے لا حکم الا للہ۔ ان کے ایک لیڈر نے کہا حکم کا حق صرف اللہ کو ہے آپ اپنی خطا سے توبہ کیجیے۔ دیکھ جا کہ کیجیے اور جنگ شروع کر دیجیے۔ حضرت علی نے جواب دیا، جب ہم معاہدہ کر چکے ہیں تو پھر اسے کیسے توڑ دیں، اس پر ایک خارجی نے کہا وہ گناہ تھا اس سے توبہ لازمی ہے۔ اور اگر آپ حکیم سے باز نہ آئے تو ہم آپ سے بوجہ اللہ جنگ کریں گے اس موقع پر آپ نے فرمایا۔

تیری فریادیں جو تو کس قدر بد بخت ہے، نہیں دیکھ رہا ہوں کہ ہائیں کچھ پر خاک ڈال رہی ہیں؟۔ اور فرمایا: شیعہ سلطان نے تمہیں حیران اور غراہش کا بندہ کر دیا ہے، اللہ بزرگ و بزرگ سے ڈرو۔ تم میں دنیا کے لیے جنگ کر رہے ہو

وہ تمہارے لیے بہتر نہیں؟ (طبری)

انہیں خوارج فتنہ انگیزی میں آگے ہی بڑھتے گئے یہاں تک کہ مسجد میں میں غلبہ کی حالت میں شروع ہو گئی کہ نہ گئے آخر کار یہ ایک جگہ جمع ہوئے اور انہوں نے خرد کا فیصلہ کیا اور خوارج کے بل کو اپنا مستر تجویز کیا اور لڑتے بڑھتے خردان پہنچ گئے۔

یہاں ان کی شرافت و تلقین کا ایک واقعہ دکھایا جاتا ہے خوارج کی جہالت و بربریت؛ پھر یہ خارجی خردان کے قریب پہنچ چکے تھے

کہ ان کی جماعت کو ایک شخص نظر کیا جو گدے کو لٹکا ہوا لارہ تھا اور اس گدے پر ایک خاتون سوار تھیں، خاتون نے انہیں لکھا، وہ گھر گئے، تریب آئے تو پوچھا تم کون ہو۔

انہوں نے جواب دیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی جناب کا بیٹا عبداللہ ہوں۔

ابہم نہیں ڈرنا دیا ڈرو نہیں نہیں اسن سے۔ اچھا میں اپنے والد کی ایسی یاہست سناؤ جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو اور میں اس سے فائدہ پہنچے۔

پھر سے میرے والد نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ انسان کا قلب مر جائے گا وہ شام کو سوئے ہوگا اور صبح کو کافر اور صبح کو کافر ہوگا اور شام کو مومن۔

کیا ہم نے تم سے ایسی حدیث پوچھی تھی، اچھا بتاؤ ایک بکرہ و عر کے متعلق۔

تمہاری کیا رائے ہے اور عثمان کے بارے میں کیا کہتے ہو۔

وہ اول و آخر حق پرست تھے۔

اچھا علی کے بارے میں کیا کہتے ہو، عجم سے پہلے اور عجم کے بعد۔

وہ تم سے زیادہ رسول کا علم رکھتے تھے۔ تم سے زیادہ دین کے محافظ اور بعیرت والے ہیں۔

یہ سن کر خوارج نے کہا، واللہ ہم تم کو اس طرح قتل کریں گے کہ اسب تک کسی کو نہ کیا ہوگا اس کے بعد حضرت عبداللہ کو گھر کر گتار کیا اور ان کی بھری کو جو حاملہ تھیں اور وضع حمل کا زمانہ قریب تھا لیے ہوئے ایک درخت کے نیچے آئے اور حضرت عبداللہ کو بچھا ڈکڑ کر ڈالا، بچہ ان کی بوی کی طرف متوجہ ہوئے۔ خاتون نے کہا۔ میں گوربت ہوں کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ سب کچھ بے رحموں نے ان کا پیٹ چاک کر ڈالا۔ ان کی جان لی اور بچہ کو بھی جو ان کے پیٹ میں تھا مار ڈالا۔ (د ابن اسحاق)

اس ایک واقعہ سے ہی خمارج کی شقاوت و قساوت کی پوری تصویر سامنے آجاتی ہے اور تفصیل کے لیے وہ ذکر لازم ہے، مزید کہ خمارج بدستور فساد و انجیسیزی میں مشغول رہے۔ انہوں نے قتل و غارت کا سلسلہ شروع کر دیا اور حق پرست مسلمانوں کی جان مال، آبرو ان کی دست و پاؤں سے شتر سے میں کھینچی۔ ان حالات کا تقاضا یہ تھا کہ خوارج کے قتل کو دیا جائے تب تک تا علی مرتضیٰ کی تگ و دو میں سے یہ تقاضا منضیٰ نہ ہو سکتا تھا اس سلسلہ میں مسلمانوں کی روایت واضح اتنی ہے کہ اس پر کسی تاریخی روایت کو ترجیح نہیں دی جاسکتی اور یہاں تک اسی روایت کے علاوہ پر انکشاف نہ ہوں۔

”تریدین وہب کہتے ہیں میں حضرت علی کی فوج میں تھا جو خدا ان کے ساتھ خوارج کی طرف روانہ ہوئی تھی۔ حضرت علی نے فوج کو غلبہ ہو کر فرمایا۔ اے لوگو! حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن

پڑھتی ہوگی اس کی قوت کا قازار دوزوں کے مقابل تم اپنی غاؤں دوزوں کو تیر سمجھو گے وہ قرآن پڑھیں گے اور سمجھیں گے کہ ان کے لیے نفع بخش ہے

حالانکہ وہ ان پر دال ہوگا وہ اسلام سے اس طرح خارج ہو جائیں گے جس طرح شکار کو چھید کر تیر نکل جاتا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے فوج ان سے مقابلہ کرنے کی وہ صرف اسی کل پر کھروہ کر کے دوسرے اعمال سے

بے پرواہ ہو جائیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ وہی جماعت ہے جس کی نشاندہی حضور نے فرمائی تھی لیکن انہوں نے ناحق خون بہایا اور لوگوں کے اموال میں

فحاشت گری کی ہے پس اللہ کا نام لے کر چلو۔ (مسلم شریعت)

الغرض علی مرتضیٰ کے شہادت اور جنگ سے باز آنے کی دعوت دی گئی انہوں نے ایک زمانہ ایسا کہ لشکر پہنک کر دیا اور نتیجہ میں چندے سوا مقام غار جی ڈھیر رکھے۔

مسلم شریعت میں ہے کہ :-

”حضرت علی کی فوج نے انہیں تیزوں پر رکھ لیا۔ خوارج بیکہ بعد دیگرے قتل ہوئے اور حضرت علی کی فوج کے صرف دو آدمی شہید ہوئے“

جنگ نہ ہونے کے بعد دوسری الشیخ کی تلاش ہوئی آخر لاخوں کے ڈھیر میں وہ چٹا ہوا ملا۔ حضرت علی نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا اللہ نے ہر گناہ اور اس کے رسول نے ہم تک حق پہنچایا۔

یہ حق خارجی اور یہ سہ خارجی جس کا شائبہ ہی مختصر ماضیہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا اگرچہ خیران کے میدان میں خارج کے اصل اور ان کے لیڈر ہمارے گئے لیکن جو فتنہ ایک بار سر اٹھا لیتا ہے وہ ختم نہیں ہوتا۔ جو خیران سے بچ گئے مختلف شروں میں جا بسے اور وہاں انہوں نے اپنے باطل استدلال کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی اور اس طرح خارجییت ایک مستقل مذہب بن گیا۔ (علامہ محمد احمد رضوی)

## یزید اور اس کا کردار

حدیث پاک کی مشورہ کتاب، مشکوٰۃ شریف ہے، اسی کتاب کا فارسی ترجمہ مفسر شرح کے ساتھ اشاعتِ اہل بیت کے نام سے منظر ہے۔ اس کے مترجم اور شرح حضرت شیخ دہلوی کی شخصیت ہی محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے اشاعتِ اہل بیت کی چوتھی جلد کے باب مناقب، المیزان، ذکر القاتل، کی ایک حدیث کی شرح کہتے ہوئے یزید پر دشمنی ذاتی ہے پہلے اس حدیث کو چھپے خیران کی رائے پر ملاحظہ کیجئے۔

حدیث۔ عن عمران بن حصین قال مات ابنی صلی اللہ علیہ وسلم عمران مروی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وحوکرہ ثلاثہ احب الی عن یزید بن حصین سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں وصال فرمایا کہ آپ تین قبیلوں کو ناپسند فرماتے تھے ایک قبیلہ

وہاں کہ آنحضرت ناخوش میداشت سر قبیلہ راقتین کہ قحاج بن یاسع ظالم مشرک ازاں جاست۔ یعنی حذیفہ کہ سلسلہ کتاب ازاں جاہلہ۔ یعنی امیر کو عبید اللہ بن زیاد کو مباشر قتل ابام حسین بن علی رضی اللہ عنہما شہید از ایشان بود کہنا قیل۔

تغییب ہے سر قبیلہ میں مشرک ظالم قحاج بن یاسع گزرا ہے۔ دوسرا قبیلہ بنی حذیفہ ہے جن قبیلہ کا سلسلہ کتاب فرد تھا اور تیسرا بنی امیر کا قبیلہ ہے جس قبیلہ سے اس ابن زیاد کا تعلق ہے جو امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کا بانی و قاتل تھا۔

لوگوں نے حضور کے ان تین قبیلوں کے ناپسند فرمانے کی وجہ یہ قرار دی ہے کہ مذکورہ بالا تینوں افراد ایسے گندے ہیں جن کے سیاہ کارناموں کی وجہ سے حضور ان قبائل سے ناخوش تھے یہ حضرات حضور کے وقت نہ تھے مگر حضور ان کے کردار کا علم اللہ کی طرف سے قبل ہی ہو چکا تھا۔ اس لیے آپ کے قلب مبارک پر یہ قبائل گراں تھے۔ اس سے حضور کی غیبی داف کا ثبوت ہم ہوتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحی محدث دہلوی کو یزید نامہ کی پسندیدگی کی علت محض ابن زیاد کو قرار دینی پسند نہیں ہے چنانچہ اس ترجمہ پر اس طرح تنقید منہ بستہ ہیں :-

## شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تنقید

وجہ۔ است از این تامل کہ یزید را د گفت کہ امیر عبید اللہ ابن زیاد بود دہر پیر کرد ہمارے در زمانہ شہ کے و باقی بنی امیر ہم در کار ہائے خود تفسیر ذکرہ اند یزید و عبید اللہ را چون گوندہ در حدیث آمدہ است کہ آنحضرت در خواب دید کہ ہونہ زبیر منبر شریف دے صلی اللہ علیہ وسلم کہ زبیری کی کند و تعمیر آں بہ بنی امیر کردہ دیگر چیز با بسیار راست چہ گوید۔

اس تامل کے مالی پر تعجب ہے کہ یزید کا نام زیاد حالہ کہ ابن زیاد کا بھی امیر بنی امیر تھا۔ ابن زیاد نے جو کچھ بنی امیر کے نزدیک حکم اور اس کی رضا سے کیا۔ ایک ایک زیاد اور یزید ہی کیا باقی بنی امیر نے بھی اپنے اپنے سیاہ کارناموں میں کوئی کمی نہیں کی ہے صرف یزید اور ابن زیاد کو کیا کہا جائے دوسری حدیث میں ہے کہ سرکارِ دو عالم نے خواب دیکھا کہ آپ کے بزرگترین پروردگار کے پاس آپ نے اس خواب کی تفسیر بنی امیر ہی کو

درواہ (نزدی ذوالخارصہ زب) قرار دیا اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں مبنی امیر کے متعلق حدیثوں میں ہیں اس کے متعلق کیا کہا جائے۔  
 آپ نے دیکھا کہ حضرت شیخ نے یزید اور دوسرے اموی حضرات کے حالات کسی بتائے اندوہ کے ساتھ بیان فرمائے ہیں اور مبنی امیر کے گرد ان کے متعلق دوسری حدیثوں کی جانب دیگر چیز باسیار امتداد فرما کر اشارہ فرمایا ہے۔ کیسی متقی اور عادل فیض برحق کے خلاف ایسی شہادتیں موجود ہیں؟ وہ بھی صرف مورخ شخص کی گواہی نہیں ہے۔ یہ متعدد محض تاریخی زبیر داستان کی بنیاد پر بھی نہیں ہے بلکہ حدیث کی جملہ احتیاطوں کی بنیاد پر مبنی ہے اس کا قلم چل رہا ہے جو محقق علی الاطلاق ہے جو بن حدیث میں بلند پایہ ہے جس کی علمی نگاہ سے علم، کلام، فقہ، عقائد، حدیث اور کوئی بھی فن اچھل نہیں، پھر مذکورہ بالا حدیث کے خروج بھی امام قزوی ہیں جنہوں نے اپنی جامع ترمذی میں اس کو نقل کیا۔

### یزید علامہ جلال الدین سیوطی کی نگاہ میں

شیخ دہلوی کے بعد محدث اعظم مفسر کرامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب تاریخ الخلفاء پڑھیے، دیکھیے کہ یزید کی کیا عیسا کمال نظر آ رہی ہے کیا ایسے جلال، اہل والہ الدین کی تیار اندر شہادت کے برکت سے کسی کے ذوق کلم سے یزید کا فتویٰ اور اس کی عدالت ثابت ہو سکتی ہے خود فیصلہ کیجیے۔

واخرج (لروایاتی فی مسندہ عن ابی الدرداء سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اول من یدل سنتی رجل من مبنی امیر یقال له یزید۔  
 روایات نے حضرت ابوہریرہ سے اپنی سند پر کریم کی ہے کہ میں نے حضور کو یہ فرماتے سنا کہ میری سنت کا بدستور والا پہلا شخص مبنی امیر سے ہوگا جس کو کوئی یزید کہہ کرے۔

کیا متقی اور عادل اسی کو کہتے ہیں جو سب رسول کو بدل ڈالے، نقوی و عدالت تیز و تبدیل سنت کا نام ہے؟

وقال فقل ابی الخزاعہ کنت عند عمر بن عبدالمطلب

مذکور دجل یزید فقال امیر المؤمنین یزید ابن معاویہ۔ فقال یقول امیر المؤمنین و امیرہ فترہ عشرین سوطا۔  
 کے پاس حاضر تھا پس ایک شخص نے یزید کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کو امیر المؤمنین یزید ابن معاویہ کہنا کہ سننا تھا کہ عمر بن عبدالمطلب کا پارہ گرم ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ یزید کو امیر المؤمنین

کہا ہے اور پھر کہہ کے حکم سے اس قاتل کو بیس گوشہ مار دے گئے۔  
 حضرات! حضرت عمر بن عبدالمطلب مبنی امیر ہی کے بیٹم و چران ہیں مگر "طین" پر دین غالب ہے تو یزید کو امیر المؤمنین کہنا بھی برداشت نہ کر سکے اور قزویا مبنی کو ٹوڑ کر سزا دی، اس دور سے دینی میں یزید کو امیر المؤمنین فیض برحق متقی اور عادل کہنے والے کو کون سزا دے گا۔ کش آج بھی وہ دور ہوتا تو معلوم ان الفاظ کی توجین کے سلسلہ میں کتنے گوشہ گرائے جاتے، اسلام کے اس ہی راوی نے ہماری صاحب کے مدوح کی قدر نہ کی۔ معلوم ان کو کیا کہیں گے جس طرح یزید کے سبیل منت ہونے کی پیشین گوئی لسان برکت سے ثابت صحابی طرح عمر بن عبدالعزیز کے مجددی منت ہونے کی پیشین گوئی بھی موجود ہے یہ سب غیب دانی رسول پاک کی واضح علامتیں ہیں۔  
 قرہ کے دل دردادہ اوقات کا بیان کرتے ہوئے علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ:-

وکان سبب خلق اهل المدينة۔ ان یزید اسرف فی المعاصی، واحسن ج الموافقہ من خلق ان عبد اللہ بن حنظلہ بن غیل قال والله ما خرجنا علی یزید حتی خفنا ان فرجنا بالجماعۃ من المسمۃ انه رجل یحکم امھات الاولاد والبنات والزوجات ویشرہ الخمر یدع الفصولۃ قال الذہبی ولما فعل یزید باھل المدينة ما فعل مع مشربہ  
 ابی ہریرہ کے خروج خلق حکومت کا سبب یہ تھا کہ یزید نے شک و شبہ نہ کیا میں ہوں جس کے زیادہ ترچہ جائزہ لائیں گے تھا چنانچہ واقعہ نے چند ہی وقتوں سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت حنظلہ کے بیٹے حضرت عبداللہ نے بغیر فرمایا کہ یزید پر ہم لوگوں کے اس وقت خروج کیا گیا ہے خوف ہو گیا کہ اس کی مصیبت کو شہدوں کی وجہ سے ہم لوگوں پر آسمان سے پھراؤ دیا جائے گا وہ ایسا گناہ کا مجسمہ بن گیا کہ



الخمر و اشباہه المنكرات اشتد  
عليه الناس و خرج عليه  
عنين واحد ولم يبارك الله  
في عمره - الخ  
پر ہم لوگوں میں جو شرش پیدا ہو گیا اور اس کے خلاف بہتوں نے خروج کیا اور قدرت نے چہر اس  
کی زندگی و حیات سے برکت اٹھالی الخ۔

الفرق اس سہادت کو نبی پر ہے اور فیصلہ کیجئے کیا ایسے کردار کا انسان متقی ہوگا۔  
عادل ہوگا بخلیفہ برحق ہوگا کون سے منکرات ہیں جو اس میں نہ سمجھے۔ اور کونسی نیکیاں اُڑ  
خوبیاں ہیں جو اس میں بخین۔ ایسوں کا بدلہ کیسا اور کیا ہوگا۔

کیا اس کی عدالت و افتاء کے لیے کوئی دوسری مخصوص شریعت تھی جہاں رسول و مدینہ۔  
النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی ایسی بے حد معنی کی محنت ہے جس کا اہل ایمان کس طرح تذکرہ  
کرے، وہ مدینہ طیبہ اور اہل مدینہ جن کے متعلق سرکار نے فرمایا۔

من اخاف اهل المدينة اخاف الله  
وعليه لعنة الله والملائكة  
والناس اجمعين -  
جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اس کو اللہ ڈرانے  
ڈروائے گا اور اس پر لعنت ہے ملائکہ اور جملہ  
فرشتوں اور اہل انسانوں کی لعنت ہوگی۔

اس نے صرف ڈرایا ہی نہیں بلکہ بہت سے صحابہ کرام کو سر زمین طیبہ میں حضور کے  
رد و بول کیا اور مدینہ پاک کو لوٹا اور ہزاروں مصیبت ناک اسلام کی بیٹیوں کی پرورداری  
کی ہے ان کو توت پر لٹوئی کی کوئی مدد ہوگی!

حرم مکہ شریعت میں کی عزت و حرمت یہ سب کہ صرف مہر کا رکے بے شمع مکہ کے دن پند  
ساتھوں کے لیے قتال حلال کیا گیا درد و دل و عقل و خون کا سوچنا کیسا جبکہ جن چیزوں کو ماننے  
کی اجازت نہیں، وحشی پناہ جو ہر جانور کے آدم و سکون میں غفلت ڈالنے کی باعث نہیں۔

مگر اس کتاب اسلام پر تعجب بھی انہی پر پڑی کہ یہ کارنامہ جس نے مدینہ منورہ کی  
بے حد معنی اور نوٹ کھسوت کے بعد مکہ منورہ کی جنگ حرمت کی خاطر لکھی کرائی۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر نے ٹٹنے کے جوش میں اس نے خدا کو کبھی کبھی پاس ادب خواہ  
ذکر خدا کے سر پر مل گئے ہیں۔

واقوا مکہ فاصرو ابن الزبیر و  
قاتلوه و رموا باللعنہ جنتی فی مہجر  
سنۃ اربع و ستین و اختارت من  
شرارۃ نساءہم اشارۃ الکلبۃ  
و سفھا و قرنا الکلبش الذی ہندی  
اللہ بہ اساعیل و کاناف المقف  
واھلک اللہ زبیر فی نصبت شمس  
ربیع الاول من ہذا العام۔  
یزیدی انھو مدینہ طیبہ کی تباہی کے بعد منورہ آیا  
حضرت ابن زبیر کا محاصرہ کر لیا اور ان سے قتال  
کیا اور ان پر لعنت کی جو مدینہ کی تباہی کی۔ یہ  
واقعہ صرف مزید رسالت میں ڈٹا ہوا جس  
آگ کے شعلوں سے کعبہ کے پرے اور اس کی  
چھت جل گئی اور اس میں نہ بچے کی دو بیٹیاں  
بھی جل گئیں جو حضرت اسماعیل کے فدیہ ہیں  
اللہ تعالیٰ نے جنت سے بھیجا تھا اور وہ  
دونوں بیٹیاں کعبہ کی چھت میں تھیں، اللہ تعالیٰ نے یزید کو اسی سال ربیع الاول کے نصف

مید گزرتے ہی ہلک فرما دیا۔

دیکھتا ہے یزید کا فتویٰ اور عدالت اور اس کی خلاف امتحان حقائق سے آنکھ  
میں کرکھٹ کر کاٹو مار با ڈھٹاس انسان کی میریت ہوگی اس کا فیصلہ قارئین ہی فرمائیں۔  
اولاد رسول سے یزیدی کی قتل کا آغاز ہوا خواہ گاہ کہ بربک پر بلا لکھ پنا آخر حرم خدا

مکہ پر شمشلی ہوا اور اس آستانہ عظم کے ساتھ ظلم و عدوان کے مخزنت ابھرا کبھی چار باغ  
زندگی کیجئے کہ خاک میں مل گیا، ذرا اس عبارت کو بھی پڑھ لیجئے علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ  
”تھوڑے اہم حالی مقام حسین علیہ السلام جب کوفہ کے مسلسل ہلاوت کے

خظرو سے مجبور ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے ابھی راستہ ہی میں تھکے کہ  
کوفیوں نے بے وفا فی شریعہ کر دی۔“

فخذ لہ اھل الکوفہ  
کما ہوت ملہم مع ابیہ  
نوت قبلہ۔  
یہی کوفیوں نے حضرت کا ساتھ چھوڑ دیا، جس  
طرح کو فدا والوں کا پرتاؤ اس کے پہلے حضرت  
علی کے ساتھ ہو چکا تھا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

فلما رجع السلاح عرض عليهم الا  
سلام والدجوع والمعضن الى يزيد  
فيضع بده فبه فتابوا  
الاقتلوا فقتل وجئ براسه في  
طست حتى وضع بين يدي ابن  
زيد لعن الله قاتله وابن زياد  
معه و يزيد ايضا -

ہیں تاکہ اس کے ہاتھ میں گے پنج میں دلائی کی ضرورت کیا، مگر شہادت کے پتوں  
سے آپ کو شہید کر کے ساس کی بجائے کشتی میں کیا۔ اور بالآخر آپ شہید کیے گئے اور  
آپ کا سر ایک ٹشت میں لایا گیا اور ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا۔ اللہ کی لعنت ہو  
آپ کے قاتل پر اور ان کے ساتھ اپنے زیاد پر اور یزید پلید پر بھی -

حضرت امام کی شہادت کے درد انگیز واقعات پر علامہ سیوطی نے جس کو بد و خراب  
کا اظہار کیا ہے وہ اس عبادت سے روکھن ہے -

وفي قتله قصه فيها طویل لا يجتهد القلب  
ذكرها فان الله وانا اليه راجعون -

قارئین حضرات کے سامنے ان عبادتوں کے صرف اسی پہلو کو رکھتا ہوں کہ عادل،  
متقی، فقیہ، بہت پر لعلت کی ہوجھاؤں پر کشتی ہے۔ علامہ سیوطی کی نگاہ میں یزید کیا ہے۔  
اس کے کردار کیسے ہیں خود کو فراموش -

کسی کو دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ حضرت امام علیہ السلام نے آخر یزید کے ہاتھ میں لائے  
دیئے کی شرکاء کیوں رکھیں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر امام اس کی بیعت کو صحیح سمجھتے تو اہل بی  
دن مدین میں بیعت کر لیتے۔ مدینہ بھی جو کہ مکہ کیوں آئے۔ مگر یزید کے تابعوں ہی کے  
ہاتھ پر بیعت کر لیتے بیعت کے لیے یزید کے مخصوص ہاتھ ہی کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے  
امام کا مقصد صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ان عبادوں کے سامنے آپ یہ تحقیق رکھنا چاہتے

ہیں کہ میں خود نہیں آیا تم نے اپنی بیعت لینے کے لئے بلوایا یہ کیا انشا معاہدہ بنا یا  
کس کام کے ہے اب جو کہ مجھ سے بیعت ہے۔ ہاے تم اگر اپنی سابق باقی پر قائم نہیں  
ہو تو میری راہ سے الگ ہو جاؤ میں داپس ہو جاؤ ہوں یا میں یزید سے براہ راست با  
کر لیتا ہوں اس میں دخل دینا تمہارے منصب سے باہر ہے۔ علامہ سیوطی کی جتنی عبارتیں  
قتل کی گئی ہیں، یہ سب تاریخ اربعہ اقلعہ میں یزید پر حاویہ اور غلامہ لامی کے تحت  
عنوان موجود ہے یزید کیسے پائیں وہاں دیکھ لیں -

دو عظیم محدثین کی گواہی کے بعد کچھ تاریخی شواہد بھی زیر نظر آجائیں تو اچھا ہے۔

### تاریخ البراءۃ لہر و اول

عن الحسن البصري انه قال اسرهم  
حصلت کین فی معاویہ لودعین فید  
الا والحدود کانت مریضۃ دھی  
مخذ الخلفۃ بالسیف من غیر  
مشاورۃ وفي الناس بقایا الصحابہ  
ذوالفیلۃ واستخلفہ واجد، یزید  
کان سکیر اختصیر ایلیم لہر و یزید  
الطیالیر

عادل کو اس وقت صاحب فیلیت کی صاحب موجود تھے، دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے  
اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنا دیا حالانکہ یزید بڑا شہ باز شرابی تھا۔ بیٹے کی ماس پہننا اور طہار  
بجای کرنا تھا۔

ہیں اس وقت صرف یزید کی پادشاهی، تقویٰ اور طہارت کے خلاف تاریخی ثبوت مہیا  
کرنا ہے وہ اس عبادت سے واضح ہے کہ وہ شہابی شہ باز و شرابی تھا، اسے شرعی عہد  
کی کچھ پرواہ نہ تھی۔ حدود الدلی سے یہ بالآخر مٹا تھا۔ اسی کی عدالت و انکار کی شہادت تھی  
کرنے والے اس عبادت کو بھی لافظ فراموش، حضرت حسن ابصری نے جو اہل سائبہ کے متعلق

اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے اس پر تنقید کا یہ موقع نہیں ہے اس لئے اس بات کو میں نظر انداز کرتا ہوں۔

تاریخ طبری۔ علامہ طبری نے حضرت ابن زبیر کی اس تقریر کو نقل کیا ہے جو آپ نے مکہ بدر ششم شریف کے اعدام صحابہ کی شہادت کے بعد کی تھی اس تقریر کا وہ حصہ جس میں یزید کے مقابلہ میں امام حسین کی شخصیت دکھائی گئی ہے یہ ہے

واللہ لقد قتلہ طویلاً بالنیل قیامہ  
کثیراً فی النہار صیامہ احق ما حم  
فیہ منہ واولی بہ فی الذین و  
الفضل اما واولہ ما کان یبدل  
بالقلائد الغنایہ ولا جالبہ من خشیۃ  
الاموال الخسار ولا یلصقہ امر شرہا  
لحدادہ ولا یلصقہ الماس فی خلق الذکر  
الاکھن فی تطلاب الصیید  
یعرض بیزید فیسوق یلذون  
غیباً۔

ان باتوں کا تذکرہ کر کے حضرت ابن زبیر نے یزید کی اہم ترین باتوں کی پھر آخر میں فرمایا کہ عنقریب یہ بیدست جماعت جہنم کی داد ہی ملے گی میں کوئی جاسے گی۔

اس عبارت کے مطالعہ سے یزید کی فوج کا نفع اس کی بیباک اور بیخبریت کی وجہ سے کے سامنے آ جاتی ہے حضرت امام کاظم علیہ السلام اور امام النہاس تھے یزید کی ہمت شراب نوشی اور جنگ بازی میں گزرتے تھے امام حسین کا نصب العین قرآن تھا اور یزید کا مطیع نظر تھا و نیز تھا اس تنقید کے جوئے ہوئے کوں ماسب دین و دنیا میں ایسا ہوگا جو یزید کی فطرتی شہادت کا خلیہ دے گا۔ وقت کی قلت کا مول کی کثرت اور مضمون کے ارمان کی مجلس نے مجبور کیا کہ اتنے ہی پر اکتفا کروں ورنہ یزید کے فسق و فجور اور ظلم و عدوان کی اتنی کہانی بہت چرچند محفل میں سمیٹ نہیں جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

## خلافت معاویہ و یزید تاریخ کی روشنی میں

بزمینیں اگر بیدل نے اپنی عیاہیں اور وسیلہ کاریوں سے جب پوسے طور پر اپنے قدم ہانے کو انہیں موسم ہوا کہ بندہ رستانی قومیں اور بخصوص مسلمان محنت قسم کا مذہبی تشدد رکھنے والے لوگ ہیں اپنی قومی روایات و اسلاف کی حرمت و عزت کی بقا کے لئے جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے پناہ پر مشعل ملے گی جو کام جنگ کاڑھی لڑی گئی اسی مذہبی تشدد کا نتیجہ ملے گی میں مسلمان بہت زیادہ پیش پیش تھے۔ اس جنگ پر تاثر پانے لیتے کے بعد انگریزوں کا وہ احساس اور زیادہ قوی ہو گیا اور انہیں فکر ہوئی کہ مسلمانوں کو اسلاف کے نقص قدم سے بھاگ کر نئی ڈگر پر لگا دینا چاہیے تاکہ ان کی مذہبی روح مردہ ہو جائے کیونکہ جب تک اسلاف سے وابستگی رہے گی دین کی خالص روح ان کے دل اور دماغ میں بچی رہے گی اور ان کا بچی جوش ہمیشہ استوار رہے گا جس کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ جب بھی ان کے مذہبی ائمہ میں کسی قسم کی مخالفت ہوگی اس سے کھن باندھ کر پھر مردان میں مل جل پڑیں گے ان کے ایمانیات و روحانیات کا گلاب و منت جو حقیقی سرچشمہ ہے بلکہ اہم امت اس سے کسی طرح نہیں کٹ سکے اس لئے ان کا مذہبی جوش ختم کرنے کا فاسد طریق یہی ہے کہ اسلاف سے ان کا رشتہ کٹ دیا جائے اس کام کے لئے بعض لوگ انگریزوں کو نہایت آسانی سے بل گئے۔ انہوں نے انگریزوں و مسلمان ممالک کی تمام سمیات کے خلاف اسواد افکار سے ایک جوکر دین کو سوس کا اثر شروع کیا۔ قرآن کریم کی تفسیر بالاسے میں نہ صرف اقوال ائمہ و آثار کا یہ بلکہ امامت

جو تیرے علی از غم ایک نئی ماہ پیدا کر لی وہ اگر جہنم کی ۔ بارہوی لکھا حضرت ادا کیا۔

اگرچہ وہ لوگ اپنے مقصد میں پسے طور پر کامیاب نہیں ہوئے تاہم ایک طبقہ کی بزرگی و نوک و دوسری طرف محو دیا یہ طبقہ دیرینہ اور حقیقی کا نام ہے کہ مذہبی اور غیر مذہبی ہر قسم کے مضامین میں حصہ لینے والے ہنگام تک کو اپنی دماغی اپج سے قرآن کریم کے جو مصلیٰ و مطالب سمجھ لے اسی کو زیادہ بنا کر عمارت تعمیر کرنا شروع کر دی۔ وہ آخر دین اور اساطین سنت جنوں نے تحصیل علم میں عیسٰی طرف کر کے اسلام کی روح کو سمجھا اور دین کے پتھر مانی کو ہر کدویت سے محفوظ رکھا، مانتا علیہ و اصحابی کو معاملہ مستقیم پر ہمیشہ گامزن رہے۔ ان کے اقوال کی اس طبقہ کے نزدیک کیا حیثیت ہو سکتی ہے اس کا خیال ہے کہ عادیث جو تیرا کپڑا وغیرہ دیا بڑا کر دینا چاہیے (معلیٰ اللہ) و اگر غلام بیلائی برقی وغیرہ کے ازبچہ دیکھ کر اس کا بخولی اعانہ لگایا جا سکتا ہے۔

اس وقت ایک نئی دیرینہ اور حقیقی سامنے آئی ہے اگرچہ اس میں بھاری سبک و فراہ کتب اعماریت و تاریخ اور اقوال و آثار و علمائے اسلام کو حقیقی مولا کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن مذکورہ بالا مذہبیت پوری تحقیق میں جھلک رہی ہے کیونکہ مواد اعظمی کے الگ چند مفروضے پر ریت کی دیوار کھڑی کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہ نئی تحقیق محمود احمد عباسی کی کتاب "خلافت مناور و یزید" ہے اس کتاب کا مرکزی نقطہ جس پر پوری کتاب گردش کر رہی ہے یہ ہے۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سبائی گروہ قائلین جناب نئی رضی اللہ عنہ کی کوشش و تائید بلکہ اصرار سے قائم ہوئی تھی اور اکابر صحابہ نے بیعت سے جوڑ لیا۔ اس نے خلافت عمل نہیں ہوئی اور قدمت کے باوجود قدس نہیں پایا۔ جو امت میں جو اقتدار پیدا ہوا اس کی مددی و قمر داری آپ کے سر ہے۔

(۲) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صلے عمنی اس

درج سے تھی کہ خلافت کی ذمہ داری کشتی ساحل ہنگ سلامتی کے ساتھ پہنچانے کی بدرجہ اتم اہل بیت بمقابلہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان میں نہیں تھی اور یہ صلہ اپنی پارٹی کی کزوری اور پندہ بند گواری و وصیت کے پیش نظر تھی۔

یزید کی ولی عہدی جائزہ اور حق ہے کیونکہ اس پر صحابہ کا اجماع ہو چکا تھا حتیٰ کہ حضرت عامر میں نے بھی ولی عہدی کی بیعت کر لی تھی یہاں تک کہ طرز عمل سے ثابت ہو سکتا ہے۔

یزید کی بیعت خلافت پر حسب تمام لوگ متفق ہو گئے تو چند نفوس کا بیعت سے انکار کوئی معنی نہیں رکھتا، لہذا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کی بیعت نہ کرنا اور کوئی طرف رخ نہ کرنا خلیفہ برحق کے خلافت بناوٹ تھی جس کی پاداش میں ان کا قتل نہیں بلکہ حق کے ساتھ قتل پایا گیا بنا بریں اس سلسلہ میں یزید عربی سعد وغیرہ وغیرہ قتل ہوئے اور امام پر کڑا میں پانی بند کرنا وغیرہ مظالم محض انسان ہیں۔

یزید کے کوار کے بارے میں غلط پراپیگنڈہ سے اب تک لوگ غلط فہمی میں مبتلا تھے یہ نہایت پاک طینت، پارسا، عدل گز، مسلمانوں کا برفراہ، بہرہ مند حضرت متعق تھا، فقہ حرام کے مظالم کا یزید کے دامن تقدس پر پکڑی وغیرہ نہیں۔

انہیں مفروضات پر عباسی صاحب نے بزرع خویش ایک تاریخی کا نامزادہ نام دیا ہے اور کتاب مؤخر کرنے کے لئے کثرت سے تاریخی شواہد اور استدلال میں زور دیا کرنے کے لئے علماء اسلام کے اقوال پیش کئے ہیں لیکن ان کی حقیقت کیا ہے؟ کہیں ترجمہ میں نہایت کہیں عبارت کا مفہوم سمجھنے سے تاہر کہیں عبارت میں تحریف، کہیں مفید مطلب کی تفسیر میں عبارت سے لگی ہے حالانکہ سابق و سابق کو اور تبارا ہے۔ کبھی کسی محدث کو ناقابل افتاد ٹھہراتے ہیں پھر اسی کو مستفاد میں پیش کرتے ہیں سب سے عجیب چیز یہ ہے کہ طریق استدلال انتہائی پیر ہے ایسی صورت میں برتھیمہ لگا اس کی حقیقت ظاہر ہے الغرض تاریخی مشیت سے یہ کتاب بالکل ماحولہ الاقبار ہے اس کتاب کی کا نامزادہ نہیں کہا

جا سکتا۔ ان امور کے بارے میں مناسب موقع پر کلام کیا جائے گا۔ فی اعمال میرا مومن  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الہیکرم کی خلافت کے بارے میں عباسی صاحب کی جو تحقیق ہے  
اس کے متعلق اجماعی اور صحیح موقف پیش کرنا ہے۔

سب سے پہلے ہم یہ دیکھنا ہے کہ اس مسئلہ پر جس انداز سے آپ نے حاضر فرمائی  
کی ہے اس کی اجازت کتاب و سنت دینی ہے یا نہیں پھر اس کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟  
کتاب کی ابتداء جہاں سے ہوتی ہے اس کا عنوان "حضرت علی کی بیعت اور سبائی پادشاهی  
ہے اس کے تحت چند سطروں کے بعد آپ بکھتے ہیں۔

یہ بیعت پڑھ کر یا چھڑا اور تائیل کی تائید سے بلکہ امر اسے ہوتی تھی اللہ  
یہ خلافت ہی حضرت عثمان ذی النورین جیسے محبوب علیہ السلام داشتہ کلاماً اور  
تائیل قتل کر کے سبائی گروہ کے افسرے قائم کی گئی تھی نیز قاتلین سے قصاص  
جو شرط واجب تھا نہیں لیا گیا تھا اور نہ قصاص لئے جانے کا کوئی ارکان  
باقی رہا تھا کیونکہ یہی باغی اور قاتل اس گروہ کا بانی مانی عبد اللہ  
بن سہلہ سائبین کے گروہ میں نہ صرف شامل بلکہ سیاست وقت پراثر آغاز  
رہے، اگر صحابہ نے بیعت کرنے سے گریز کیا اس سے بیعت خلافت  
محکم نہ ہو سکتی" (انتہی)

اس میں تین باتیں قابل لحاظ ہیں، اولاً آپ نے مولائے کائنات کا دامن حضرت  
عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قومی تاق سے داغ دار کیا۔ ثانیاً مومن کو حد شرعی  
تاق نہ کرنے کا مجرم ٹھہرایا۔ ثالثاً آپ کی خلافت قائم نہ ہو سکی۔

اللہ اللہ! جن کی ہدایت و پانگیزی، خلافت و تائیل اور نبی بھرنے کی خداداد تفویض  
شہادت دے ان کی شان میں لایینی مفروضے پر یہ جرأت۔

لقد رضی اللہ علی المؤمنین  
اذ یابوا عندک تحست الفسحجرة فظلم  
مافی قلبہم  
بلکہ اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب  
وہ اس درخت کے نیچے تھاری بیعت کرتے  
تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے۔

والضابطون الاولون من  
الہاجرین والانصار والذین  
اتبعوا محمداً بن حسان رضی اللہ  
عنہم ومرضوا عنہ۔

اولیستوی منکم من الفق  
من قبل الفقام وقاتل اولک  
اعظم ورجبہ من الذین افغوا  
من لیمد وقاتلوا وکلا وعد اللہ  
الحسنی۔

رائ الذین سبقت لکم  
منا الحسنى اولم تلت عنہا  
مبعدون۔

متعدد حدیثوں میں سرور کائنات سنی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کی شان  
میں لمن و تفضیل سے سب سے متعزیز فرمایا ہے اور ان کے ہمکن ہونے کی جرم ہے۔  
امام ترمذی نے اپنی صحیح میں عبد اللہ بن مغفل سے حدیث نقل کی ہے۔

اللہ اللہ مافی اعلیٰ استجد  
من بعدی غرضنا من اجہد  
فیضی اجہد ومن ابغضہم  
فیضی ابغضہم ومن اراہم  
فقد اذانی ومن اذانی فقد  
اذی انا ومن اسی انا  
یوشلہ ان یاخذ۔

ترمذی ۲ ج صفحہ ۲۶۰

اور سب سے اعلیٰ پہلے ہمارے اور انصار اور  
وہ لوگ جو ہجرت کیا تھا ان کے پیرو ہونے  
اللہ ان سے راضی ہو اور وہ لوگ اللہ  
سے راضی ہونے۔

ترمذی پر نہیں ہو لوگ جنہوں نے فتح مکہ  
سے قبل ہجرت اور مدینہ کو گمراہ نہیں لئے  
ہم سے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد ہجرت اور  
ہمارا کیا اور ان سب کیلئے اللہ رحمت کا وعدہ  
فرما چکا۔

بلکہ وہ لوگ جن کے لئے ہمارا وعدہ  
ہجرت کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے  
گئے ہیں۔

ترمذی نے سب کے بارے میں کچھ کہتے  
ہئے اللہ تعالیٰ کے لئے ان کے لئے بعد اپنے  
فمن و تفضیل کا نشانہ نہ بناؤ۔ و ترمذی ان سے  
عبت رکھتا ہے وہ مجھ سے عبثت رکھنے  
کے باعث اللہ کی عبثت رکھتا ہے اور جو اپنے  
بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھ کر  
سے اپنے بغض رکھتا ہے جس نے جو کجایں  
پہنچائی اس نے مجھ کو تکلیف پہنچائی اور

جس نے حج کو تہذیب و پنپائی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی اور قریب ہے کہ اللہ ان کو اپنی گزرت میں لے لے۔

عن جابر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال: حیدہ بن الحارث احد مسی بالثم تحت الشجرۃ۔  
(الحدائق ج ۲، ص ۲۵۷، ترجمہ ج ۲، ص ۲۵۷)

خود سترت علی کم اللہ وجہ سے اگر کوئی شخص اپنے دل میں کسی عیسیٰ کا پتہ لگا دیا  
کسی قسم کی گدبند نہ لکھا جو اسے ضرور کائنات سے علی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد و گامی پر غور  
کرنا چاہیے۔

مسافر الرحمیری عن اہل خانہ  
دخلت علی قبر سیدہ فہمہ و  
تقول ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
یقول لا یحب علی مناخق ولا  
یغتمہ مومن (ترمذی جلد ۱ ص ۱۱۱)

کتابت و سنت کی روشنی میں مولانا اعظم دہلوی نے اہل سنت و اہل فطرت کا  
اجتماعی مسلک دیا ہے کہ اصحاب کرام کی شان میں کسی قسم کی تحقیر و تفریق اور  
کے متنازعہ جہات پر کسی بھی نوعیت کا ردِ بقا نہ ملگنا اپنی واقفیت خراب کرنے ہے۔  
عسکری دہلوی کی پیروی و احاطے سے قدامت و اہمیت ہے۔

اصحابی ہا انجور مر یا یہ ہر اتیم  
میرے اصحاب تاسے کی طرح ہیں ان میں  
ہر کی جی تم اقتدار کو گے ہدایت باب ہو گے۔  
اھتدایہ ضر۔

یہی وجہ ہے امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ متوفی ۲۴۱ھ نے مناجات صحابہ کے مسئلہ میں ناشائش رہنے کی تصریح فرمادی ہے۔

والذي يرثه عائشة ومعاديه فقد  
نص الامام احمد وصحة الشريعة  
على الاسماء من ذلك وجميع ما يتخير  
بينهم من منازعة ومنازرة  
خصوصا لان الله تعالى يزل الخلق  
بينهم يوم القيامة كما قال عز  
وجل وزعنا ما على قلوبهم من قبل  
اخوانا على سرر متقابلين .

(۱) غنیۃ الطالبین جلد اول صفحہ ۱۸۰۔  
(۲) البیہقیۃ والجزایر جلد ۲ صفحہ ۱۸۰۔

پھر اس کے بعد ص ۸

پھر اس کے بعد ص ۸۸ پر فرماتے ہیں۔

والفقير أهل السنة على وجوب  
الكعبة أشجع من أهل الممالك  
عن مساريقهم وأظهروا نصرتهم  
ومعاشهم وتسلطهم أمرهم  
إلى الله عز وجل على ما كان  
من اختلاف على طاعة والديار  
وعائشة ومعاوية رضي الله عنهم  
جاء ما قدمنا.

عباسی صاحب نے گری پڑی  
 سامنے ان کی کیا حیثیت ہے، آپ نے  
 گزرے ہیں نہ ان کے بارے میں غور

ایک مرتبہ جارجی انڈرمن ایک جنگ کرتا تھا  
 ملواریز و مالٹا و صوبہ ریشی انڈرمن سے  
 تو امام احمد علی انڈرمن سے اس کے  
 پاسے میں کھتے ہیں کتے سے اور ان تمام لڑائی  
 جنگوں سے جان کے درمیان تھے باز رہنے  
 کی تحریک فرادی ہے کیونکہ ایک جنگ کا تعالیٰ  
 قیامت کے دن ان کی جگہ کو ان کے درمیان  
 سے دور کر دیے گی یا کہ انشاء باری تعالیٰ ہے  
 اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ لکھتے تھے  
 سب کچھ لکھنے لکھیں یہی کی طرح محض  
 پر روبرو بیٹھے ہیں۔

پھر اس کے بعد ص ۸۸ پر فرماتے ہیں۔

اور اہل سنت نے ان کے درمیان جو غرضت  
تھی اس سے باز رہے اور ان کی برائی بیان کرنے  
سے بچے اور ان کے حماس و فتشہ کو کھرا  
کر نہ اور خواصات حضرت علی و طلحہ و زبیر  
و عائشہ و معاویہ رضی اللہ عنہم کا پیدا ہوا ان  
کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرنے کے  
واجب ہوئے ہر اتفاق کیا ہے جیسا کہ ہم  
پہلے بیان کر چکے ہیں۔

یہ سبھی باتیں سن کر انہوں نے کہا کہ یہ کتاب دہشت گردوں کی تائید کرتی ہے۔ اس کی تائید میں سب کچھ کر رہے ہیں۔ دہشت گردوں کی کوشش کی امام

عبدالوہاب شرعی فرماتے ہیں۔

ولا اعتناء بالیہ ایک ذکر بعض  
اہل السیر فان ذلک لا یصح و  
ان صح فلا تاویل صحیح وما احسن  
قال عمر ابن عبد العزیز رضی  
اللہ عنہ ثالثہ ما و ظہر مدۃ  
لعلی منها سیوفنا فلا یخصب  
بہا السنۃ۔

(روایات و جامعہ طبرہ ص ۵۳)

### خلافت علی کی شرعی حیثیت

عباسی صاحب نے جو عقائد قائم کئے اور ان سے جو نتیجہ نکالا کہ حضرت علی کی سیرت  
خلافت مقلد نہ ہو سکتی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شرعاً یہ خلافت قائم نہیں ہوئی کیونکہ اگر یہ  
مطلب دیا جائے کہ تمام مسلمانوں کے اہل بیت میں سے جو شخص بھی ہو سکے تو  
ظاہر ہے کہ اس کا کوئی منکر ہو سکتا ہے (خواہ موافق یا مخالف) اگر اہل بیت میں سے کسی نے  
زیر اثر لوگوں نے بیعت نہیں کی تو خلافت پہلی صورت کو متبیین کرنے کے لئے آپ نے  
الایہ الخیار کے حوالے سے شاہ ولی اللہ صاحب کا قول مستحلاً نقل کیا ہے۔

خلافت رسول کے سنت مرتضیٰ قائم  
نہ شد زیرا کہ اہل حل و عقد عن اجتماع  
و تصیغاً لصلب بیعت نہ کرو۔

(انوار شام)

ناظرین! پیچھے اس خلافت کی شرعی حیثیت سمجھیں، اس کے بعد عباسی صاحب کے  
حوالہ کی حیثیت ملاحظہ کریں۔

اس خلافت کے شرعاً ہی ہونے کی خبر خود سرور کائنات نے اشدّہ دیدی ہے۔

انعم اللہ و مدی عن ابی ہریرۃ قال  
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر  
یا عمر یقتلک القتۃ الماعیۃ۔

(طبرہ ص ۵۳)

شیخ الاسلام ابی ہریرہ عقیلاً اس حدیث کی کثرت روایت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر روایتیں  
سے مروی ہے کہ حضور نے عمار سے فرمایا گئے  
یا علی جماعت مکمل کیجیے۔ دوسرے لوگوں میں  
اس کی روایت حضرت عمار و عثمان و ابن مسعود  
و عذیرہ و ابن عباس سے کی گئی (رضی اللہ عنہم)  
اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمار کے قتل کے  
بارہ برس میں ہی عہد میں پہلا بار کیا گیا ہے  
کہ ۶۳ سال کی عمر میں عمار میں حضرت علی  
کی اسیت میں یسین میں قتل ہونے اور یہیں  
سین میں دفن ہوئے۔

(ترغیب الترغیب ج ۳ ص ۵۳)

اس حدیث کے پیش نظر امت مسلمہ ابراہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت حق  
ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ انتخاب خلیفہ کا جو طریقہ اس بیعت خلافت سے پہلے رائج تھا  
وہی طریقہ شوریٰ اس میں بھی اختیار کیا گیا تھا چنانچہ امام عبدالوہاب شرعی فرماتے ہیں۔

وکلن الامامۃ والاجماعۃ ابابکر  
ثم عمر یعنی ابی بکر رضی اللہ عنہ علیہ  
ثم عثمان یعنی عمر علیہ رضی اللہ عنہ  
جماعۃ جعلوا مشورۃ ینسبھ

اور بلا حرج امام مسند ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد  
حضرت عمر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد  
کرنے سے پہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد  
کرنے سے پہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

دارند لیر یستقلخت احددا۔

(البراقیت و الجاہر جلد ۷ ص ۵۸)

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ الباقع میں تحریر فرماتے ہیں۔

فانہ یزید القنصت بوفنا تا  
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و  
الخلافۃ النبی لاسیف فیہا بقتل  
عثمان والخلفۃ یشہوۃ علی کرم  
اللہ وجہہ و خلد الحسن رضی  
اللہ عنہ الی ان استقر امر  
معاویۃ (جلد ۲ ص ۳۴)

ان تصریحات کے بعد عباسی صاحب کے دعوے کی حقیقت مراب کی سی رہ جاتی ہے  
اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے انرا انکار سے شاہ صاحب کا جو قول نقل کیا ہے  
اس میں آپ نے وہ خیانت کی ہے کہ دیانت و تقویٰ کے گلے پر کندہ پھری پھیر دی ہے  
اسی کو آپ نے برہنہ طرح کا اہم دیا ہے۔

شاہ صاحب حجۃ اللہ الباقع میں جب مولا سے کائنات کی خلافت کا بیج اور  
حق جو نا تحریر فرماتے ہیں تو ان لئے انکار میں کیے کچھ سکتے ہیں۔ خلافت برائے حضرت  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ دونوں میں تضاد ہے لہذا یہ آپ کی کرامت کا نتیجہ ہے  
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس خلافت سے اختلاف نہیں تھا  
مولا سے کائنات کے متبادل میں اپنے آپ کسی طرح مستحق خلافت نہیں سمجھتے تھے ان کے  
اختلاف اور بیعت نہ کر رہی فیملہ و دوسری وجہی (عباسی صاحب آپ تک کسی نسل  
نبی میں مبتدل ہیں۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شمرانی فرماتے ہیں۔

قال اکمال فی الشریعۃ و لیس ا

لہذا جماعہ شجرہ میں علی و معاویہ

المنازعۃ فی الاملاۃ کما توہمہ

بعضہا و اما المنازعۃ کانت بسبب

تسلیم قتلہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ

عنہ الی عشرہ ستمہ لبقصصا و ہما

(البراقیت و الجاہر جلد ۷ ص ۵۸)

کمال بن شریعت سے کہا کہ حضرت علی اور

معاویہ کے درمیان نزاع تھی اس کا مطلب

یہ نہیں ہے کہ امانت میں نزاع تھی جیسا کہ

بعض لوگوں کو اس کا دہم ہو گیا۔ عرت نزاع

اس دہم سے تھی کہ تائید عثمان رضی اللہ عنہ

کو ان کے مخالفان و اہل کو پہرہ کر دیں تاکہ

یہ لوگ تائید سے قضا میں لیں۔

(مردہ کرشیہ اعلیٰ)

تمت بالتحییر



اے کربلا کی خاک تو اس احسان کو نہ بھول  
لیٹی ہے تجھ پہ لاشِ حسگر گوشہٴ رسول

# تاریخ کربلا

تصنیف لطیف

حضرت مولانا قاری محمد امین القادری ضوی قدس سرہ

مکتبہ نبویہ • گنج بخش روڈ • لاہور

افضل الصلوات علی سید المرسلین

# فضائل درود

اردو ترجمہ

مولانا محمد صغریٰ صاحب دہلی

مقدمہ ترتیب نو و حواشی

رانا خلیل احمد صاحب

مکتبہ نبویہ • گنج بخش روڈ • لاہور

# شواہد النبوة

لنقویہ زکیقین اہل الفیض

حضرت العلام نور الدین عبداللہ بن حامی قدس سرہ

ترجمہ

بشیر حسین ناظم ایم ای

مقدمہ

علامہ سیرازان اقبال احمد فاروقی ایم اے

ناشر

مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ لاہور

مکتبہ نبویہ • منج بکس روڈ • لاہور